بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَأَن تَقُومُوا۟ لِلْيَتَـٰمَىٰ بِٱلْقِسْطِ﴾

اور یہ کہ یتیموں کے لئے انصاف کے ساتھ کھڑے رہو۔

[قرآن و حدیث کی روشنی میں یتیم پوتے کے اس کے دادا کے ترکہ و میراث میں حق وراثت کے بارے میں ایک انتہائی اہم ترین کتاب]

تالیف

ابو عبد الرحمن مسرور احمد الفرائضی

ناشر

دار حراء للقرآن والحدیث

مئوناتھ بھنجن۔ یوپی۔ (الہند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ..وَٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلْوِلْدَٰنِ وَأَن تَقُومُوا۟ لِلْيَتَٰمَىٰ بِٱلْقِسْطِ﴾

آپ کہہ دیجئے! خود اللہ تعالیٰ تمہیں یہ فتویٰ دے رہا ہے........ان بچوں کے بارے میں جو کمزور، بے بس ہیں اور جو یتیم ہوگئے ہیں کہ ان کے لئے عدل وانصاف کے ساتھ قائم رہو۔

# یتیم پوتا محجوب نہیں ہے

## قرآن و حدیث کی روشنی میں

## علمی و تحقیقی جائزہ

تالیف: أبو عبد الرحمن مسرور احمد الفرائضی

ناشر: دارحراء للقرآن و الحديث

مئو ناتھ بھنجن۔یوپی۔(الہند)

☆

---



| | |
|---|---|
| نام کتاب: | ﴿یتیم پوتا محجوب نہیں ہے﴾ |
| تالیف: | ابو عبد الرحمٰن مسرور احمد الفرائضی |
| کمپوزنگ: | حراء کمپیوٹر مئو ناتھ بھنجن۔ |
| سال اشاعت: | بار دوم۔ جنوری (۲۰۲۰م) |
| تعداد اشاعت: | بار دوم۔ ایک ہزار |
| صفحات: | (۱۹۰) |
| ناشر: | **دار حراء للقرآن و الحدیث** |
| | مئو ناتھ بھنجن۔یوپی (الہند) |
| قیمت: | [.....................]روپئے |

ملنے کا پتہ:

مکتبۃ حراء: **مئو ناتھ بھنجن۔یوپی۔ (الہند)**


☆☆☆☆

☆☆☆

☆☆

☆

## قال الله تعالى:

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ ... قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ ... وَٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلْوِلْدَٰنِ وَأَن تَقُومُوا۟ لِلْيَتَٰمَىٰ بِٱلْقِسْطِ ۚ وَمَا تَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِهِۦ عَلِيمًا﴾ [سورة النساء: ١٢٧]

اے نبی لوگ آپ سے فتویٰ پوچھ رہے ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجئے ! اللہ تعالیٰ تمہیں یہ فتویٰ دے رہا ہے........ ان بچوں کے بارے میں جو کمزور، بے بس ہیں اور جو یتیم ہو گئے ہیں کہ ان کے لئے عدل وانصاف کے ساتھ قائم رہو۔ اور جو کچھ بھی بھلائی تم کروگے تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں بخوبی جاننے والا ہے۔

# اللہ تعالی نے فرمایا

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾ [سورة النساء: ۳۳]

**اور جو مال والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ مریں تو (حق داروں میں تقسیم کردو کہ) ہم نے ہر ایک کے حقدار مقرر کردیئے ہیں اور جن لوگوں سے تم عہد کرچکے ہو ان کو بھی ان کا حصہ دو بیشک اللّٰہ تعالی ہر چیز کے گواہ ہے۔** [سورۃ النساء: ۳۳]

## رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

*- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللهِ، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ». [رواه مسلم في صحيحه حديث رقم: ٤ - (١٦١٥)]. [أخرجه مسلم في كتاب الفرائض باب ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فلأولى رجل ذكر (صحيح مسلم: ٣/ ١٢٣٤). وأخرجه أبو داود في كتاب الفرائض باب في ميراث العصبة (سنن أبي داود: ٣/ ٣١٩). وأخرجه ابن ماجه في كتاب الفرائض باب ميراث العصبة (سنن ابن ماجه: ٢/ ٩١٥)].

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ترکہ کے مال کو کتاب الٰہی قرآن مجید کی بنیاد پر ان کے ان حق داروں کے درمیان بانٹو جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کے اندر کیا ہے جو کہ اہل فرائض ہیں پھر اہل فرائض کو ان کے فرائض دیدئے جانے کے بعد جو کچھ باقی بچ رہتا ہے تو وہ باقی بچا ہوا حصہ سب سے زیادہ قریبی شخص جو کہ مرد ہو اس کا ہوگا۔

حامداً ومصلیاً أما بعد!

تعریف در حقیقت اس اللہ رب العالمین کے لئے ہی ہے جس نے اپنے بندے محمد ﷺ پر ایک ایسی خاص کتاب نازل کی کہ جسکے اندر کوئی کجی وٹیڑھاپن اور تضاد نہیں ہے جسکے دو مقاصد ہیں ایک تو یہ کہ لوگوں کو آخرت میں پیش آنیوالے سخت عذاب سے ڈرایا جائے دوسرے یہ کہ عمل صالح کرنیوالے مومنوں کو بہترین اجر وانعام کی خوشخبری دیجائے۔ (سورہ کہف ۱،۲)

## قرآن و حدیث کی اتباع فرض عین ہے

پس ایک مومن کی علامت، خوف الٰہی کا ہونا اور عذاب آخرت سے ڈرنا اور عمل صالح کرکے اخروی انعام کا مستحق بننا ہر مومن کی خواہش ہے۔ اور ایسے اعمال کی بجاآوری جو کتاب الٰہی (وحی الٰہی) اور سنت رسول (مبنی بر وحی الٰہی) کے مطابق ہو اسی کے چلتے نجات اخروی ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی کو اتباع وحی کا پابند بنایا گیا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاتَّبِعْ مَا يُوحَى إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾ [سورة الأحزاب: ٢]

یعنی تمہاری طرف جو وحی کیجارہی ہے اسی کے مطابق زندگی گذارو اور عمل کرو۔

یہی حکم امت محمدیہ کو بھی دیا گیا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے[سورة الأعراف: ٣]:

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ﴾

تمہارے رب کی جانب سے تم لوگوں کی طرف جو کچھ نازل کیا گیا ہے صرف اسی کی اتباع و پیروی کرو اور اسی کے مطابق زندگی گذارو اور عمل کرو اس کے علاوہ کسی کو بھی ولی، بزرگ اللہ کی پہنچی ہوئی ہستی جان کر اسکے کہے کے مطابق عمل نہ کرو اور نہ اسکے پیچھے بھاگو۔

ورنہ بصورت دیگر تمہارا سارا عمل باطل و مردود ہوگا اور اسکا ثواب رائیگاں جائیگا۔

جیسا کہ اللہ نے واضح طور پر فرمادیا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ [سورة محمد: ٣٣]

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے عملوں کو ضائع و برباد نہ کرلو۔ نیز اللہ کے رسول ﷺ کا واضح فرمان بھی ہے:

*-*عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ». *[مسلم: حديث رقم: ١٧ - (١٧١٨)].

یعنی کسی نے بھی ایسا کوئی بھی کام کیا جس پر ہمارا حکم، فیصلہ اور عمل نہ ہو اور نہ ہی ہماری تائید و اقرار اس عمل کو حاصل ہو تو وہ قطعی طور پر باطل و مردود اور نا قابل قبول عمل ہے۔

گویا ہر وہ حکم فیصلہ اور عمل شرعی حکم و فیصلہ اور عمل ہے ہی نہیں جس پر اللہ کے رسول کی مہر نہ ہو۔ لہٰذا اتباع وحی الٰہی (خواہ وہ بشکل قرآن مجید ہو یا بشکل سنت رسول ﷺ قولا، فعلا اور اقرارا ہو) لازم وضروری ہے۔ وحی کی دو قسمیں ہیں: ایک وحی متلو (قرآن مجید) دوسرے وحی غیر متلو (اقوال، افعال اور اقرار رسول اللہ ﷺ بشکل احادیث صحیحہ ثابتہ) ہے ان دونوں کو ساتھ ساتھ لازم پکڑ کر چلنا اخروی نجات کا ضامن ہے۔ رہا معاملہ ائمہ وفقہاء اور مجتہدین کے اقوال و آراء، قیاسات واجتہادات اور اجماع کا تو یہ بنیادی طور پر نہ تو دین و شریعت ہی ہیں اور نہ حجت شرعی ہیں لہٰذا ان پر چلنا، عمل کرنا اور اس کو لازم پکڑنا ہم پر واجب و ضروری نہیں ہے اور نہ ہی ہم ان کے ماننے کے پابند ہی ہیں اور نہ ہی یہ کسی کی نجات اخروی کے ضامن ہی بن سکتے ہیں کیونکہ وہ وحی الٰہی پر مبنی نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ سب کے سب محض ظنون و اٹکلیں ہی ہوا کرتی ہیں اور ظن کبھی بھی حق سے بے نیاز نہیں کرسکتا ہے اور نہ ہی وہ حق کا بدل ہو سکتا ہے کیونکہ جو چیز مبنی بر وحی الٰہی نہیں ہوتی ہے وہ حجت ہی نہیں ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾ [سورة الأنعام: ١١٢]

اور ہم نے (ماضی میں بھی) اسی طرح ہر نبی کے دشمن، انسانوں، جنوں اور شیطانوں میں سے بنائے تھے جو دھوکہ دینے کے لیے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں ڈالتے تھے، اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسے کام نہ کرتے، پس آپ انہیں اور ان کی افتراپردازیوں کو چھوڑ دیجئے۔

﴿وَلِتَصْغَى إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ﴾

اور (شیاطین اس لیے بھی ایسی باتیں کرتے ہیں) تاکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ان کے دل ان باتوں کی طرف مائل ہوں، اور انہیں پسند کرلیں، اور وہ بھی انہی گناہوں کا ارتکاب کریں جو وہ کرتے ہیں۔[سورة الأنعام: ١١٣]

﴿أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ [سورة الأنعام: ١١٤]

(اے ہمارے رسول! آپ ان سے کہئے) کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی اور ہمارے درمیان فیصلہ کرنے والا تلاش کرلوں، حالانکہ اسی نے تمہارے لیے وہ کتاب اتاری ہے جس میں ہر بات تفصیل سے بیان کردی گئی ہے، اور جن لوگوں کو ہم نے پہلے زمانہ میں کتاب دی تھی، وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب آپ کے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کی گئی ہے، پس آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوجایئے۔

﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

اور آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل اور تام ہے، اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے، اور وہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔[سورة الأنعام: ١١٥]

﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ [سورة الأنعام: ١١٦]

اور اگر آپ ان لوگوں کی بات مانیں گے جن کی زمین میں اکثریت ہے، تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے کیونکہ وہ لوگ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں، اور یہ کہ اٹکلیں لگاتے اور بالکل جھوٹی باتیں کرتے ہیں۔

﴿إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾

بیشک آپ کا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک جاتا ہے، اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔[سورة الأنعام: ١١٧]

پھر بھی لوگوں کا حال یہ ہے کہ لوگ اکثریت کی باتیں مانتے اور اس کے چلتے اللہ و رسول کی باتوں کو چھوڑ دیتے اور نظر انداز کر دیتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کا کہنا یہ ہے:

﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ [سورة الأنعام: ١١٦].

اور اگر آپ ان لوگوں کی بات مانیں گے جن کی زمین میں اکثریت ہے، تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے کیونکہ وہ لوگ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں، اور یہ کہ اٹکلیں لگاتے اور بالکل جھوٹی باتیں کرتے ہیں۔

﴿إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾ [سورة الأنعام: ١٤٨].

اور تم لوگ بھی محض گمان کی ہی پیروی کرتے ہو اور یہ کہ اٹکل بازیاں کرتے ہو۔

اس آیت کے مصداق ایک طرف لوگ آراء اقوال، قیاسات واجتہادات اور اجماع کی پیروی میں اور اسکو حق باور کرانے میں لگے ہوئے ہیں اور اٹکل بازیاں کرتے ہیں تو دوسری طرف اللہ رب العالمین قرآن جو کہ کتاب ہدایت ہے میں جو کچھ ہے۔ اس کی پیروی کی دعوت دیتا ہے۔

﴿وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾ [سورة يونس: ٣٦].

اور ان میں کے اکثر لوگ صرف اور صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں، بیشک گمان حق کو پانے کے لیے کچھ بھی کام نہیں آسکتا ہے، بیشک اللہ ان کے تمام کارناموں کی خوب خبر رکھتا ہے۔

یعنی قیاسات، آراء اور اقوال الناس واجماع یقینی طور پر سب کے سب محض ظنون ہوتے ہیں جو نہ تو حق ہوتے ہیں اور نہ ہی حق سے ذرا بھی بے نیاز کر سکتے ہیں۔ جب کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید تو سراپا حق ہے جو صرف حق بات ہی بتاتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَى مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [سورة يونس: ٣٧].

اور ایسا نہیں ہے کہ یہ قرآن اللہ کی مرضی کے بغیر گھڑ لیا گیا ہو، بلکہ یہ تو ان آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی تھیں، اور اللہ کے مقرر کردہ احکام کی تفصیل بیان کرتا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، یہ سارے جہاں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

اسی لیئے اللہ تعالیٰ قرآن کے الفاظ و معانی اور آیات و احکام میں غور و فکر کی تلقین کرتا اور حکم دیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ [سورة النساء: ٨٢] ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ [سورة محمد: ٢٤]

یعنی لوگ آخر اللہ کی کتاب قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے ہیں کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں وہ ذرا بھی یہ نہیں سوچتے کہ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو البتہ اس میں بہت زیادہ اختلاف اور تضادات پائے جاتے۔

پس ہم پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ ہم لوگوں کی باتوں پر لکیر پیٹنے اور سر کھپانے کے بجائے اللہ کے اس حکم اور فرمان تحت کسی بھی شرعی مسئلہ میں اس کی حقیقت اور اس کا حل جاننے کی

غرض سے قرآن کو جاننے سمجھنے اس کی آیات میں اور اس کی ہدایت پر غور و فکر کرنے کی جد و جہد کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی کی تلقین کرتا ہے۔ اور اللہ کا یہ دوٹوک فیصلہ ہے:

﴿الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ [سورة البقرة: ١٤٧]

﴿الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ [سورة آل عمران: ٦٠]

یعنی حق وہی ہے جو اللہ رب العالمین کی جانب سے نازل شدہ مبنی بر وحی الٰہی ہے پس اسکی جانب سے کسی قسم کے شکوک و شبہات کرنیوالا نہیں بن جانا چاہے۔

لیکن افسوس صد افسوس اللہ و رسول کے ان صریحی و واضح احکامات کا انکار کر کے یا بھلا کر لوگ اٹکل بازیوں، آراء و اقوال، قیاسات و اجتہادات اور اجماع کو حق اور منزل من اللہ اور مبنی بر وحی الٰہی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں حالانکہ یہ سب کے سب مبنی بر ظنون ہی ہیں جبکہ اصل ہدایت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ہی ہے۔

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى﴾ [سورة النجم: ٢٣]

یہ تو محض نام ہیں جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے، وہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں، اور اپنی خواہش نفس کی، حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔

﴿وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ [سورة النجم: ٢٨]

حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں ہے، وہ لوگ صرف وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں، جبکہ وہم و گمان حق کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

# اجماع کی شرعیت و حجیت:

اجماع کے تعلق سے علماء کے مختلف اور متضاد اقوال پائے جاتے ہیں کچھ لوگ اجماع کو مطلقاً حجت قرار دیتے ہیں۔ کچھ کا خیال یہ ہے کہ اجماع حجت ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ مشروط طور پر ہے۔ کچھ لوگ اس کو کلیتاً حجت نہیں مانتے۔ اس طریقہ سے حجیت اجماع فی نفسہ ایک مختلف فیہ چیز ہے اور ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اسی بناء پر امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ میں کسی مخالف کا علم نہ ہو اسے لوگ اجماع کہنے لگے ہیں اور اسے صحیح حدیث پر مقدم کر دیا کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ اسکے سخت مخالف تھے اسی لئے آپ نے اجماع کا دعویٰ کرنیوالے شخص کو بہت بڑا جھوٹا کہا ہے۔ اور ثابت حدیث پر اسکو مقدم کرنا ناجائز بتایا ہے۔ اسی طریقہ سے امام شافعیؒ نے بھی اپنے ''الرسالہ الجدیدہ'' میں اس بات کا انکار کیا ہے کہ جس مسئلہ میں کوئی مخالف معلوم نہ ہو اسے اجماع کہہ دیا جائے جیسا کہ انکے الفاظ ہیں کہ جس مسئلہ میں مخالف معلوم نہ ہو وہ اجماع نہیں ہے۔ امام احمدؒ سے مروی ہے کہ کسی مسئلہ میں کسی کا اجماع کا دعویٰ کرنا بالکل غلط ہے ایسا شخص جھوٹا ہے ہو سکتا ہے کہ اختلاف ہوا ہو اور اسے علم نہ ہو۔ اس تک خبر نہ پہنچی ہو (اعلام الموقعین لابن القیم، دین محمدی محمد جوناگڑھی ج اص ۱۴)

واضح رہے کہ اجماع چونکہ بذات خود ایک متنازع امر ہے لہٰذا یہ مطلق طور پر حجت نہیں۔ البتہ وہ اجماع جو صحابہ نے کیا ہو اور وہ صحیح روایات سے ثابت شدہ ہو تو وہ مطلقاً حجت شرعی ہے اسی طرح وہ قیاس جس کی اساس و بنیاد اللہ کا کلام اور اللہ کے رسول کا کلام ہو وہ بھی حجت شرعی ہے۔ لیکن صرف کسی شخص کا کسی بھی مسئلہ کے تعلق سے محض یہ کہہ دینا کہ اس مسئلہ پر اجماع ہے جب کہ وہ مجہول ہو حجت شرعی نہیں بن جاتا ہے۔ اسلام کا اصل مصدر تشریع تو صرف اور صرف قرآن اور احادیث صحیحہ ہی ہے البتہ جہاں جس مسئلہ میں قرآن کی کوئی صریح آیت یا صحیح حدیث نہ پائی جاتی ہو تو صرف وہیں اجماع و قیاس کی ضرورت پڑتی ہے تو اگر صحابہ کرام سے ثابت شدہ اجماع موجود ہو یا قیاس صحیح پایا جائے اور اس کی اساس و بنیاد کوئی آیت قرآنی اور

حدیث صحیح ہو تو اس مخصوص مسئلہ میں اجماع و قیاس حجت مانا جائے گا اور جیسے ہی کوئی صریحی آیت یا حدیث صحیح کا علم ہو جائے تو وہاں اس مخصوص مسئلہ میں اجماع و قیاس کو حجت بنانا حرام ہو جاتا ہے۔

# یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ:

جہاں تک زیر بحث مسئلہ میں یعنی دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے کی محجوبیت کے مسئلہ میں بھی بعینہٖ یہی معاملہ ہے کہ اسکو صحیح و درست ٹھہرانے کیلئے اجماع کا سہارا لیا جاتا ہے جبکہ زیر بحث مسئلہ میں جس بات پر اجماع ہے اور وہ صحیح اجماع اور صحیح قیاس پر مبنی ہے جو صحابہ کرام سے صحیح روایات سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب کسی مرنے والے شخص کا باپ فوت ہو گیا ہو اور اس کی جگہ اس کا دادا ہو تو چونکہ دادا بھی بواسطہ باپ کے والد و باپ ہوا کرتا ہے اس لیئے باپ کے نہ رہنے پر دادا بطور والد و قائم مقام باپ کے ہونے کے سبب باپ کے حصے کا مستحق ہو گا۔ یہی معاملہ پوتے کے سلسلہ میں بھی ہے کہ جب کسی مرنے والے شخص کا بیٹا فوت ہو گیا ہو اور اس فوت ہونے والے کے بیٹے بیٹیاں زندہ ہوں تو ان فوت ہونے والے بیٹے بیٹیوں کے زندہ بیٹے بیٹیاں بطور قائم مقام اولاد و بیٹے بیٹیوں کے اپنے دادا کے ترکہ کے وارث، حقدار و حصہ دار ہوں گے۔ البتہ اگر بیٹا بذات خود موجود ہو تو اس بیٹے کے ہوتے ہوئے اس کے بیٹے بیٹیاں اپنے دادا کے ترکہ کے وارث، حقدار و حصہ دار نہیں ہوں گے بلکہ محجوب ہونگے۔ البتہ انہیں ان کے باپ کے ذریعہ ان کے دادا کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا۔ پوتے کے محجوب ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے دادا کے ترکہ سے کلی طور پر محروم ہیں بلکہ محجوب ہونے کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ جس واسطے سے میت کے ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں اس واسطے کے ذریعہ ہی انہیں میت کا ترکہ پہنچے گا۔ تو جس کے واسطے سے وہ میت کے ترکہ کے بحکم الٰہی مستحق ہوتے ہیں ان کے ہوتے ہوئے ان کے ہاتھوں سے ہی انہیں ملے گا۔ یتیم پوتے پوتیوں کا معاملہ عام پوتوں سے بالکل الگ ہے کیونکہ ان کا جو حق و حصہ بفرمان الٰہی ان کے دادا کے ترکہ میں بنتا ہے وہ ان کے

واسطے کے نہ ہونے کے سبب ان کے ذریعہ اب انہیں ملنے والا نہیں ہے۔ تو ایسی صورت میں ایک بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان کا کیا بنے گا اور اسی کے چلتے ایک اور سوال نکلتا ہے کہ آخر ان کے دادا کا کیا ہوگا جب کہ ان دادا پوتے کے مابین کا جو رابطہ اور واسطہ تھا وہ اب موجود نہیں تو آخر دادا کا کیا حکم ہے اور پوتے کا کیا حکم ہے۔ تو اس سلسلہ میں تمام صحابہ کرام کا کلی اتفاق اور اجماع اس بات پر ہوا کہ (الجد اب) (ابن الابن ابن) یعنی دادا باپ کی جگہ والد و باپ ہے اور پوتا بیٹے کی جگہ اولاد و بیٹا ہے۔ دادا کو باپ کا حصہ ملے گا اور پوتے کو بیٹے کا حصہ ملے گا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں یہ دونوں ہی باتیں مذکور ہیں۔ اور امام بخاری نے باقاعدہ طور پر دادا، اور پوتے پوتی کا الگ الگ مستقل باب باندھا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل ہے:

[٧ - باب مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ له أَبٌ]

وَقَالَ زَيْدٌ - رضي الله عنه -: وَكَذَا وَلَدُ الأَبْنَاءِ بِمَنْزِلَةِ الوَلَدِ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُمْ وَلَدٌ، ذَكَرُهُمْ كَذَكَرِهِمْ وَأُنْثَاهُمْ كَأُنْثَاهُمْ، يَرِثُونَ كَمَا يَرِثُونَ، وَيَحْجُبُونَ كَمَا يَحْجُبُونَ، وَلاَ يَرِثُ وَلَدُ الابْنِ مَعَ الابْنِ. [صحيح بخاري: كتاب الفرائض].

[٨ - باب مِيرَاثِ ابْنَةِ ابْنٍ مَعَ ابْنَةٍ]

وفيه: (حديث رقم: ٦٧٣٦) *-*سُئِلَ أَبُو مُوسَى عَنِ ابْنَةٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ، فَقَالَ لِلِابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِلأُخْتِ النِّصْفُ، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ فَسَيُتَابِعُنِي. فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسَى، فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ، أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم - «لِلِابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلأُخْتِ». فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسَى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: لاَ تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هَذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ. [٦٧٤٢ - فتح ١٢/ ١٧].

[٩ - باب مِيرَاثِ الجَدِّ مَعَ الأَبِ وَالإِخْوَةِ]

*وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ - رضي الله عنهم - الجَدُّ أَبٌ. وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ {يَا بَنِي آدَمَ} [الأعراف: ٢٦] {وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ} [يوسف:

۳۸]. وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَحَدًا خَالَفَ أَبَا بَكْرٍ - رضي الله عنه - فِي زَمَانِهِ وَأَصْحَابُ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم - مُتَوَافِرُونَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَرِثُنِي ابْنُ ابْنِي دُونَ إِخْوَتِي، وَلاَ أَرِثُ أَنَا ابْنَ ابْنِي. وَيُذْكَرُ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَزَيْدٍ أَقَاوِيلُ مُخْتَلِفَةٌ.

دادا اور یتیم پوتے پوتیوں کے تعلق سے صحیح بخاری کے یہ تین ابواب ہیں جنہیں ہم بلا تبصرہ محض نقل کر کے آگے بڑھتے ہیں اور آتے ہیں اصل بات کی طرف کیونکہ ان پر تفصیلی گفتگو ہم آگے کریں گے۔

یہاں ہم ایک بات واضح کر دینا چاہتے ہیں جس سے اس مسئلہ کو پوری طرح صحیح طور پر سمجھنے میں آسانی ہوگی اور اسے صحیح طور پر سمجھے بغیر ہم اس مسئلہ کو صحیح طور پر سمجھ نہیں پائیں گے اور نہ ہی حق اور صواب تک پہنچ پائیں گے۔ کیونکہ اس چیز کو صحیح طور پر نہ سمجھ پانے کے سبب اکثر لوگوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔

بات یوں ہے کہ پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ کہ جن کے ماں باپ بذات خود موجود ہیں اور ان کے چچا تائے وغیرہ بھی موجود ہوں اور دوسرے وہ کہ جن کے ماں باپ بذات خود موجود نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے چچا تائے وغیرہ ہی موجود ہوں تیسرے وہ کہ جن کے ماں باپ بذات خود موجود نہ ہوں البتہ ان کے چچا تائے وغیرہ موجود ہوں یعنی میت کی کچھ بلا واسطہ اولادیں یعنی بیٹے بیٹیاں موجود ہوں اور ان کے ساتھ کچھ ایسی اولادیں ہوں جو بالواسطہ ہوں یعنی یتیم پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں۔

تو اس طرح پوتوں کی تین قسمیں بنتی ہیں اور ان تینوں قسموں کا الگ الگ حکم بھی ہے جو مذکورہ بالا ابواب بخاری میں مذکور ہے۔

## پوتوں کی تین قسمیں:

دراصل پوتے تین طرح کے ہوتے ہیں:

[ا] ایک پوتا وہ ہے جس کا باپ بھی موجود ہے اور چچا تائے بھی موجود ہیں۔

[۲] دوسرا پوتا وہ ہے جس کا نہ تو باپ ہی ہے اور نہ ہی چچا تائے ہی موجود ہیں۔

[۳] تیسرا پوتا وہ ہے جس کا باپ تو موجود نہیں ہے البتہ اس کے چچا تائے موجود ہیں۔

اول و دوم قسم کے ان دونوں پوتوں کا حکم بالکل واضح ہے یعنی پہلی قسم کے پوتے جن کا باپ بھی موجود ہے اور چچا تائے بھی موجود ہیں تو ایسے پوتے پوتیاں بالاتفاق محجوب ہیں۔ البتہ محروم الارث نہیں ہیں کیونکہ ان کے باپ کے واسطے سے ان کو انکے دادا کے ترکہ و میراث میں سے حصہ ملنا یقینی ہے۔ رہے دوسری قسم کے پوتے جن کے نہ تو باپ ہی موجود ہیں اور نہ ہی چچا تائے ہی موجود ہیں تو ان پوتوں کا حکم بھی بالکل واضح ہے یعنی ان پوتوں کو براہ راست ان کے دادا کے ترکہ سے حصہ ملنا یقینی ہے۔ اس بارے میں بھی کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

## پوتوں کی غیر متنازع صورتیں:

پہلی و دوسری قسم کے پوتوں کا مسئلہ غیر متنازع ہے کیونکہ ان کے سلسلہ میں حکم بالکل واضح ہے یعنی پہلی قسم کے پوتوں کا محجوب ہونا اجماعی طور پر ثابت شدہ امر ہے۔ جب کہ دوسری قسم کے پوتوں کا متفقہ طور پر وارث ہونا بھی مسلمہ امر ہے۔

ان دونوں قسم کے پوتے پوتیوں کے بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ ان میں سے پہلی قسم کے پوتے محجوب تو ہیں البتہ محروم الارث نہیں ہیں۔ دوسری قسم کے پوتے پوتیاں نہ تو محجوب ہی ہیں اور نہ ہی محروم الارث ہیں البتہ وہ یتیم ہیں۔ جبکہ تیسری قسم کے پوتے پوتیاں جو کہ یتیم ہیں لیکن وہ نہ تو محجوب ہی ہیں اور نہ ہی محروم الارث ہی ہیں۔ لیکن ایک غلط فہمی کے چلتے لوگ انہیں محجوب و محروم الارث ٹھہراتے ہیں جو کہ شرعا اور اصولا ہر طرح سے غلط ہے اور یہ غلطی محض اس لیئے ہو رہی ہے کیونکہ ان تینوں قسم کے پوتے پوتیوں میں جو واضح فرق ہے اس کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا ہے۔ اور اس کی جو تیسری صورت ہے کہ ان کے باپ موجود نہیں ہیں البتہ چچا تائے موجود ہیں تو جو حکم باپ کے رہنے پر پوتے پوتیوں کا ہے وہ ان یتیم پوتوں پر بلا لحاظ احکام شرعی و قاعدہ فقہی و اصولی ان پر فٹ کر دیا جاتا ہے اور انہیں محجوب و محروم الارث قرار دیکر اللہ و رسول کے جملہ احکام و فرامین اور حدود الٰہی کی دھجیاں اڑادی جاتی ہیں۔

## پوتوں کی متنازع صورت:

رہی پوتوں کی تیسری صورت جس کو لوگوں نے متنازع بنا رکھا ہے جس میں پوتوں کا باپ نہیں ہوتا ہے البتہ ان کے چچا تائے وغیرہ موجود ہوتے ہیں جن کو عرف عام میں یتیم پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں کہا جاتا ہے اور جن کے باپ وماں اپنے ماں باپ کے جیتے جی ان کی زندگی میں وفات پا جاتے ہیں اور اپنے پیچھے اپنے بیٹے بیٹیاں یعنی ان یتیم پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو چھوڑ جاتا ہے تو ان پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے ساتھ ان کے چچا تائے وغیرہ بھی ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا شرعی طور پر چچا تائے وغیرہ کے ہوتے ان یتیم پوتوں اور نواسے نواسیوں کا بھی کوئی حق و حصہ ان کے دادا دادی، نانا نانی کے ترکہ و میراث میں بنتا ہے یا نہیں؟

یہی وہ متنازع صورت حال ہوتی ہے جس کے تعلق سے ہی لوگوں کا یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں انہیں یہ بتایا جائے کہ کیا اس طرح کے پوتے پوتیاں جن کا باپ ان کے دادا کے جیتے جی مر جاتا ہے اور ان کے دادا کی وفات پر وہ اور ان کے چچا تائے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں تو کیا چچا تائے کے ہوتے ان یتیم پوتے پوتیوں کا بھی کوئی حق و حصہ ان کے دادا کے ترکہ میں شرعی طور پر بنتا ہے یا نہیں؟

## مقام حیرت

تو یہ حیرت کا مقام ہے کہ لوگ زیر بحث مسئلہ یعنی یتیم پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کا اس کے دادا دادی، نانا نانی (میت) کے ترکہ و میراث میں حق و حصہ ہونے یا نہ ہونے کے سلسلہ میں بلا سوچے سمجھے، غور و فکر کیئے فورا یہ فتویٰ دے دیتے ہیں کہ کسی بھی بیٹے بیٹی کے ہوتے کوئی بھی پوتا پوتی یا نواسا نواسی خاص کر کسی بیٹے کے ہوتے کوئی بھی پوتا پوتی، نواسا نواسی اپنے دادا دادی یا نانا نانی (میت) کے ترکہ و میراث میں حق و حصہ نہیں پا سکتے ہیں۔ یہ شریعت کا مسلمہ امر اور متفقہ فیصلہ ہے اور اس پر صدیوں سے اجماع چلا آرہا ہے۔ اس کی دلیل یہ دی

جاتی ہے کہ چونکہ ترکہ و میراث کی اساس و بنیاد صرف اور صرف اقربیت ہے یعنی قریب سے قریب تر ہونا اس لیئے چونکہ یتیم پوتے پوتیاں بمقابلہ بیٹے بیٹیوں کے میت کے دور کے رشتہ دار اور وارث ہیں۔ لہٰذا اقرب کے ہوتے دور والے محجوب ہونگے اور انہیں مرنے والے کے ترکہ سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ یہ شریعت کا محکم فیصلہ، اجماعی مسئلہ اور سلف سے خلف تک کا متفقہ فتوىٰ ہے جو چودہ صدیوں سے چلا آرہا ہے اور جو اس کے خلاف کچھ بھی کہتا ہے وہ گمراہ، شریعت کا مخالف و باغی ہے اور نہ جانے کیا کیا ہے؟

حالانکہ ایسا کہنے والے اور اس کی محجوبیت اور محرومی ارث کا فتوىٰ دینے والے لوگ خود ہی زیر بحث مسئلہ میں غلط فکر اور سوچ کے حامل اور اللہ و رسول کی جانب سے دی گئی بنیادی تعلیمات سے غافل ہیں اور ان کا دیا گیا یہ فتوىٰ مبنی بر غلط ہے جس کا غلط اور خلاف کتاب و سنت ہونا اور غیر اصولی ہونا ہم آئندہ کے صفحات میں دلائل و براہین سے واضح کریں گے۔

یتیم پوتے کی محجوبیت اور محرومی ارث کا یہ فتوىٰ دراصل محض ایک گمان، قیاس، اٹکل بازی اور بے بنیاد دعوىٰ اجماع ہی ہے اس کا نہ تو شریعت الٰہی اور دین اسلام سے ہی کوئی تعلق ہے اور نہ ہی اس کی کوئی شرعی حیثیت ہے اور نہ تو اجماعی مسئلہ ہے اور نہ ہی اس کی قرآن و حدیث میں کوئی دلیل ہے۔ بلکہ یہ محض ایک غلط فہمی ہے جو لوگوں نے اپنی غلط فکر و فہم سے ایجاد کیا اور اس کو نام نہاد اجماع کے حوالے سے خوب پھیلایا ہے۔ بر صغیر ہند و پاک وغیرہ جہاں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کے پاس خود کا اپنا علم نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ دوسروں کے عقل و فہم کی تقلید و پیروی کرتے ہیں اور اکثریت و جمہور کے کہے کو پکڑ کر چلتے ہیں۔ اور اسی کو اپنا دین و مذہب بنائے ہوئے ہیں اور اسی میں وہ اپنی اخروی نجات کا یقین بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ زیر بحث مسئلہ میں بھی کچھ اسی طرح کا معاملہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت کیا عالم کیا جاہل سب کی ایک ہی رٹ ہے کہ کسی ایک بھی بیٹے کے ہوتے کوئی بھی پوتا دادا کے ترکہ میں حقدار و حصہ دار نہیں بن سکتا۔ جو کچھ بھی ہے وہ صرف اور صرف بیٹے کا ہی باقی سب محجوب و محروم الارث ہیں۔ اب لاکھ ان کے سامنے دلیل پیش کی جائے۔ لیکن وہ ﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ [سورة البقرة: ١٧١]

کے مصداق بنے رہتے ہیں۔

بر صغیر ہند و پاک وغیرہ جہاں کی اکثریت جہالت کے ساتھ ساتھ خوف آخرت بھی نہ رکھنے اور آخرت میں جوابدہی کے احساس سے عاری، محض دنیا پرستی اور ہوس مال میں مبتلا ہے سے ایسے لوگوں کے ہاتھ جب اس قسم کے فتوے لگ جاتے ہیں تو پھر تو وہ اس پر عمل کرنے کو باعث سعادت سمجھتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو جنت کی سیر کرتا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ اور فتویٰ دینے والے لوگ بھی غالبا اس قسم کے فتوے دیکر اور یتیم پوتے کی مجوبیت کو برحق ٹھہرا کر اپنے آپ کو اعلیٰ علیین کی سیر کرتے محسوس کرتے ہیں۔اور اس کو اسلامی شریعت جو کہ در حقیقت ان کی خود ساختہ شریعت ہے کی بہت بڑی خدمت تصور کرتے ہیں۔

میری تحریر ایسے کٹھ حجتیوں کے لیئے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے لیئے ہے جو اللہ کے نازل کردہ خالص دین اسلام جس کی اساس و بنیاد اور ماخذ و مرجع اور مصدر صرف اور صرف قرآن و صحیح احادیث ہے کو اپنا دین سمجھتے اور اس پر عمل کرنے کو اپنی سعادت اور اسی میں اپنی نجات آخرت سمجھتے ہیں ان کے لیئے ہے تاکہ وہ اس مسئلہ کی حقیقت و اہمیت کو سمجھیں اور اس کی نازکیت و خطرناکی کا اندازہ لگائیں کہ اس ایک مسئلہ کے چلتے ان کی ساری زندگی کی عبادت و ریاضت ملیامیٹ ہو سکتی ہے اور وہ ہمیشگی کی جہنم کے مستحق بن سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کے اندر (سورہ نساء کی آیت نمبر: ۷ تا ۱۴) میں بیان فرمایا ہے۔

یتیم پوتے کی مجوبیت کے سلسلہ میں جو یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ بیٹے کے ہوتے پوتے مجوب ہوتے ہیں یہ سلف سے لیکر خلف تک سب کا قول ہے اور یہ اجماعی فیصلہ ہے۔تو جن لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے وہ اس بات کا لحاظ کیئے بغیر اجماع کا دعویٰ کر دیتے ہیں کہ آخر اجماع کس بات پر ہے آیا ہر پوتے کے تعلق سے یہ اجماع ہے یا کسی خاص پوتے سے متعلق اجماع ہے۔ تو میں یہاں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اجماع صرف اس بات پر ہے کہ جو بیٹا زندہ ہے اس کے رہتے ہوئے اس کے بیٹے بیٹیاں یعنی پوتے پوتیاں مجوب ہیں کیونکہ بیٹے کے ہوتے ہوئے اس بیٹے کے بیٹے بیٹیاں جو کہ میت کے پوتے پوتیاں ہیں مجوب ہوتے ہیں اس پر پوری امت کا بلا لحاظ

مذہب و مسلک کلی طور پر اتفاق اور اجماع ہے جس کا نہ تو سلف میں کوئی مخالف رہا ہے اور نہ ہی خلف میں اس کا کوئی مخالف ہے۔ کیونکہ یہ اجماع قرآن و حدیث اور قیاس صحیح پر مبنی ہے۔ اور اگر کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے تو وہ حقیقت میں قرآن و حدیث کی مخالفت کرتا ہے اور حدود الٰہی سے تجاوز کرتا ہے اور غیر مومنین کی راہ پر چلتا ہے اور اس کا انجام جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہے۔

ظاہر سی بات ہے کہ لوگ اپنے اس سوال کے ذریعہ اللہ و رسول کا فیصلہ جو قرآن و حدیث میں ہے وہ جاننا چاہتے ہیں۔ تو ایک عالم و مفتی کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر اس کی بنیاد پر کوئی فیصلہ لیں و حکم لگائیں اور اللہ تعالیٰ نے وارثوں، کسی کی اولاد خاص کر یتیموں کے تعلق سے یہ فرمایا ہے کہ جو بھی فیصلہ لیا جائے اس بات کو سامنے رکھ کر لیا جائے کہ ان یتیموں کی جگہ اگر ان کی اپنی اولاد و ذریت ہوتی تو آخر ان کا کیا موقف ہوتا اس بات کو سامنے رکھ کر لوگ فیصلہ کریں اور حکم لگائیں۔ جیسا کہ سورہ نساء میں آیات میراث کے ضمن میں آیت نمبر (۹، ۱۰) میں فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾[النساء: ۹]

اور چاہئے کہ لوگ اس بات سے ڈریں کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے [ننھے ننھے] ناتواں بچے چھوڑ جاتے جن کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے، [تو ان کی چاہت کیا ہوتی] پس اللہ تعالیٰ سے ڈر کر جچی تلی بات کہا کریں۔

اور جو لوگ یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں خاص کر یتیم پوتوں کے چچا تائے تو انہیں اللہ کی یہ کھلی ہوئی دھمکی ہے فرمایا:- ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ [النساء: ۱۰]

بیشک جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہوتے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں پہنچائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد و ذریت کے حق میں خاص حکم نازل فرمایا ہے اور آفاقی وصیت نازل فرمائی ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ فَإِن كُنَّ نِسَآءٗ فَوۡقَ ٱثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۖ وَإِن كَانَتۡ وَٰحِدَةٗ فَلَهَا ٱلنِّصۡفُۚ﴾[النساء: ١١]

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اپنی اولاد کے بارے میں یہ وصیت کر رہا ہے اور حکم دے رہا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اولاد خاصکر جب وہ یتیم ہو تو اس کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرنے کی تلقین کی ہے اور ان کے اموال کو ہڑپ کر جانے والوں کو صاف طور پر جہنم میں جھونک دینے کا فرمان جاری کیا ہے۔ تو جہاں یتیموں کا مال ہڑپ کر جانے والے چچاتایوں کے لئے اللہ کی دھمکی ہے تو وہیں علماء و مفتیان کو بھی دھمکی دی گئی ہے کہ بہت سوچ سمجھ کر اور بڑی ذمہ داری کے ساتھ یتیم پوتوں کے بارے میں فتویٰ دیں۔ اگر ان کے فتوں سے کسی بھی یتیم پوتے کا ادنی سا بھی نقصان ہوا تو وہ بھی جہنم کی آگ کی لپیٹ سے بچ نہیں پائیں گے۔ پس بڑی احتیاط کے ساتھ اور آخرت کے انجام کو سامنے رکھ کر ہی کچھ کہیں ورنہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں وہ بھی جھونک دیئے جائیں گے۔

چنانچہ زیر بحث مسئلہ کے سلسلہ میں یہ دو آیات کسی عالم و مفتی کے لیئے ایک زبردست تنبیہ الٰہی ہے جس کو نظر انداز کرنا بڑا ہی خطرناک ہے کیونکہ اللہ نے یہ بھی تنبیہ کر دی ہے کہ جو لوگ اللہ و رسول کے احکام و فرامین کی مخالفت اور خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں ڈر کر رہنا چاہیئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ انہیں کسی آزمائش و فتنہ میں نہ مبتلا نہ کر دے یا انہیں دردناک عذاب پہنچے۔

برصغیر ہند و پاک میں جس شخص نے اس مسئلہ میں باقاعدہ یتیم پوتے کے حق کی مخالفت کی اور ان کے مجوب و محروم الارث ہونے کا فتویٰ دیا اور اس کو باقاعدہ اپنے رسالہ میں شائع کیا وہ

ہیں مولانا ثناء اللہ امرتسری جنہیں شیخ الاسلام اور مناظر اسلام کہا جاتا ہے اس کے بعد شیخ الحدیث کہے جانے والے عبید اللہ رحمانی مبارکپوری ہیں اس کے بعد جتنے بھی لوگوں نے بھی یتیم پوتے کے محجوب و محروم الارث ہونے کا فتویٰ دیا ہے انہیں نے ان کی نقل ہے۔

یہاں میں بطور عبرت یہ بات عرض کردینا چاہتا ہوں کہ شاید مولانا امرتسری نے اپنی تحریر و فتوے میں اللہ تعالیٰ کے ان احکام و فرامین کا لحاظ نہیں کیا۔ شاید یہی سبب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی جیسی آزمائش سے دوچار کردیا کہ انہیں انتہائی تکلیف دہ اور دردناک و اندوہناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑا ہوا یوں کہ ان کے دونوں بیٹے ان کے جیتے جی ان کی آنکھوں کے سامنے ہلاک کردیئے گئے اور ان کے یتیم پوتے ہی ان کے وارث بنے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار !

ہوا یہ تھا کہ حافظ اسلم جیراجپوری جو کہ ایک جید اہل حدیث عالم کے بیٹے اور خود بھی ایک اہل حدیث عالم تھے اور بڑے صاحب علم و قلم شخص تھے جن کی کتاب تاریخ ملت اب بھی مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں داخل ہے اور پڑھائی جاتی ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ وہ بعد میں منکر حدیث بن گئے تھے۔ انہوں نے یتیم پوتے کی محجوبیت کا انکار کیا تھا اور اسے بے بنیاد، غیر شرعی حکم کہا تھا اور اسے فقہی غلطی بتایا تھا اور اس پر قرآن و حدیث کے دلائل بھی پیش کیئے تھے اور بڑی جامع تحریر پیش کی تھی جس کو مولانا امرتسری نے سراہا بھی تھا لیکن مولانا امرتسری نے ان کے رد میں بہت ساری لا یعنی باتیں لکھیں اور یتیم پوتوں کے محجوب و محروم الارث ہونے کو شرعی حکم بتلایا اور اس کو مبنی بر کتاب و سنت اور اجماعی بتایا اور یہ فتویٰ صادر کردیا کہ وہ شرعی طور پر محجوب و محروم الارث ہیں اور انہوں نے اس تعلق سے کچھ دعوے بھی کیئے اور چیلنج بھی کردیا کہ اس کے خلاف کوئی دلیل و ثبوت نہیں پیش کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے اس دعویٰ کو صحیح ثابت کرنے کے لیئے آیت اور حدیث بھی پیش کی اور تفسیر و شرح حدیث سے اپنے موقف کو اپنے طور پر صحیح ثابت کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ اب یہ الگ بات کہ ان کی یہ کوشش کس حد تک کامیاب رہی اس کا جائزہ ہم اپنی آگے کی تحریر میں پیش کریں گے۔

مولانا امرتسری صاحب نے اپنے فتوے میں جو دلائل دیئے ہیں ان میں ایک آیت قرآنی (سورہ نساء آیت نمبر: ۷) اور اس کی تفسیر کے لیئے جس کتاب کا انتخاب کیا وہ ہے امام ابو بکر الجصاص الرازی الحنفی کی کتاب الاحکام۔ اور ایک حدیث نقل کی ہے جو امام بخاری کی صحیح بخاری ہے۔ اور یہ دونوں کتابیں ایسی ہیں جس میں باقاعدہ طور پر ان یتیم پوتوں کے بارے میں احکام بیان کیئے گئے ہیں اور کتاب الاحکام میں تو اس مسئلہ میں امام جصاص نے بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ مولانا امرتسری نے اس میں پوری بحث کو نہ پڑھ کر صرف اپنی فکر اور سوچ کے مطابق اتنی ہی بات لی ہے جو ان کے مفاد میں تھی۔ جو ان کی بھی گمراہی کا سبب بنی اور اس کے چلتے بہت سارے لوگ گمراہ ہوئے اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ اور پوری بحث کو دانستہ یا نادانستہ نظر انداز کر گئے ہیں۔ کاش کہ وہ پوری بحث پڑھ لیئے ہوتے تو وہ قطعی طور پر یہ فتویٰ نہ دیتے اور (قد ضلوا واضلو کثیرا) کا مصداق نہ بنتے۔ آگے ہم اس چیز کو واضح کریں گے ان شاء اللہ۔

سب سے قابل افسوس بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس گمراہ فکر اور سوچ کو اہل حدیث کا مسلک بتایا جس کے وہ ترجمان بنے ہوئے تھے۔ جبکہ یہ اہل حدیث کا مسلک قطعی نہیں ہے اور انہوں نے باقاعدہ طور پر اپنے اس پرچے میں چھاپا جسے انہوں نے اہل حدیث کا نام دیا ہوا تھا۔ اور اس میں وہ وہی باتیں چھاپتے تھے جو ان کے مزاج و فکر کے مطابق ہوا کرتی تھیں۔

چلتے چلتے کچھ باتیں بر سبیل تذکرہ مولانا امرتسری کے متعلق عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ جن کے متعلق مولانا عبد الجلیل سامرودی صاحب کا کہنا تھا کہ امرتسری فروع میں تو اہل حدیث ہیں البتہ اصول میں اہل حدیث نہیں ہیں۔ (تفصیلی معلومات کے لیئے دیکھئے ان کی کتاب ثنائی جرگہ)

چنانچہ جیسے حنفیہ دیوبندی و بریلوی فروع میں تو ابو حنیفہ کے مقلد ہیں البتہ عقیدہ میں اشعری، ماتریدی ہیں جو ابو حنیفہ کے بہت بعد پیدا ہوئے تھے۔ تو چونکہ مولانا امرتسری نے حنفی مدرسہ دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی تھی اس لیئے ان پر اسی عقیدہ و فکر اور علم کلام کی چھاپ تھی۔ کہنے کو تو وہ مسلک اہل حدیث کے داعی اور مبلغ تھے لیکن فروعی مسائل کی حد تک

ہی اہل حدیث تھے۔ ورنہ عقائد میں تو وہ اشعریہ، ماتریدیہ حتیٰ کہ معتزلہ و جہمیہ کے بعض عقائد کے حامل تھے۔ چنانچہ ان کی چالیس کے قریب عقائدی غلطیوں کو باقاعدہ تحریری شکل میں شاہ عبد العزیز آل سعود کے دور حکومت میں مملکت سعویہ عربیہ کی اعلیٰ شرعی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا جس کے چلتے مملکت سعویہ عربیہ کی شرعی عدالت سے ان پر کفر کا فتویٰ لگا اور یہ ساری عقائدی غلطیاں آج بھی ان کی تفسیر ثنائی میں موجود ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کی تفسیر و ترجمہ کو مملکت سعویہ عربیہ نے شائع نہ کرکے ترجمہ محمود الحسن دیوبندی اور شبیر عثمانی دیوبندی کی تفسیر شائع کی۔ اور جب اس میں بھی اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے ہٹے ہوئے اشعری و ماتریدی اور معتزلی و جہمی نیز تصوف کے عقیدے پائے گئے تو اس کی اشاعت بند کردی گئی اور پھر مولانا محمد جوناگڑھی کا ترجمہ قرآن اور صلاح الدین یوسف صاحب کی تفسیر کو شائع کیا گیا۔ واضح رہے کہ مولانا امرتسری دیوبندی مدرسہ دار العلوم کے فارغ التحصیل تھے اور منطق و فلسفہ کے ماہر تھے جس کے چلتے وہ مناظرے کیا کرتے تھے۔

یہاں یہ چند باتیں پیش کرنے سے مقصود یہ ہے کہ منجملہ فکری و عقائدی غلطیوں کہ یہ بھی ان کی ایک بہت بڑی غلطی تھی جس کے چلتے انہوں نے اس قسم کا فتویٰ دیا اور لوگوں نے اس کو اہل حدیث کا مسلک جان سمجھ اور بنا لیا۔ جب کہ ہرگز ہرگز یہ اہل حدیث کا مسلک نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے اپنی اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری میں یتیم پوتے پوتی کے حق وراثت کے الگ الگ ابواب باندھ کر اس کو واضح کردیا ہے۔

بلکہ یہ احناف کا بھی مسلک نہیں ہے جیسا کہ امام جصاص حنفی کی کتاب الاحکام سے واضح ہوتا ہے جس کا حوالہ دار العلوم دیوبند وغیرہ احناف کے ادارے بھی دیتے ہیں۔

جہاں تک یتیم پوتے کے مسئلہ کا تعلق ہے تو ان کا معاملہ عام پوتوں سے یکسر مختلف ہے کیونکہ جس طرح ان کے باپ کی عدم موجودگی میں ان کے باپ کے قائم مقام ان کا دادا ہو چکا ہوتا ہے ٹھیک اسی طریقے سے وہ اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اپنے باپ کے قائم مقام ہو چکے ہوتے ہیں اور ان کے اور ان کے دادا کے درمیان توارث قائم ہو چکا ہوتا ہے پس ان میں

حجب کیسا؟ حجب تو ان پوتوں کو لاحق ہوتا ہے جن کے باپ موجود ہوتے ہیں۔ وہ محجوب و محروم الارث نہیں ہوتے ہیں جن کے باپ موجود نہیں ہوتے ہیں۔ ان کے محجوب و محروم الارث قرار دیئے جانے کا مسئلہ صریحی طور پر کتاب و سنت کے منافی اور غیر اصولی ہے۔ یہ فریضہ الٰہی کا مسئلہ ہے جسکے بارے میں کسی نص صریح اور دلیل قاطع کا ہونا لازم ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدود الٰہی کا بھی معاملہ ہے تو اولاد کی حد بندی اللہ تعالیٰ نے خود ہی کی ہے اولاد میں ہر ایک کی علاحدہ علاحدہ حدیں ہیں۔ ہر ایک کا الگ الگ حصہ مقرر ہے ان میں کوئی بھی شخص اپنی حدوں سے نکل نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی کسی کا ایک پیسہ مار سکتا ہے ورنہ بصورت دیگر وہ جہنم کے دائمی عذاب کا مستحق بنتا ہے۔ زیر بحث مسئلہ ایک یتیم کے حق اور وارث کے حصہ اور اولاد کا مسئلہ ہے اور بڑا ہی خطرناک ہے کہ اس سے آدمی جہنم کے دائمی عذاب کا مستحق بن سکتا ہے لیکن لوگ اسکو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے ہیں باوجودیکہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ﴾...

﴿وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا﴾ ﴿وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ (الفجر: ١٧-٢٠)

یعنی تم لوگ یتیم کو کوئی مقام و مرتبہ، عزت و اہمیت ہی نہیں دیتے ہو اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جانا چاہتے ہو اور مال و دولت سے انتہا درجہ کی محبت کرتے ہو۔

چنانچہ اسکا انجام یہ بیان ہوا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾

یعنی بیشک جو لوگ کہ یتیموں کا مال ظالمانہ طور پر کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں صرف جہنم کی آگ بھر رہے ہوتے ہیں۔ اور عنقریب جہنم میں پہنچائے جائیں گے۔ [سورة النساء: ١٠]

## ترکہ و میراث کو قرآن و حدیث کے مطابق

## تقسیم کرنا فرض عین ہے:

میراث و ترکہ کی تقسیم کا پورا نظام اللہ کا نازل کردہ نظام ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾ [سورة النساء: ٣٣]

ہم نے ہر شخص کے اس مال میں جو کہ وہ اپنی موت کے بعد بحیثیت والدین وقرابتدار چھوڑ جاتا ہے نیز آپسی عقد یمین کے تحت قائم رشتہ دار کے بھی وارث وحقدار اور حصہ دار متعین کردیئے ہیں۔ پس جس کا جو بھی حق اور حصہ نکلتا ہے وہ اسے دیدو اور اللہ کو حاضر و ناظر جانو بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر وگواہ ہوتا ہے۔[النساء/۳۳]

*–* عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللهِ، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ».

*[مسلم: حديث رقم: (١٦١٥/ ٤)، أبو داؤد: حديث رقم: ٢٨٩٨، إبن ماجه: حديث رقم: ٢٧٤٠]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال (ترکہ) اہل فرائض (اللہ کے مقرر کردہ حصے داروں) کے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق تقسیم کرو، جو اہل فرائض (اللہ کے مقرر کردہ حصے داروں) سے بچ رہے تو وہ میت کے سب سے نزدیکی مرد رشتے دار کا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ترکہ و میراث کو قرآن وحدیث کے مطابق تقسیم کرنا اور ہر وارث کو اسکا حق و حصہ پورا پورا دینا واجب اور فرض ہے جس کو ادا کئے بغیر آخرت میں چھٹکارا ملنے والا نہیں ہے ورنہ بصورت دیگر آدمی جہنم کے دائمی عذاب کا مستحق ہوگا اور اگر کسی بھی وارث کا کسی بھی طور پر نقصان ہوتا ہے تو پھر خیر نہیں۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ میراث کی تقسیم اور ورثاء کی حصہ داری کو صحیح ڈھنگ سے جانا سمجھا جائے تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے اسلام نے تقسیم میراث کا ایک ایسا عادلانہ و منصفانہ نظام پیش کیا ہے جسکی کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی ہے۔

## تقسیم میراث میں اولاد کو اولیت و مرکزیت حاصل ہے:

میت کے اولین وارث اسکی اولادیں ہیں، خاص کر مذکر اولادیں میت کے بنیادی وارث ہیں۔ پھر والدین اور شوہر و بیوی ہیں اور اولاد کی عدم موجودگی میں بطور قائم مقام اولاد سگے و علاتی بھائی بہنیں ہیں اور کسی بھی وارث کے نہ ہونے پر میت کے اخیافی (ماں جائے) بھائی بہنیں وارث قرار پاتے ہیں۔ انہیں خود اللہ تعالیٰ نے متعین کئے ہیں۔ ان سب میں سب سے اہم وارث مذکر اولاد ہی ہیں پھر مونث اولادیں اس کے بعد والدین اور شوہر یا بیوی ہیں۔ چنانچہ مذکر اولادوں کو اسلام کے نظام تقسیم میراث میں مرکزی حیثیت حاصل ہے کیونکہ وہ اس شخص کی نسل کی بقاء کا ذریعہ ہیں جبکہ مونث اولادیں دوسروں کی اولاد و نسل کا ذریعہ بننے کیلئے پیدا کی گئی ہیں اسی لئے اللہ نے ان دونوں کا الگ الگ نام دیا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾[سورة الفرقان: ٥٤]

یعنی وہ وہ ذات ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا اور بلا شبہ تمہارا رب (ہر چیز پر) قدرت رکھنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اولاد کی دو قسمیں کی ہیں ایک مذکر اولاد جن کے ذریعہ نسب و نسل کا رشتہ چلتا ہے اور دوسرے مونث اولاد جن کے ذریعہ صہر و دامادی کا رشتہ چلتا ہے اور یہ دونوں رشتے اللہ کے ہی قائم کردہ ہیں اسی تناظر میں اللہ نے من حیث الاولاد بیٹے بیٹیوں کو یکساں مقام و مرتبہ عطا کیا ہے البتہ من حیث الوارث دونوں میں تھوڑا سا فرق و امتیاز رکھا ہے۔ جو فطرت انسانی کے عین موافق اور عادلانہ و منصفانہ ہے۔ پس ساری اولادوں کے حق میں یکساں طور پر حق و انصاف اور عدل و مساوات کا معاملہ کرنے کی وصیت کی اور مال کی تقسیم کا معیار متعین کیا کہ ایک مذکر کو دو مونث کے برابر حصہ دیا جائے۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ

وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [سورة النساء: ١١]

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت اور تاکیدی حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگر اس میت کی اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ وارث ہوتے ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے یہ حصے اس کی وصیت (کی تکمیل) کے بعد ہیں جو مرنے والا کر گیا ہو یا ادائے قرض کے بعد تمہارے باپ دادا پردادا وغیرہ ہوں یا تمہارے بیٹے پوتے پرپوتے وغیرہ ہوں تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں بیشک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے۔

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ [سورة النساء: ١١]

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ساری اولادوں کے بارے میں یہ وصیت اور تاکید کر رہا ہے کہ تم انکے درمیان انصاف کرو تو جو مذکر ہوں ان کیلئے دو مونث کے حصہ کے مثل حصہ ہوگا۔

یہ ایک عام حکم ہے جس میں انسان کی تمام اولادیں شامل ہیں خواہ وہ کسی طبقہ و درجہ کی ہوں مونث ہوں کہ مذکر ہر ایک کے بارے میں اللہ کی جانب سے یہ تاکیدی حکم اور وصیت الٰہی ہے۔ اور اس حکم الٰہی کے بموجب تمام کے تمام بنیادی طور پر وارث اور اس حکم الٰہی و وصیت الٰہی کے مصداق ہیں۔ جن میں سے یتیم پوتا بھی ہے اور اسی حکم الٰہی کے بموجب اللہ کے رسول ﷺ نے یتیم پوتی کو بحیثیت ایک بیٹی کے اسکی پھوپھی کیساتھ بطور صاحب فرض وارث کے

حصہ دیئے جانے کا فیصلہ دیا جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ درجہ اولی و طبقہ اولی کی اولاد کے ساتھ درجہ ثانیہ و طبقہ ثانیہ کی وہ اولاد جس کے اوپر درجہ اولی و طبقہ اولی کا وارث موجود نہ ہو (جسکے توسط سے وہ میت کا وارث ہے) تو وہ بھی میراث میں حصہ پائے گا۔

بنابریں ہم یہ بات دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ چچا کے ہوتے ہوئے بھی ایک یتیم پوتا اپنے دادا کے ترکہ میں بحیثیت صاحب فرض وارث کے حصہ پانے کا مجاز ہے جیسے پوتی اپنی پھوپھی کے ساتھ بحیثیت صاحب فرض وارث کے حقدار و حصہ دار ترکہ ہے۔ جو اللہ و رسول کے حکم اور فیصلہ نبوی کے عین مطابق ہے۔ اس سلسلہ میں چند نکات قابل غور ہیں جن پر اس مسئلہ کے تناظر میں سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جانا چاہیے۔

زیر بحث مسئلہ یعنی دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے کے حق و حصہ ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ میں سب سے پہلا اور بنیادی نکتہ جو ہے وہ یہی ہے کہ آیا بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا اپنے دادا کا بیٹا اور اس کی اولاد ہوتا ہے یا نہیں اور دادا اپنے پوتے کا والد و باپ ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے اور یقینا ہوتا ہے تو پھر دادا کے ترکہ میں پوتے کا بھی حصہ ہے اور پوتے کے ترکہ میں دادا کا بھی حصہ ہے۔ جیسا کہ نصوص کتاب و سنت اور اجماع صحابہ نیز عرف و شرع سے دادا کا باپ کی جگہ والد و باپ ہونا اور پوتے کا اولاد و بیٹا ہونا ثابت شدہ امر محکم ہے۔

## اساس و بناءاستحقاق اور نظام توریث و حجب

### استحقاق ترکہ و میراث کی اساس و بنیاد اور نظام توریث:

سب سے پہلے یہ بات جان لینی چاہیئے کہ استحقاق ترکہ و میراث کا تعلق کسی کی یتیمی، غریبی، مسکینی، بے چارگی وغیرہ سے ہرگز نہیں ہے بلکہ استحقاق ترکہ و میراث کا تعلق صرف دو چیزوں سے ہے ایک تو یہ کہ مرنے والا شخص کسی کی اولاد یا اس کے والدین میں سے ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ اقرباء میں سے ہو یعنی ازواج (شوہر یا بیوی) میں سے کوئی ہو یا بھائی بہن ہوں۔ تو اگر کوئی شرعی

رکاوٹ (جسے اصطلاح میں موانع ارث کہتے ہیں) نہ پائی جاتی ہو جیسے مرنے والا شخص یا جس کو ترکہ منتقل ہونا ہے وہ کافر و مرتد اور غیر مسلم نہ ہو، یا قاتل نہ ہو یا غیر شرعی (ناجائز و حرام) رشتہ دار نہ ہو، تو مرنے والے شخص اور اس کے وارثوں کے مابین توارث قائم اور استحقاق ثابت ہو جاتا ہے۔

پس اولاد و والدین اور اقرباء میں سے ہونا ہی استحقاق ترکہ و میراث کے لیئے بنیاد و اساس اور شرط ہے اگر کوئی مانع شرعی نہ پایا جاتا ہو۔اسی کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾[سورة النساء: ٧]

یعنی جو کچھ والدین اور اقرباء چھوڑ گئے ہوں علاحدہ علاحدہ ہر ایک کے ترکہ میں سے بطور وارث مرد و عورت جو بھی موجود ہوں ہر ایک شخص کے لئے علاحدہ علاحدہ ایک ایک حصہ ہے خواہ ترکہ کا مال کم ہو یا زیادہ نیز حصہ کی مقدار کم بنے یا زیادہ۔ کم و بیش جس مقدار میں جس کا جو بھی حصہ نکلتا ہے وہ سب کا سب اللہ کی جانب سے فرض کیا ہوا ہے جو کہ فریضہ الٰہی ہے۔

نیز فرمایا: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾ [سورة النساء: ٣٣]

ہر ایک کے لئے ہم نے موالی (وارث، حقدار، حصہ دار) بنائے ہیں، اس ترکہ کے جسے والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں۔ اور ان لوگوں کے بھی جن سے تم نے عقد یمین کیا ہو تو انہیں ان کے حصے دیدو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد و گواہ ہے۔ [۴/النساء: ۳۳]

## استحقاق ترکہ کی دو بنیادیں اولاد و والدیت اور قرابت داری:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ ترکہ والدین کا ہو یا اقرباء کا ہر ایک کے ترکہ میں اس کی اولاد و اقرباء کے لیئے ایک مقررہ حصہ ہے جو اللہ کا خود کا مقرر کیا ہوا فریضہ ہے۔ جس کے مستحقین خود ہم نے پیدا کیئے اور بنائے ہیں۔ تو جس کا جو بھی حق و حصہ نکلتا ہے وہ انہیں اللہ کا فریضہ جان کر ان کو دیدو۔ اللہ اس کی نگرانی کر رہا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ کسی شخص کا میت کے ترکہ میں استحقاق اس وقت ہی ثابت ہوتا ہے جب اس کا میت کی اولاد و ذریت میں سے ہونا ثابت ہو جائے یا والدین و اقرباء میں سے ہونا ثابت ہو جائے۔ اولاد و ذریت میں مرنے والے شخص کے بیٹے بیٹیاں اور ان کے بیٹے بیٹیاں یعنی پوتے، پوتیاں، نواسے نواسیاں اور ان کے بیٹے بیٹیاں درجہ بدرجہ نیچے تک سبھی لوگ آتے ہیں۔ خواہ وہ کتنے ہی نیچے درجہ کے ہوں اور ان دونوں آیات کے تحت جو شخص بھی مرنے والے کی اولاد و ذریت میں سے ہو خواہ کسی بھی درجہ کا ہو سب کے سب اس آیت کی بنیاد پر بفرمان الٰہی میت کے ترکہ کے مستحق بن جاتے ہیں اور ان کا استحقاق ترکہ ثابت ہو جاتا ہے اور ان کے اس استحقاق ترکہ کو دنیا کی کوئی بھی ہستی ختم نہیں کر سکتی۔ سوائے اس کے کہ وہ میت کے قاتل ہوں، یا غیر شرعی اولاد ہوں، یا کافر و مشرک اور مرتد ہوں۔ یا یہ کہ وہ کسی کے غلام ہوں۔ باقی کوئی ایسی چیز اسلامی شریعت میں نہیں ہے جو ان کے استحقاق ترکہ کو ختم کر سکے یا اس میں حاجب و مانع بن سکے۔

اسی طرح کسی مرد و عورت کے استحقاق ترکہ ثابت ہونے کے لیئے اساس و بنیاد یہ ہے کہ وہ میت کے والدین میں سے ہو یعنی ماں باپ یا جو ان کے قائم مقام ہوں یعنی ان ماں باپ کے ماں باپ درجہ بدرجہ اوپر تک۔ نیز کسی مرد و عورت کے استحقاق ترکہ ثابت ہونے کے لیئے اساس و بنیاد یہ ہے کہ وہ میت کے ازواج میں سے ہو یعنی شوہر و بیوی۔ البتہ ان کا کوئی قائم مقام نہیں ہوتا ہے۔ ان کے استحقاق ثابت ہونے کے لیئے من جملہ شرائط ارث کے ایک اضافی شرط یہ ہے کہ ان کے مابین عقد نکاح اس وقت باقی ہو جب کہ میت نے وفات پائی ہو۔ اس سلسلہ میں ایک وضاحت یہ ہے کہ اگر ان کے مابین طلاق واقع ہوئی ہو تو وہ طلاق رجعی ہو یعنی پہلی یا دوسری دفعہ طلاق دی گئی ہو اور بیوی عدت کے ایام گذار رہی ہو۔ اور اگر تیسری دفعہ کی طلاق ہو تو اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ شوہر نے مرض الموت میں تو طلاق نہیں دی ہے اگر مرض الموت میں طلاق دی گئی ہو گی تو پھر شوہر و بیوی دونوں کا ایک دوسرے کے ترکہ میں استحقاق مانا جائے گا ورنہ استحقاق نہیں مانا جائے گا۔

اوولاد و والدین اور ازواج کے بعد میت کے وارثین اور مستحقین ترکہ میں اقرباء میں سے بھائی بہن آتے ہیں جن کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم ان بھائی بہنوں کی ہے جن کے باپ ایک ہوں یعنی وہ سب کے سب ایک باپ کی اولاد ہوں خواہ ان سب کی مائیں الگ الگ ہی کیوں نہ ہوں تو ان سب کا استحقاق برابر ہوگا۔ اور ان کا استحقاق ترکہ مثل بیٹے بیٹی کے استحقاق کے ہوگا یعنی جو حق و حصہ بیٹے بیٹی کا ہوتا ہے وہی حق و حصہ ان سب کا ہوگا۔

دوسری قسم ان بھائی بہنوں کی ہے جن کا میت سے تعلق صرف ماں کے واسطے سے ہے اور وہ کسی اجنبی شخص کی اولاد میں سے ہیں یعنی میت کے باپ کی اولاد نہیں ہیں تو جب میت کے وارثوں میں سے شوہر بیوی کے سوا اور دوسرا کوئی بھی وارث نہ ہو تو انہیں میت کی ماں کا جو حصہ بنتا ہے وہ انہیں ملیگا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک ہوگا تو اسے چھٹا حصہ ملیگا اور اگر ایک سے زیادہ ہونگے تو میت کی ماں کا جو انتہائی حصہ بنتا ہے یعنی ایک تہائی حصہ تو وہ انہیں ملیگا خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بطور وارث مقرر فرمایا ہے اور مرنے والے شخص کے ترکہ کا حق دار و حصہ دار بنایا ہے جن کا استحقاق نص قرآنی سے ثابت ہے۔ ان میں سے ہر ایک صاحب فرض وارث ہے اور سبھی اہل فرائض ہیں اور ان ہی کے مابین ترکہ کی تقسیم کا حکم اللہ و رسول نے دیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ استحقاق ترکہ کی دو بنیادیں ہیں ایک اولاد و والدیت اور دوسرے قرابت داری۔ اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ وراثت کی بنا و اساس صرف قرابت داری نہیں بلکہ قرابت داری تو ثانوی چیز ہے سب سے اولین بنیاد و اساس تو میت کی اولاد و ذریت میں سے ہونا اور یہی بنیادی وارث ہیں بلکہ ترکہ و میراث کا اصل محور یہی ہیں کہ ان کے ہوتے سارے وارثین کے حصے متاثر ہوتے ہیں اور ان کا حق و حصہ ثابت و مسلم ہے انہیں کسی بھی صورت میں کسی بھی طور پر محروم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد بنیاد و اساس والدیت ہے یعنی جن کے ذریعے مرنے والے کا وجود ہوا اور جو میت کے وفات پاجانے کی صورت میں اس کی جگہ اس کی اولاد کے

والدین ہیں اس کے بعد قرابت داری کا نمبر آتا ہے جس میں سب سے نمبر ایک پر زوجیت آتی ہے یعنی شوہر و بیوی ہونا جو کہ میت کی اولاد کا ذریعہ ہیں۔
یہ تینوں بیک وقت میت کے ترکہ کے مستحق بنتے ہیں۔ اس کے بعد بقیہ اقرباء یعنی بھائی بہن وغیرہ آتے ہیں۔ اقرباء میں سے زوجین کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اولاد والدین کے ساتھ بھی مستحقین ترکہ بنتے ہیں اور بقیہ اقرباء کے ساتھ بھی مستحقین ترکہ بنتے ہیں۔

**۱۔ پہلا بنیادی نکتہ:**

## دادا حقیقی والد، باپ، اس کا ترکہ والد کا ترکہ ہے:

ایک طرف دادا اپنے یتیم پوتے کا اسی طرح والد و باپ ہے جیسے اس کے باپ کا تھا اور جیسے اس کے چچا تائے کا ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر یہی یتیم پوتا پہلے مر جاتا ہے تو اس کے باپ کی عدم موجودگی میں اس کا دادا بطور قائم مقام والد و باپ کے باپ کی جگہ والد و باپ اور وارث ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح جیسے اس کے باپ کے مرنے پر یا اس کے چچا تائے کے مرنے پر بنتا۔ چونکہ دادا اپنے یتیم پوتے کا والد و باپ ہے اس لیئے اس کا ترکہ یتیم پوتے کے والد و باپ کا ترکہ ہے جس میں اس کا اسی طرح حق و حصہ بنتا ہے جیسے اس کے چچا تائے کا بنتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اللہ کے رسول نے ایک یتیم پوتی کو اس کی پھوپھی کے ساتھ اس کے دادا کے ترکہ سے حصہ دینے کا فیصلہ دیا۔

اور یہ بات مسلمہ امر ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾

یعنی ایک ترکہ وہ جو والدین کا چھوڑا ہوا ہو اور دوسرا وہ جو اقرباء کا چھوڑا ہوا ہو چونکہ دادا بھی والد ہے اس لئے اس کا ترکہ بھی والد کا ترکہ ہے اقرباء کا ترکہ نہیں ہے۔

اس سے یہ بات صاف ہو گئی ہے کہ ترکہ صرف ایک قسم کا نہیں بلکہ اس کی دو قسمیں ہیں ایک ترکہ والدین کا اور دوسرے ترکہ اقرباء کا جیسا کہ فرمان الٰہی میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے۔ ایک ترکہ وہ جو والدین کا چھوڑا ہوا ہو اور دوسرا وہ جو اقرباء کا چھوڑا ہوا ہو۔

چونکہ دادا بھی والد ہے اس لئے اس کا ترکہ بھی والد کا ترکہ ہے اقرباء کا ترکہ نہیں ہے۔

## ترکہ کی دو قسمیں:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾[سورة النساء: ۷]

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾[سورة النساء: ۳۳]

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ترکہ کی دو الگ الگ قسموں کا ذکر کیا ہے ایک والدین کا ترکہ اور دوسرے اقرباء کا ترکہ اسی لیئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تین جگہ فرمایا:

[۱] ﴿مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ﴾ [النساء: ۷]

[۲] ﴿مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ﴾ [النساء: ۷]

[۳] ﴿مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ﴾[النساء: ۳۳]

پس فرمان باری تعالیٰ: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ (أي مَا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ مَا تَرَكَ الْأَقْرَبُونَ). میں پہلے (الْوَالِدَانِ) کا لفظ استعمال ہوا ہے پھر (الْأَقْرَبُونَ) کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے یہ واضح اور ثابت ہوا کہ استحقاق ترکہ کی بنیاد اولاد و والدین میں سے ہونا یا پھر اقرباء میں سے ہونا۔ کیونکہ ترکہ کا مال یا تو والدین کا چھوڑا ہوا ہوگا جس میں اس کی سبھی اولاد کا حق و حصہ ہوگا یا اولاد کا چھوڑا ہوا ہوگا تو جیسے اولاد والدین کی ہوتی ہے ویسے ہی اس کے اموال بھی والدین کے ہوتے ہیں۔ یا پھر ترکہ اقرباء کا ہوگا جس میں اس کے قرابت داروں کا حق و حصہ بنے گا۔ اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ ترکہ دو طرح کا ہے ایک والدین کا ترکہ دوسرے اقرباء کا ترکہ۔

کلام الٰہی: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ [سورة النساء: ۷، ۳۳] میں اللہ تعالیٰ نے دو لفظ استعمال کیا ہے جن میں پہلا لفظ ہے: ﴿الْوَالِدَانِ﴾ ہے جبکہ دوسرا لفظ: ﴿الْأَقْرَبُونَ﴾ ہے۔ ان دونوں لفظوں کے درمیان ایک حرف ہے: ﴿وَ﴾ جو حرف عطف کہلاتا ہے جو دو الگ الگ قسم کی چیزوں یا دو ذات و اشخاص کو جوڑنے کے لیئے لایا جاتا ہے۔

چنانچہ کلام الٰہی: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ کا معنی و مفہوم اور اس کی تفسیر یوں ہوئی: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ﴾ ﴿وَ﴾ ﴿مِمَّا تَرَكَ الْأَقْرَبُونَ﴾ یعنی ایک ترکہ وہ ہے جو کہ والدین نے چھوڑا اس میں سے اس کی اولاد میں سے بلا امتیاز ہر مرد عورت کا حصہ ہے اور دوسرا ترکہ وہ ہے جو اقرباء نے چھوڑا ہے جس میں میت کے قریبی رشتہ دار مردوں اور عورتوں کا حصہ ہے۔

ان آیات سے یہ بات بالکل واضح اور صاف طور پر ثابت ہو گئی کہ وراثت کی بنا صرف قرابت داری نہیں بلکہ قرابت داری تو ثانوی چیز ہے اولین بنا تو اولاد و والدیت ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد و والدین کے جو احکام آگے بیان فرمائے ہیں وہ ایک ہی آیت میں بیان فرمائے ہیں۔ اولاد کے احکام پہلے بیان کیئے پھر والدین کے احکام بیان کیئے اور آیت کے آخر میں ایک اہم اور نکتہ والی بات بیان کی ہے وہ یہ کہ اولاد و والدین سبھی یکساں طور پر مستحقین ترکہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک علاحدہ علاحدہ صاحب فرض وارث ہے۔ خاص کر باپ دادا پر دادا و غیرہ اور بیٹے پوتے پڑپوتے وغیرہ یکساں درجہ کے وارث اور مستحقین ترکہ ہیں لہذا ان میں قرابت یا قرب و بعد کی بنیاد پر کسی طرح کا کوئی فیصلہ نہیں لیا جا سکتا ہے کیونکہ تم میں سے کوئی بھی یہ بات نہیں جانتا کہ کون اقرب یعنی قریب تر ہے اور کون نہیں۔ چنانچہ دو ٹوک الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے باپ دادا پر دادا وغیرہ اور بیٹے پوتے پڑپوتے وغیرہ کے تعلق سے یہ بات واضح کر دی اور فرمادیا کہ ان کے درمیان آپس میں قرب و بعد کی بنیاد پر کوئی بھی فیصلہ نہیں لیا جا سکتا ہے۔ جو بھی فیصلہ لینا ہو گا ان کی اولاد و والدیت کو ملحوظ رکھ کر

لیا جائے گا۔ جس کی بنیاد توالد و تناسل ہو گی۔ اور توالد و تناسل کے نظام کو سامنے رکھ کر کے اسی کے مطابق ان کے مابین معاملہ کیا جائے گا۔ کلام الٰہی: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ [سورة النساء: ۷، ۳۳] میں اللہ تعالیٰ نے دو لفظ استعمال کیا ہے جن میں پہلا لفظ ہے: ﴿الْوَالِدَانِ﴾ ہے جبکہ دوسرا لفظ: ﴿الْأَقْرَبُونَ﴾ ہے۔ ان دونوں لفظوں کے درمیان ایک حرف ہے: ﴿وَ﴾ جو حرف عطف کہلاتا ہے جو دو الگ الگ قسم کی چیزوں یا دو ذات و اشخاص کو جوڑنے کے لیئے لایا جاتا ہے۔ چنانچہ کلام الٰہی: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ کا معنی و مفہوم اور اس کی تفسیر یوں ہوئی: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ﴾ ﴿وَ﴾ ﴿مِمَّا تَرَكَ الْأَقْرَبُونَ﴾ یعنی ایک ترکہ وہ ہے جو کہ والدین نے چھوڑا اس میں سے اس کی اولاد میں سے بلا امتیاز ہر مرد عورت کا حصہ ہے اور دوسرا ترکہ وہ ہے جو اقرباء نے چھوڑا ہے جس میں میت کے قریبی رشتہ دار مردوں اور عورتوں کا حصہ ہے۔

پس کلام الٰہی: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ سے معلوم ہوا کہ ترکہ دو قسم کا ہے ایک وہ ترکہ جو والدین کا چھوڑا ہوا ہو اور دوسرا ترکہ وہ ہے جو اقرباء نے چھوڑا ہوا ہو۔ پہلا ترکہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے پہلے پہل کیا ہے وہ والدین کا ترکہ ہے جس میں باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی اور ان کے اوپر کے آباء و اجداد یعنی پردادا، پردادی، پرنانا، پرنانی وغیرہ درجہ بدرجہ سبھی آتے ہیں اور ان سب کا چھوڑا ہوا مال والدین کا ترکہ ہے، اور ان کے ترکہ کے مستحق وہ تمام لوگ ہیں جن کا میت سے رشتہ و تعلق توالد و تناسل کی بنیاد پر ہو یعنی جو بھی توالد و تناسل کی بنیاد پر ان کی اولاد و ذریت میں سے ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ سبھی لوگ ان کے ترکہ میں حق و حصہ رکھتے ہیں خواہ کم یا زیادہ جو بھی ان کا حق و حصہ نکلتا ہے وہ پانے کے حقدار ہیں۔ اور یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا حصہ ہے جو فریضۂ الٰہی ہے جس کا بہر صورت دیا جانا و ادا کیا جانا واجب و فرض ہے جس کا حکم اور فرمان خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ چونکہ ترکہ دو طرح کا ہے ایک والدین کا دوسرے اقرباء کا۔ تو چونکہ دادا والدین میں سے ہے اور اس کا ترکہ والد کا ترکہ ہے اور اس کا پوتا چونکہ اس کی اولاد و ذریت میں سے ہے اس لئے اس کے ترکہ میں جس طرح اس کے بیٹے بیٹیوں کا حق و حصہ بنتا ہے ٹھیک اسی طریقہ سے اس کے پوتے پوتیوں کا بھی حق حصہ بنتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ کیا سب کو بیک وقت حصہ ملے گا یا کیسے ملے گا تو اس کا فیصلہ خود اللہ نے کر دیا ہے کہ جیسے ہم نے انہیں بنایا اور پیدا کیا ہے اور جس ترتیب سے پیدا کیا ہے اسی کے مطابق انہیں دیا جائے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ [سورة الأعراف: ٥٤]

جان لو کہ مخلوق بھی اللہ کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے اور انتہائی بابرکت ذات ہے اللہ کی جو ساری کائنات کا رب (خالق و مالک اور حاکم و شارع) ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چونکہ دو ترکہ کا ذکر کیا ہے ایک والدین کا ترکہ اور دوسرے اقرباء کا ترکہ ایک کے حقدار اولاد مرد و عورت۔ اور دوسرے کے حقدار اقرباء۔ والدین کے ترکہ کی تقسیم اس کی اولادوں کے درمیان ہو گی اور اقرباء کے ترکہ کی تقسیم اس کے قریب سے قریب تر رشتہ داروں میں کی جائے گی اس کی بھی تفصیل خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن، مجید میں ہی بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ وارث پیدا کرنے اور انہیں حقدار و حصہ دار بنانے اور ان کے حصوں کی مقدار متعین کرنے والا بذات خود وہی ہے۔

## نظام توریث و حجب کے بنیادی اصول

### بالواسطہ وارثوں کے استحقاق ترکہ کا اصول:

آیات مذکورہ بالا سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی اور یہ اصول نکلا کہ اولاد و والدین میں جو بالواسطہ وارث ہیں ان کے درمیان تقسیم ترکہ میں جس چیز کا لحاظ کیا جائے گا۔ وہ ہے واسطوں کی

موجودگی اور عدم موجودگی۔ چنانچہ حجب وتوریث کے سلسلہ میں اصول فرائض میں پہلا اصول یہی ہے کہ جو بالواسطہ وارث ہے وہ اپنے واسطے کے ہوتے محجوب ہوگا اور جب واسطہ نہیں رہے گا تو وہ وارث ہوگا۔ یہ اصول والدین اور اولاد کے سلسلہ میں بھی ہے اور ان لوگوں کے لیئے بھی ہے جو کسی واسطے کے ذریعہ میت کے وارث ہوتے ہیں۔ پس اصول فرائض کا پہلا اصول بالواسطہ وارثوں کے درمیان نافذ کیا جائے گا۔

جب کہ دوسرا اصول ہے اقرب فالاقرب جس کی بنیاد الاقربون ہے یعنی قریب سے قریب تر کا اصول جس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو میت کے بالفرض وارثوں میں سے نہیں ہیں بلکہ انہیں اس وقت کچھ ملتا ہے جب ترکہ میں سے کچھ باقی بچ رہتا ہے جنہیں عصبات کہا جاتا ہے جیسے چچا اور چچا کے بیٹے پوتے پڑپوتے وغیرہ۔ تو اقرب فالاقرب کا اصول صرف اس وقت نافذ کیا جائے گا جب باقی بچا ہوا دینے کی بات آئے گی۔ یہ دونوں الگ الگ اصول ہیں اور ہر ایک کا تعلق الگ الگ لوگوں سے ہے یعنی پہلا اصول اہل فرائض اولاد ووالدین اور اقرباء کے لیئے ہے اور دوسرا اصول ان اقرباء کے لیئے ہے جو دراصل وارث اور مستحق ترکہ نہیں ہوتے ہیں۔ البتہ باقی بچا ہوا ہونے کی صورت میں انہیں ملتا ہے اور باقی نہ بچے تو پھر انہیں کچھ بھی نہیں ملتا اور اگر کوئی مستحق ترکہ نہ ہو تو سب کا سب انہیں مل جاتا ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں چونکہ یتیم پوتا اولاد میت میں سے ہے اور میت کا ترکہ اس کے والد کا ترکہ ہے جو بالواسطہ اولاد ووالد اور بالواسطہ طور پر ایک دوسرے کے وارث ہیں اس لیئے بالواسطہ وارثوں کے تعلق سے جو بنیادی اصول ہے کہ ہر بالواسطہ وارث اپنے واسطے کے ہوتے محجوب ہوگا۔ اور اپنے واسطے کی عدم موجودگی میں وارث قرار پائے گا۔ صرف یہی ایک اصول ہی یہاں نافذ کیا جا سکتا ہے دوسرا اصول ہر گز نہیں۔ کیونکہ وہ اولاد ہے اور اولاد ہی رہے گا قریبی نہیں بن جائے گا۔ بنا بریں چونکہ یتیم پوتا اولاد میت میں سے ہے اس لیئے اس اصول کے تحت اصولی طور پر صرف اپنے واسطے

کے ہوتے ہی محجوب قرار پائے گا جو بالواسط میت کے وارثوں کی توریث وعدم توریث یعنی حجب کے سلسلہ میں بنایا گیا ہے یعنی واسطہ کا موجود ہونا حجب ہے اور نہ ہونا توریث ہے۔

پوتا پوتی، پڑپوتا پڑپوتی ہوں یا نواسے نواسیاں یا اس سے نیچے کی بالواسطہ اولادیں ہوں یا دادا، پردادا، دادی پردادی وغیرہ سب کے سب صرف اسی اصول کے تحت ہی محجوب قرار پائیں گے بصورت دیگر وارث ہونگے۔ اور جب ایک اصول کہیں نافذ کر دیا جاتا ہے تو پھر دوسرا اصول نافذ نہیں ہوتا ہے۔

یتیم پوتے کے مسئلہ میں جہاں بہت ساری غلطیاں کی جاتی ہیں وہاں سب سے بڑی اور بنیادی غلطی جو کی جاتی وہ یہی ہے کہ فرمان باری تعالیٰ میں مذکور لفظ ﴿الْوَالِدَانِ﴾ کو چھوڑ کر لفظ ﴿الْأَقْرَبُونَ﴾ سے استدلال کیا جاتا ہے جو صریحی طور پر کلام الٰہی میں لفظی و معنوی تحریف ہے اور اس سے یتیم پوتے کی محجوبیت کو درست ٹھہرانا اور اس سے یتیم پوتے کی محجوبیت کے حق میں استدلال و استنباط اور فتوے لگانا کھلے طور پر کلام الٰہی کی لفظی و معنوی تحریف کر کے کیا گیا استدلال و استنباط اور دیا گیا فتویٰ ہے جو صریحی طور پر باطل و مردود ہے جس کی کوئی دلیل اللہ نے نازل ہی نہیں کی ہے۔ یہ تو کلام الٰہی میں لفظی و معنوی تحریف کر کے من چاہا حکم لگانا اور فتویٰ دینا ہے جو یہودیوں کا طریقہ رہا ہے یہ تو مسلمان کا طریقہ و شعار ہے ہی نہیں۔ اس کو تو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب و قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ کلام الٰہی: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ [سورة النساء: ۷، ۳۳]

استحقاق ترکہ کی اساس و بنیاد اور توریث کو جان سمجھ لینے کے بعد اب ہم آتے ہیں اگلی بات کی طرف وہ یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے استحقاق ترکہ کی دو بنیادیں متعین کی ہیں ایک اولاد و والدیت اور دوسرے قرابت داری۔ تو جو بھی مسئلہ ہو گا اسی تناظر میں اس کو دیکھا جائے گا اور ایسا کرنا ہم پر واجب و فرض اور لازم و ضروری ہے۔ زیر بحث مسئلہ چونکہ اولاد و والدین کے مابین کا ہے اس لیئے اسی تناظر میں اس کو دیکھا جانا ہم پر واجب و فرض اور لازم و ضروری ہے۔

## یتیم پوتے کا بنیادی مسئلہ:

یتیم پوتے کا بنیادی مسئلہ استحقاق ترکۂ میت ہے یہ نہیں ہے کہ وہ یتیم، مسکین، مفلس، نادار، بے بس و مجبور اور بے چارہ ہے اس لیئے اس کو بطور خیرات کچھ دے دلا دیا جائے اور معاملہ ختم ہو جائے اور بس۔ جیسا کہ یتیم پوتے کے تعلق سے باور کیا کرایا جاتا ہے۔ اور لوگ بطور ہمدردی و خیر خواہی اس کی غریبی، محتاجی، مفلسی اور یتیمی وغیرہ کا لحاظ کر کے یہ مشورہ دیتے ہیں کہ دادا، نانا کو چاہیئے کہ وہ اپنے یتیم پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے حق میں وصیت کر دیں۔ اور بعض لوگ تو شریعت سازی تک کی جرأت کرتے ہوئے دادا، نانا کے اوپر اپنے یتیم پوتے، پوتیوں نواسے نواسیوں کے حق میں وصیت کر جانا واجب و فرض قرار دیتے ہیں۔ اس طرح وہ اللہ کی کی ہوئی وصیت جو اس نے اولاد کے حق میں کر رکھی ہے کا کھلے طور پر مقابلہ کرتے ہیں اور اللہ کی شارعیت و حاکمیت کو کھلا چیلنج کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ تمہاری کی ہوئی وصیت ان یتیم پوتے، پوتیوں نواسے نواسیوں کے حق میں کافی نہیں اور ان کے کسی کام کی نہیں بلکہ وہ وصیت جو دادا کریگا وہ ان کے حق میں کار گر ہوگی اور اسی سے ان کو کچھ مل سکے گا ورنہ نہیں۔ گویا اس طرح نادانستہ طور پر وہ یہ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ ہم اللہ سے بڑھ کر ان یتیم اولادوں کے ہمدرد و خیر خواہ ہیں اور اللہ سے بڑھ کر ان کا دادا با اختیار ہے کہ اللہ کی وصیت ناکافی ہے اگر ان کو کوئی وصیت کفایت کر سکتی ہے تو وہ ہے دادا کی کی ہوئی وصیت۔ جبکہ اللہ تو یہ فرما رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیئے تنہا کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے والدین کو جو وصیت کی ہے وہ ہر صاحب اولاد شخص کے لیئے ہے اور اس کی تمام اولاد و ذریت بلکہ اس کی پوری نسل کے حق میں کی ہے جو بایں الفاظ یوں مذکور ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ [سورة النساء: ١١] یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری تمام اولاد و ذریت اور پوری نسل کے بارے میں یہ وصیت کر رہا ہے، تاکیدی حکم دے رہا ہے، تم پر فریضہ عائد کر رہا

ہے نیز تم سے یہ عہد و پیمان لے رہا ہے کہ جبتک تم زندہ رہو تم اپنی تمام اولاد و ذریت، خواہ وہ بلا واسطہ ہوں یا بالواسطہ ہوں، مرد ہوں یا عورت ہوں جو کوئی بھی ہو۔ ہر ایک کے ساتھ بلا لحاظ مرد و عورت اور بلا واسطہ و بالواسطہ عدل و انصاف، برابری و مساوات کا معاملہ کرو اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور تمہاری عدم موجودگی میں ان میں سے جو مذکر (مرد) ہوں ان کے لئے ان میں کی دو مونث (عورتوں) کے حصہ کے برابر ایک مذکر (مرد) کا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے احکام ترکہ و میراث کی شروعات جہاں سے کی اور جن وارثوں کا سب سے پہلے ذکر فرمایا ہے اور جن کا حصہ مقرر فرمایا ہے وہ میت کی اولاد و ذریت ہی تو ہیں جن کا حق و حصہ مرنے والے کی زندگی میں بھی رہتا ہے اور مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ سب سے زیادہ اس کے مال کے مستحق بھی وہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیئے ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو حال اور مستقبل دونوں پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ حکم والدین کی زندگی میں بھی ہے اور ان کے مرجانے کے بعد کے لیئے بھی ہے۔ چنانچہ اس وصیت کے لیئے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ فعل مضارع کا لفظ جس کا استعمال عربی زبان و ادب میں حال اور مستقبل یعنی موجودہ و آئندہ دونوں زمانوں کے لیئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو اللہ کی یہ وصیت جو اولاد کے حق میں کی گئی ہے اس میں موجودہ اولاد و ذریت اور آنے والی آئندہ کی پوری نسل داخل ہے جس میں یتیم پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں وغیرہ سبھی اس کا مصداق ہیں۔ عربی لغت کے اندر: اس کا معنی تاکیدی حکم، وصیت اور صلہ رحمی کے ہوتا ہے چنانچہ () کی تفسیر () سے کی گئی ہے جس کا مصدر (ایصال) ہوتا ہے جس کا معنی پہنچانا اور صلہ رحمی کو مرنے کے بعد بھی باقی رکھنا اور اس تسلسل کو جاری رکھنا ہوتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد کے لیئے خود وصیت کر دی ہے اور یہ تاکید بھی کر دی ہے کہ جو بھی والدین میں سے ہو اس پر ایسا کرنا واجب و فرض ہے۔ اور اس بات کو واجب و فرض قرار دیا ہے کہ اپنی زندگی میں بھی اپنی تمام اولاد کے ساتھ عدل و انصاف کرتے رہنا اور کوئی بھی ایسا کام نہ کر جانا کہ تمہارے نہ رہنے پر تمہاری اولاد و ذریت میں سے کسی کے ساتھ بھی ادنی سی ناانصافی

ہو اور نہ ہی ان کے اوپر کسی بھی طور پر زیادتی ہونے پائے اور نہ ہی ان کی حق تلفی ہونے پائے۔ یہ اللہ کا تاکیدی حکم اور وصیت وفریضہ ہے۔ یہ بات ہمہ وقت تمہارے ملحوظ خاطر رہے۔

پس یتیم پوتے کی غریبی، محتاجی، مفلسی اور یتیمی وغیرہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی پوتا یتیم ہو اور وہ مالدار ہو جیسے اس کا باپ جو کہ مرچکا ہے مالدار رہا ہو اور اس نے ڈھیر ساری دولت، مال و متاع چھوڑا ہو۔ تو جس طرح اگر وہ زندہ رہتا تو اس کو اپنے باپ کے ترکہ سے اسی طرح حق و حصہ ملتا جیسے اس کے دیگر بھائی بہنوں کو ملتا جو کہ فریضہ الٰہی جس کا لینا ہر ایک پر واجب و فرض ہے خواہ وہ مالدار ہوں یا فقیر۔ اسی طرح ممکن ہے کہ کوئی دادا باوجودیکہ مالدار ہو اور اس کا یتیم پوتا مرجائے تو اس کا ترکہ دادا کو لینا واجب و فرض ہے چہ جائے کہ وہ مالدار ہے۔ یتیم پوتے کا بنیادی مسئلہ استحقاق ترکۂ میت ہے یہ نہیں ہے کہ وہ یتیم، مسکین، مفلس، نادار، بے بس و مجبور اور بے چارہ ہے۔ اس کی غریبی، محتاجی، مفلسی اور یتیمی وغیرہ ایک الگ مسئلہ ہے جس کا شریعت میں حل موجود ہے اور اس کے بہت سارے احکام ہیں یہاں اس سے بحث نہیں ہے۔ یہاں بحث اس بات سے ہے کہ یتیم پوتے کا اس کے دادا کے ترکہ میں حق و حصہ ہے یا نہیں؟ شرعی طور پر اس کا کوئی حق و حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ اگر بنتا ہے تو اس کی کیا دلیل ہے اور اگر نہیں بنتا ہے تو اس کی دلیل و بنیاد کیا ہے؟ اسی کا جواب لوگ چاہتے ہیں اور اسی تعلق سے لوگ فتویٰ بھی پوچھتے ہیں تو قرآن و حدیث میں بغیر غور و فکر کیئے جواب دے دیا جاتا ہے کہ چونکہ بیٹے پوتے عصبہ بالنفس ہوتے ہیں اور فرائض کا اصول یہ ہے کہ عصبہ میں جو قریب تر ہوگا وہ وارث بنے گا اور جو دور والا ہوگا وہ اپنے سے قریب تر کے ہوتے محجوب و محروم الارث ہوگا۔ اس طرح سے لوگ فتوی دیکر اپنے طور پر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے اپنی شرعی ذمہ داری پوری کر دی اب ہم اللہ کے یہاں جوابدہ نہیں رہے۔ جب کہ نادانستہ طور پر ایسے لوگ راست طور پر اللہ کے مجرم بن چکے ہوتے ہیں اور یقینا ایسے لوگ بروز قیامت اللہ کے سامنے جوابدہ ہونگے۔

ہم یہاں ایک مثال پیش کر رہے ہیں تاکہ اس سے زیر بحث مسئلہ واضح ہو سکے وہ یہ ہے کہ ابراہیم کے دو بیٹے ہیں ایک اسماعیل اور دوسرا اسحاق۔ اسماعیل کا ایک بیٹا ہے محمد۔ اور اسحاق کا

ایک بیٹا ہے یعقوب۔ ابراہیم کی زندگی میں اسماعیل کا انتقال ہو جاتا ہے اور اس کا بیٹا محمد زندہ رہتا ہے۔ اس کے بعد ابراہیم کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اب اس کے وارث کے طور پر اس کی اولاد میں ایک بیٹا اور دو پوتے محمد اور یعقوب زندہ رہتے ہیں۔ ان دو پوتوں میں ایک پوتا وہ ہے جس کا باپ اسحاق ہے جو موجود ہے اور دوسرا پوتا محمد ہے جس کا باپ اسماعیل اس کے دادا کی زندگی میں وفات پا چکا ہے جس کے سبب اسے عرف عام میں یتیم پوتا کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا یتیم پوتے محمد کا اس کے دادا ابراہیم کے ترکہ و میراث میں شرعی طور پر کوئی حق و حصہ ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم اور فیصلہ ہے؟۔ تو لوگ برجستہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یتیم پوتے محمد کا اس کے دادا ابراہیم کے ترکہ و میراث میں شرعی طور پر کوئی حق و حصہ نہیں ہے کیونکہ کسی بھی بیٹے کے ہوتے ہوئے کسی بھی پوتے کا کوئی حق و حصہ شریعت میں نہیں ہوتا ہے۔

(۱) چنانچہ اس خود ساختہ شریعت کے چلتے یتیم پوتا محمد تو محروم قرار پا گیا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ مرنے والے ابراہیم نے کروڑوں کی جائیداد اور ڈھیر سارا مال چھوڑا تھا وہ سب کا سب اسحاق کا ہو گیا اور جیسے ہی اسحاق کو یہ سارا مال ملا مارے خوشی کے اس کا ہارٹ فیل ہو گیا اور وہ مر گیا تو اس کے بعد اس کا بیٹا یعقوب اس سارے اموال و املاک کا مالک بن جاتا ہے۔

(۲) اب اگر صورت حال یوں ہو کہ اسماعیل کا انتقال ہوا اور اس کے فورا بعد ابراہیم کا انتقال ہو جاتا ہے اور ابھی دونوں کی لاش پڑی ہی تھی کہ اسحاق بھی انتقال کر جاتا ہے۔ تو خود ساختہ شریعت یہ کہتی ہے کہ سارا مال یعقوب پائے گا۔ کیونکہ اس کا باپ اپنے باپ کے مرنے تک زندہ تھا لہٰذا سارا مال یعقوب کے باپ کا ہوا جس کے بعد سارا مال یعقوب کا ہوا۔

اب کوئی بتائے تو سہی کہ آخر محمد کا کیا قصور ہے کہ اس کو اس کے دادا کی کروڑوں کی جائیداد و اموال سے پھوٹی کوڑی بھی ہاتھ نہ لگی۔ جبکہ محمد بھی ابراہیم کا اسی طرح پوتا اور اولاد و ذریت میں سے جس طرح یعقوب ہے۔ آخر کس چیز کی محمد کو سزا ملی؟ کیا محض اس بات کی کہ محمد کا باپ اسماعیل اپنے باپ ابراہیم سے پہلے مر گیا۔ جب کہ اللہ کی وصیت میں اسماعیل، اسحاق،

محمد، یعقوب سب داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے سب کو سامنے رکھ کر ہی وصیت کی تھی۔ اور ایسا لفظ استعمال کیا ہے جس کا تعلق زندگی، موت دونوں سے ہے۔ اور اسماعیل، اسحاق، محمد، یعقوب سب ابراہیم کی اولاد و ذریت ہیں۔ اور مشترکہ طور پر سب کا والد ابراہیم ہے۔

(۳) اب اگر اس مسئلہ کو یوں دیکھا جائے کہ اسماعیل کا انتقال ہوتا ہے اور وہ اپنے پیچھے کروڑوں کی جائیداد و ڈھیر سارا مال چھوڑتا ہے جس میں اس کے باپ کو چھٹا حصہ ملتا ہے اور باقی مال اس کے بیٹے محمد کو ملتا ہے پھر محمد کا انتقال ہو جاتا ہے اور اس کا اس کے دادا اور چچا کے علاوہ کوئی نہیں ہے تو دادا سارا مال پا جاتا ہے۔ اور چچا کچھ نہیں پاتا۔

(۴) اسی طریقہ سے مسئلہ یوں ہو کہ محمد کا انتقال ہوتا ہے اور وہ اپنے پیچھے کروڑوں کی جائیداد و ڈھیر سارا مال چھوڑتا ہے پھر یعقوب کا انتقال ہو جاتا ہے اور وہ بھی اپنے پیچھے کروڑوں کی جائیداد و ڈھیر سارا مال چھوڑتا ہے تو اس صورت میں دونوں کے دادا ابراہیم ہیں ایک طرف محمد کے دادا ابراہیم اور چچا اسحاق ہیں جب کہ دوسری طرف یعقوب کے دادا ابراہیم بھی ہیں اور اس کا باپ اسحاق بھی موجود ہے۔ اس صورت میں محمد کے ترکہ کا سارا مال اس کے دادا ابراہیم کو ملے گا اور چچا اسحاق کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ جبکہ یعقوب کے ترکہ کا سارا مال اس کے باپ اسحاق کو ملے گا اور دادا ابراہیم کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔

مذکورہ بالا مثالوں کو بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ پہلی دونوں صورتوں میں یتیم پوتے محمد کو اس کے دادا ابرہیم کے ترکہ سے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملتا ہے۔ جب کہ دادا کا سارا ترکہ اس کے دوسرے پوتے یعقوب کا ہو جاتا ہے۔

اور دوسری دونوں صورتوں میں یتیم پوتے محمد کا سارا ترکہ دادا ابراہیم کو ملتا ہے۔ جب کہ دوسرے پوتے یعقوب کے ترکہ سے اس کے دادا کو پھوٹی کوڑی بھی ہاتھ نہیں آتی ہے۔

تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یتیم پوتے محمد اور دوسرے پوتے یعقوب کے درمیان واضح اور بین فرق ہے وہ یہ کہ یتیم پوتے محمد اور اس کے دادا ابراہیم کے مابین حجب ختم ہو گیا ہے اور توارث قائم ہو گیا ہے۔ جس کے چلتے دادا پوتا آپس میں ایک دوسرے کے وارث

ہیں۔ چچا کا ان کے مابین کوئی دخل نہیں لہٰذا چچا کا ہونا نہ ہونا یتیم پوتے محمد اور دادا ابراہیم کے مابین توارث میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ پس یتیم پوتا اپنے چچا کے ہوتے اپنے دادا کے ترکہ میں محجوب نہیں ہے۔

جبکہ دوسرے پوتے یعقوب اور اس کے دادا ابراہیم کے مابین حجب قائم ہے جس کے چلتے اس کے دادا ابراہیم کو کچھ بھی نہیں ملتا ہے۔ پس محجوب دراصل پوتا یعقوب ہے نہ کہ یتیم پوتا محمد ہے۔ کیونکہ یتیم پوتا محمد اپنے دادا ابراہیم کے لیئے بحیثیت اولاد اور بطور بیٹے کے قائم مقام کے ہے اور اس کا دادا ابراہیم بحیثیت والد اور بطور باپ کے قائم مقام کے ہے جس کے چلتے سارا مال دادا پا جاتا ہے۔ تو انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ دادا کے مرنے پر اس کے ترکہ سے اس کے یتیم پوتے محمد کو اس کے باپ اسماعیل کی جگہ اس کا حق و حصہ دیا جائے۔

مذکورہ بالا آیات و احادیث اور اصولوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یتیم پوتا اپنے باپ کی جگہ اپنے دادا کے ترکہ میں حقدار و حصہ دار ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے والد، اولاد، باپ، بیٹے، وارث، اولاد، والدیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کے ترکہ کے مستحق ہیں۔

## محجوبیت کیا ہے؟

عام طور پر لوگ محجوب کا لفظ استعمال کرتے ہیں لیکن اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے ہیں، محجوب حجب سے بنا ہے جس کے معنی آڑ و پردہ اور رکاوٹ کے ہوتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو، محجوب اس کو کہتے ہیں جو اپنے سامنے والے کی موجودگی کی وجہ سے پردہ و آڑ میں چلا جائے اور جو چیز آڑے آتی ہے اور رکاوٹ بنتی ہے وہ حاجب ہوتی ہے اور جس کے لئے رکاوٹ بنتی ہے وہ محجوب کہلاتا ہے، مثال کے طور پر دادا، باپ اور پوتا تین شخص ہیں ان میں کا درمیانی فرد باپ ہے جو دادا اور پوتے کے بیچ میں حائل ہے اگر نیچے سے اوپر کی طرف دیکھیں تو یوں کہیں گے پہلے پوتا پھر باپ پھر دادا اور اگر اوپر سے نیچے کی طرف دیکھیں تو یوں کہیں گے پہلے باپ پھر بیٹا پھر پوتا، اس کو ایک نام سے موسوم کرتے ہیں یعنی دادا ابراہیم، بیٹا اِسحاق اور

پوتا یعقوب ہے، ان تینوں میں ابراہیم اور یعقوب محجوب ہیں اور إسحاق حاجب جب تک إسحاق موجود رہے گا تو وہ اپنے باپ ابراہیم اور اپنے بیٹے یعقوب دونوں کے لئے حاجب رہے گا یعنی وہ دونوں کے درمیان حائل رہے گا اور جس وقت وہ نہیں رہے گا تو دونوں کے درمیان کا حجب آڑ وپردہ اور رکاوٹ دور ہو جائے گی۔

اگر دادا ابراہیم پہلے مر جاتا ہے اور اسکا بیٹا إسحاق زندہ رہتا ہے تو إسحاق کا بیٹا (پوتا) یعقوب محجوب ہوگا اسی طرح اگر یعقوب پہلے مر جاتا ہے تو اسکا دادا ابراہیم محجوب ہو جائے گا اور إسحاق وارث ہوگا اپنے باپ ابراہیم کا بھی حاجب ہے اور اپنے بیٹے یعقوب کا بھی حاجب ہے لیکن اگر إسحاق زندہ نہیں رہتا ہے تو ابراہیم (دادا) اور یعقوب (پوتا) کے درمیان کا حجب، رکاوٹ، آڑ وپردہ ختم ہو جاتا ہے اور دادا ابراہیم اپنے پوتے یعقوب کا براہ راست وارث ہو جاتا ہے اور پوتا یعقوب براہ راست اپنے دادا ابراہیم کا وارث ہے اور اس کی موت کی صورت میں چونکہ یعقوب اپنے باپ إسحاق کی غیر موجودگی میں اس کے درجہ میں ہوگا اس لئے وہ اپنے باپ کے حق کا وارث ہوگا، اس طریقہ سے ابراہیم اپنے بیٹے إسحاق کی موجودگی میں یعقوب کے باپ کے درجہ میں ہوگیا، اس لئے ابراہیم اپنے بیٹے إسحاق کی غیر موجودگی میں بطور باپ یعقوب کے ترکہ میں اس حصہ کا وارث ہوگا جو یعقوب کے باپ إسحاق کا بنتا تھا، اس چیز کو سمجھ لینے کے بعد اب ہم آتے ہیں اصول حجب کی طرف جو علم فرائض کی اصولی کتابوں کے اندر مذکور ہے۔

کلامِ الٰہی: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ کا معنی و مفہوم اور اس کی تفسیر یوں ہوئی:

﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ﴾ ﴿وَ﴾ ﴿مِمَّا تَرَكَ الْأَقْرَبُونَ﴾ یعنی ایک ترکہ وہ ہے جو کہ والدین نے چھوڑا اور دوسرا ترکہ وہ ہے جو اقرباء نے چھوڑا ہے۔ چونکہ ورثاء دو قسم کے ہیں ایک اولاد ووالدین اور دوسرے اقرباء جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ تو موجودہ ترکہ یعنی دادا کا ترکہ چونکہ والد کا ترکہ ہے اور اس کے مستحقین میں ایک تو مرنے والے کے بیٹے ہیں اور دوسرے اس کے یتیم پوتے جن کے باپ وفات پا چکے ہیں اور سب کے

سب اولاد میت ہیں تو بموجب فرمان الٰہی بنیادی طور پر مرنے والے کے ترکہ میں اس کی ہر اولاد بوصیت الٰہی مستحق ترکہ ہے۔ ایسی صورت میں حجب کا وہ اصول نافذ ہوگا جو بالواسطہ وارثوں کے سلسلہ میں بنایا گیا ہے۔ حجب کے جو دو اصول مرتب کئے گئے ہیں ان میں کا پہلا اصول ان وارثوں کے تعلق سے ہے جو بالواسطہ وارث ہیں۔ یہ اصول ایک تو اولاد ووالدین کیلئے ہے دوسرے ان قرابت داروں کے لئے ہے جو بالواسطہ وارثین میت ہیں اور کسی واسطہ سے میت کے وارث بنتے ہیں، اولاد ووالدین کی توریث ہو یا اقرباء کی توریث ہو سب کا سسٹم یہ ہے کہ اس میں درجہ بدرجہ وارث ہوں گے۔ درجہ بدرجہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے بیٹا پھر اس کا بیٹا (پوتا) اور پھر اس کا بیٹا (پرپوتا) اور پھر اس سے نیچے کے بیٹے پوتے۔ اسی طریقہ سے والدین کے سلسلہ میں پہلے باپ پھر باپ کا باپ (دادا) پھر اس کا باپ (پر دادا) پھر ان کے اوپر کے ان کے باپ دادے۔

دوسرا اصول ان لوگوں کے لیئے ہے جنہیں عصبات کہا جاتا ہے جو صرف وہ حصہ پانے کے مستحق ہوتے ہیں جو اہل فرائض کو دیدینے کے بعد بچتا ہے۔ تو اس باقی بچے کے سلسلہ میں یہ اصول ہے کہ اس باقی بچے ہوئے کو دینے کے سلسلہ میں یہ دیکھا جائے گا کہ میت کا سب سے قریبی مرد کون ہے؟ اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب میت کے وارثوں میں صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں کیونکہ جب میت کے وارثوں میں صرف عورتیں ہوتی ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باقی بچا ہوا کس کو دیا جائے تو اس سلسلہ میں یہ اصول بنایا گیا ہے کہ مردوں میں جو میت کا سب سے قریبی ہو اسی کو یہ باقی بچا ہوا دیا جائے گا۔ پہلے سگا بھائی یا علاتی بھائی پھر سگا یا علاتی بھتیجہ پھر سگا چچا یا علاتی چچا پھر سگا چچازاد بھائی یا علاتی چچازاد بھائی وغیرہ۔

## حجب کا پہلا أصول:

حجب کا پہلا اصول جو بالواسطہ وارثوں کے سلسلہ میں ہے اس کے بارے میں فرائض کی مشہور کتاب سراجی جو عام طور پر مدارس کے اندر پڑھی پڑھائی جاتی ہے کے اندر یوں مذکور ہے۔ وفريق يرثون بحال ويحجبون بحال هذا مبنى على أصلين:

**أحدهما : ( هو أن كل من يدلي إلى الميت بشخص لا يرث مع وجود ذلك الشخص سوى أولاد الأم فإنهم يرثون معها لانعدام استحقاقها جميع التركة ). والثاني : ( الأقرب فالأقرب كما ذكرنا في العصبات ).** [السراجي في الميراث: ص ٢٧]

یعنی کسی وارث کے محجوب قرار پانے کی بنیاد دواصولوں پر ہے جن میں کا پہلا اصول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی میت سے قربت کسی دوسرے شخص کے واسطے سے رکھتا ہے تو اس کے محجوب اور وارث ہونے کے لئے اصول یہ ہے کہ جب وہ شخص جو کہ اپنے بعد والے کے لئے واسطہ ہے موجود رہے گا تو اس کی موجودگی کی وجہ سے اس کے بعد والا محجوب اور محروم الارث قرار پائے گا کیونکہ اس کی موجودگی میں وہ میراث وترکہ میں سے حصہ نہیں پائے گا سوائے ماں جائی اولاد (اخیافی بھائی بہن) کے کیونکہ وہ ماں کے ہوتے ہوئے بھی اس کے ساتھ وارث ہوں گے اس لئے کہ وہ تمام ترکہ کے مستحق نہیں ہوتے ہیں، اسی کے برعکس اگر وہ شخص موجود نہیں رہتا ہے جو کہ اپنے بعد والے کے لئے واسطہ ہے تو اس کے بعد والا اس کی عدم موجودگی میں وارث ہوگا اس کو مثال سے یوں سمجھئے: ابو بکر کے دو بیٹے ہیں عمر اور بشیر اور ان دونوں میں سے عمر کے تین بیٹے (زاہد، خالد، راشد) ہیں اور بشیر کے ایک ہی بیٹا (انیس) ہے ابو بکر کی زندگی میں ہی عمر کا انتقال ہو جاتا ہے ایسی صورت میں اس کے تینوں بیٹے اس کے درجہ میں آجائیں گے اور ابو بکر (دادا) اور عمر کے تینوں بیٹوں (یتیم پوتوں) کے درمیان کا حجب ختم ہو جائے گا اور دونوں ایک دوسرے کے براہ راست وارث ہوں گے کیونکہ جو واسطہ (عمر) ان دونوں (دادا اور یتیم پوتوں) کے درمیان تھا اور دونوں کے لئے حجب، رکاوٹ اور آڑ تھا وہ اب نہیں رہا اس لئے ان یتیم پوتوں میں سے کسی ایک کے پہلے مر جانے کی صورت میں اس کا وارث براہ راست باپ کے قائم مقام دادا ہوگا اور اگر دادا پہلے مر جاتا ہے تو یہ یتیم پوتے اپنے باپ کے قائم مقام کے طور پر دادا کے ترکہ میں سے اپنے باپ کے حق کے وارث اور حقدار ہیں۔

اسی کے برخلاف چونکہ ابو بکر کی موت کے وقت بشیر زندہ رہا اسلئے وہی وارث ہوگا اور اس کا بیٹا محجوب ہوگا کیونکہ بشیر اپنے بیٹے کے لئے واسطہ ہے اور وہ موجود ہے لہٰذا اس کا بیٹا اپنے واسطہ

کی موجودگی میں محجوب ہوگا، اور چونکہ بشیر کا بیٹا اپنے باپ کے توسط سے ہی ابو بکر کی اولاد وارث ہے لہٰذا بشیر کی موجودگی اس کے بیٹے کو محجوب کر دے گی، اسی طرح اگر بشیر کا بیٹا پہلے مر جائے تو بشیر وارث ہوگا اور بشیر کا باپ یعنی میت کا دادا (ابو بکر) محجوب ہوگا۔

اس طریقہ سے اصولی طور پر بھی یتیم پوتا اپنے باپ کی عدم موجودگی میں چونکہ اپنے باپ کے درجہ میں آجاتا ہے پس بطور اس کے وارث اور قائم مقام کے دادا کے ترکہ میں اپنے باپ کے حصے کا وارث اور حقدار ہے، محجوب نہیں ہے اس لئے اس کو محجوب قرار دے کر اس کے باپ کے حق سے محروم کرنا صریحی طور پر ظلم اور اس کی حق تلفی اور موجب جہنم عمل ہے۔

## حجب کا دوسرا اصول

حجب کا دوسرا اصول جو اقرباء کے سلسلہ میں ہے وہ یوں ہے:

**والثاني: (الأقرب فالأقرب كما ذكرنا في العصبات).** [السراجي في الميراث: ص ۲۷]

یعنی دوسرا اصول جس کی بنیاد پر کوئی وارث محجوب ہونے کی وجہ سے میراث میں سے حصہ پانے سے محروم رہ جاتا ہے۔ وہ ہے قریب سے قریب تر کا اصول۔ یعنی جو قریب تر ہوگا وہ وارث ہوگا اور جو اس سے دور کا رشتہ دار ہوگا وہ محجوب و محروم الارث ہوگا۔

اس دوسرے اِصول کی بنیاد قریب سے قریب ہونا ہے۔ تو اصولی طور پر جو سب سے زیادہ قریبی ہوگا وہی وارث ہوگا اور جو اس سے کم قربت رکھتا ہوگا وہ محجوب اور محروم الارث رہ جائے گا۔

صاحب سراجی کہتے ہیں کہ کون قریبی ہے اور کون دور کا ہے اس کا تذکرہ ہم نے عصبات کی بحث میں کیا ہے۔

اس اصول کو ہم ایک مثال کے ذریعہ واضح کریں گے اس سے پہلے یہاں ہم یہ بات پھر دہرانا چاہتے ہیں کہ اولاد خواہ مذکر ہو یا مؤنث اللہ ورسول کے فرمان کے تحت عصبہ نہیں بلکہ سب کے سب اہل فرائض میں سے ہیں لہٰذا ان پر عصبات کا اصول نافذ ہی نہیں کیا جا سکتا ان پر جو اصول نافذ ہو سکتا ہے وہ صرف اور صرف پہلا اصول ہی ہے۔

## یتیم پوتے کے تعلق سے اصول حجب کی بنیادی غلطی:

یتیم پوتوں کے مسئلہ میں سب سے بڑی اور بنیادی غلطی جو کی جاری رہی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر بیٹوں اور یتیم پوتوں کو عصبہ قرار دیتے ہیں اور ان پر عصبات کا جو دوسرا اصول ہے اس کا اطلاق بلا سوچ سمجھے کر دیتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے وراثت کی بنیاد صرف اور صرف قرابت داری قرار دے رکھی ہے جبکہ وراثت کی پہلی بنیاد اولاد ہونا ہے اور قرابت داری ثانوی چیز ہے اور اس بات کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ یتیم پوتے میت کی بالواسطہ اولاد ہیں تو اصولی طور پر وہ پہلے اصول کی بنیاد پر میت کے وارث ٹھہرتے ہیں۔ لیکن ان پر ظلم یہ کیا جاتا ہے کہ ان پر پہلے اصول کے بجائے دوسرے اصول کا نفاذ کر کے وارث کے بجائے محجوب و محروم الارث قرار دیا جاتا ہے۔ اور دوسرا اصول جس میں قرابت داری کو ملحوظ رکھا گیا ہے جب کہ قرابت داری ثانوی چیز ہے یہ اصول ایک اضطراری صورت کے لیئے ہے جس کا اطلاق صرف ان لوگوں پر کیا جائے گا جو حقیقت میں میت کے وارث نہیں ہیں البتہ باقی بچا ہوا پانے کے مستحق ہیں جنہیں اصطلاح میں عصبات کہا جاتا ہے۔ چونکہ غلط طور پر بیٹوں، پوتوں وغیرہ کو عصبات قرار دیا گیا جس کے چلتے عصبات کا اصول ان پر نافذ کیا جاتا ہے اور کسی بھی بیٹے کے ہونے کی صورت میں کسی بھی پوتے کو محجوب و محروم الارث قرار دے دیا جاتا ہے۔ نتیجے کے طور پر بیچارہ یتیم پوتا اپنے دادا کے ترکہ و میراث سے محروم ہو جاتا ہے جبکہ شرعی طور پر وہ مستحق ترکہ ہوتا ہے۔ یتیم پوتے پر حجب کے دوسرے اصول کا اطلاق قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ بیٹے پوتے وغیرہ ترکہ کا باقی بچا ہوا پانے کے مستحق مصطلحہ عصبات نہیں ہیں کہ اگر ترکہ کا کچھ حصہ بچا تو انہیں ملے گا ورنہ نہیں ملے گا بلکہ وہ تو اولین صاحب فرض وارث اور شرعی طور پر اہل فرائض میں سے ہیں جن کا حق و حصہ سب سے اوپر ہے اور جن کے حصے کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بیان کیا ہے اور سب سے اوپر رکھا ہے۔ انہیں بعد میں جو باقی بچا ہوا حصہ ملتا ہے وہ اس لیئے ملتا ہے کہ اگر انہیں پہلے دے دیا جائے گا تو ترکہ میں سے کچھ بچے گا ہی نہیں کہ دوسرے اہل فرائض پا سکیں اس لئے اصول یہ بنایا گیا ہے کہ ان لوگوں کو جن کے حصے محدود

ہیں ان کے حصے پہلے دے دیئے جائیں پھر جو باقی بچ رہے وہ ان کا حصہ ہوگا۔ لیکن فقہاء نے انہیں مصطلحہ عصبات قرار دے دیا تاکہ حسابی اصول کے تحت تقسیم ترکہ میں آسانی ہو۔ یہ کوئی شرعی اصول و اصطلاح نہیں ہے بلکہ یہ محض حسابی و فقہی اصول و اصطلاح ہے۔ جو محض تقسیم ترکہ میں حساب کی آسانی کی خاطر بنایا گیا ہے۔ یہاں یہ بات انتہائی اہم اور قابل غور نکتہ ہے جس کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے تاکہ زیر بحث مسئلہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

میت کی اولادیں ہی اس کی اصل اور بنیادی وارث ہیں کہ جن کی وجہ سے سارے ورثاء کے حقوق و حصے متاثر ہوتے ہیں اس کے برعکس کسی قرابت دار کی وجہ سے اولاد کے حقوق متاثر نہیں ہوتے، اور اولاد و اقربا میں تمیز نہیں کی جاتی ہے اور نہ ہی حجب کے دونوں اصولوں میں تفریق کی جاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن کے اندر والدین کے ترکے کا الگ ذکر کیا اور اقربا کے ترکہ کا الگ ذکر کیا ہے، اور اس کے وارثوں کے الگ الگ اصول استحقاق مرتب کیے ہیں جس کے تحت یہ دونوں فقہی اصول مرتب کئے گئے ہیں، جب یتیم پوتے اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اپنے باپ کے درجہ میں ہو جاتے ہیں اور بطور ان کے قائم مقام کے ہوکر اپنے چچا کے برابر کی حیثیت کے ہو جاتے ہیں، تو جو قربت ان کے دادا اور چچا کے درمیان کی ہے وہی قربت ان یتیم پوتوں اور ان کے دادا کے درمیان قائم مقام ہو جاتی ہے، اگر یہ یتیم پوتے دادا سے پہلے مر جائیں تو ان کا وارث دادا ہی ہوگا لیکن اسی کے برعکس اگر پوتے سے پہلے دادا مر جاتا ہے تو لوگ ان یتیم پوتوں کو مجوب و محروم الارث قرار دے دیتے ہیں جو شرعاً وعقلاً اور اصولاً وعدلاً ہر طرح سے غلط ہے اس لئے یتیم پوتوں اور ان کے چچا کے درمیان مزید قربت کی تلاش صریحی طور پر ناانصافی، ظلم اور بددیانتی ہے، جس پر یہ کلام الٰہی کامل طور پر صادق آتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾

[سورة النساء: ١٠] بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ظالمانہ طور پر ہڑپ کر کھا جاتے ہیں وہ یقینا اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ کھا رہے ہوتے ہیں اور عنقریب وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ لوگ ظالمانہ طور پر یتیم پوتوں کو محروم الارث قرار دینے کے لئے حجب کے دونوں

اصولوں کو ان یتیم پوتوں پر نافذ کر دیتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں ان کے چچا کو اقرب مان کر انھیں محجوب قرار دیتے ہیں اور ان کے باپ کے حق اور حصے سے محروم کر دیتے ہیں جو صریحی طور پر ظلم اور ناانصافی اور ان کی حق تلفی ہے، اس طریقہ سے ان کے مال کو ہڑپ کر جانا موجب جہنم ہے، یہ بات متفق اور مجمع علیہ ہے اور اس بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ یتیم پوتا اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اپنے باپ کے درجہ میں ہو جاتا ہے اور اپنے باپ کا قائم مقام ہو کر اپنے دادا کے بیٹے کی طرح ہو جاتا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جیسے کسی بیٹے کی وفات کی صورت میں باپ اپنے اس بیٹے کے ترکہ کا حقدار ہوتا ہے ٹھیک اسی طریقہ سے یتیم پوتے کی وفات ہو جانے کی صورت میں اس کا دادا اس کے ترکہ کا حقدار ہوتا ہے۔ مثلاً زید کے دو بیٹے ہیں ایک بکر دوسرا عمر، بکر اپنے باپ کی زندگی میں وفات پا جاتا ہے اور اپنے پیچھے ایک بیٹا خالد چھوڑ جاتا ہے۔ تو جس طرح عمر کی وفات ہو جانے کی صورت میں زید بحیثیت والد و باپ کے عمر کا وارث بنتا ہے ٹھیک اسی طریقہ سے خالد کے وفات پا جانے کی صورت میں زید بحیثیت والد و باپ کے خالد کا وارث بنتا ہے۔ اس طرح خالد اور اس کا چچا عمر بحیثیت اولاد و وارث یکساں درجہ رکھتے ہیں اور خالد کے باپ کے نہ رہنے پر اس کا دادا زید اس کے باپ کی جگہ لے چکا ہے اور خالد اپنے کے باپ کے نہ رہنے کی صورت میں اپنے باپ کی جگہ لے چکا ہے۔ اس طرح خالد اور اس کا چچا عمر بحیثیت اولاد و وارث یکساں درجہ میں ہو گئے ہیں۔ جس طرح چچا عمر خالد اور اس کے دادا زید کے مابین توریث کے سلسلہ میں واسطہ نہیں ہے اسی طرح حجب میں بھی وہ حاجب نہیں بن سکتا ہے۔ پس چچا تائے کسی یتیم پوتے کے لیئے حاجب نہیں ہو سکتے اور کسی بھی چچا تائے کے ہوتے یتیم پوتے محجوب و محروم الارث نہیں کیئے جا سکتے نہ تو شرعاً، نہ عقلاً اور نہ ہی اصولاً۔

پس ایسی صورت میں آخر اس یتیم پوتے اور اس کے چچا کے درمیان تفریق اور ان دونوں کے درمیان مزید قربت تلاش کئے جانے کا کیا معنیٰ؟ اس کیلئے اللہ و رسول کی جانب سے کون سی دلیل ہے؟ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ؟ [سورة الأنبياء: ٥]

جو لوگ چچا تائے کے چلتے یتیم پوتے کو محجوب و محروم الارث قرار دیتے ہیں انہیں قرآن وسنت سے صریح وواضح دلیلیں پیش کرنا چاہیئے، تا قیامت کوئی بھی شخص ایسا نہیں کر سکتا ہے۔

جہاں تک الاقرب فالاقرب کا تعلق ہے تو اس کو اس مثال سے یوں سمجھئے کہ میت کا ایک سگا چچا ہے اور دوسرا سوتیلا (علاتی) چچا دونوں اپنے باپ کے واسطے سے میت کے وارث تو ہیں لیکن ان دونوں کے درمیان قربت کا لحاظ ہوگا تو ان دونوں میں جو سب سے قریبی ہے وہی وارث ہوگا اور جس کی قربت کم ہوگی وہ محجوب اور محروم الارث ہوگا۔ چونکہ سوتیلے چچا کے مقابلہ میں سگا چچا زیادہ قریبی ہے میت کی قربت اس کے سوتیلے چچا کی صرف باپ کے واسطے سے ہے جبکہ میت کے سگے چچا کی اس سے قربت باپ اور ماں دونوں کے واسطے سے ہے اس لئے سگا چچا اقرب ہونے کی بناء پر اقرب فالاقرب کے اصول کے تحت جو باقی بچا ہوا مال ہے وہ پا جائے گا اور سوتیلا چچا محجوب ہو جائے گا۔

احکام المواریث علی المذاہب الاربعۃ کے ص ۱۱۳-۱۱۴ پر حجب کا پہلا اصول یوں مذکور ہے:

(القاعدة المستمرة ان كل من يدلي الى الميت بواسطةٍ فإن هذه الواسطة تحجبه عن الميراث حجب حرمان).

یعنی قاعدہ جاریہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی دوسرے شخص کے واسطے سے میت کا قریبی ہوتا ہے تو اس شخص کو اس کے واسطے کی موجودگی سے ہی میت کی میراث میں سے حصہ پانے سے محروم رکھا جائیگا کیونکہ وہ واسطہ ہی اس کو میت کی میراث سے محجوب کرے گا، اور وہ کلی طور پر میراث سے محروم ہو جائے گا۔ وہ کسی ایسے شخص کی موجودگی سے محجوب اور محروم الارث نہیں ہوگا، جو اس کا واسطہ نہیں ہے۔

بنابریں کوئی یتیم پوتا صرف اپنے باپ کی موجودگی میں ہی محجوب اور محروم الارث ہوگا اور اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اپنے چچا کی وجہ سے محجوب نہیں ہوگا کیونکہ اس کا چچا اس کے لئے واسطہ ہے ہی نہیں۔ اس کا واسطہ تو صرف اور صرف اس کا باپ ہی ہے دوسرا کوئی نہیں تو جو واسطہ ہے ہی نہیں وہ حاجب کیسے بن سکتا ہے؟

## واسطہ کون باپ یا چچا ؟

بالواسطہ وارثوں کے تعلق سے زیر بحث مسئلہ میں سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر واسطہ کون ہے ؟ پوتے کا باپ اس کا واسطہ ہے یا اس کا چچا تایا واسطہ ہے ؟ تو جو واسطہ ہوگا وہی اس کا حاجب ہوگا۔ اس سلسلہ میں ہمارے سامنے اللہ کا ایک فرمان موجود ہے جو اس بات کا تعین کرتا ہے کہ کون واسطہ ہے تو جو واسطہ ہے وہی حاجب بھی بنے گا۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾ [هود: ٧١]

ابراہیم کی بیوی کھڑی ہوئی تھی تو ہم نے اسے خوشخبری دی کہ اس کے ایک بیٹا ہوگا جس کا نام اسحاق ہوگا اور اسحاق کے بعد ایک اور بیٹا پیدا ہوگا جو اسحاق کے پیچھے اس کے بعد ایک اور بیٹا پیدا ہوگا جو اسحاق کا بیٹا ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا تو اسحاق کے پیچھے اس کا بیٹا یعقوب پیدا ہوگا۔

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے : ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ﴾ [سورة الأحزاب: ٥]

یعنی انہیں ان کے آباء (باپ دادوں کے واسطوں) سے پکارو اللہ کے نزدیک یہی قابل انصاف بات ہے۔ اور اگر تم ان کے باپ دادوں کو نہیں جانتے تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی اور ماتحت ہیں۔

اس فرمان باری تعالیٰ سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ ہر بیٹے بیٹی کے پیچھے اس کے بیٹے بیٹیاں ہیں جو ان کے واسطے سے میت کے بیٹے بیٹیاں اور وارث ہیں تو ان کے رہتے بھی وہ اولاد ہیں اور ان کے بعد بھی اولاد ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور ان کی بیوی کو اولاد کی جو خوشخبری دی تھی اس میں ایک تو ان کا بیٹا اسحاق تھا اور دوسرا بیٹا یعقوب تھا جو اسحاق کا بیٹا تھا اور اسحاق کے واسطے سے اپنے دادا ابراہیم کی اولاد اور ان کا بیٹا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ اولاد کی اولاد بھی اولاد ہی ہوتی ہے اور اولاد حقیقی ہی ہوتی ہے مجازی نہیں ہوتی ہے۔

یہیں سے ایک اصول یہ بھی نکلا کہ بالواسطہ اولاد کے درمیان تقسیم میں جس چیز کا لحاظ کیا جائے گا۔ وہ ہے ان کے واسطوں کی موجودگی اور عدم موجودگی۔ واسطہ صرف اور صرف والدین دو طرفہ طور پر ہوتے ہیں یعنی ایک طرف اپنے بیٹے بیٹیوں کے لیئے واسطہ ہوتے ہیں تو دوسری طرف اپنے ماں باپ کے لیئے بھی واسطہ ہوتے ہیں۔ یعنی جب تک آدمی خود موجود رہتا ہے وہ اپنے والدین کے لیئے بھی حاجب ہوتا ہے اور اپنی اولاد کے لیئے بھی حاجب ہوتا ہے اور جب وہ اس دینا سے رخصت ہوجاتا ہے تو اس کی عدم موجودگی میں اس کے والدین اور اولاد کے درمیان کا حجب ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دونوں کے درمیان حجب و توریث کے سلسلہ میں اصول فرائض میں پہلا اصول یہی ہے کہ جو بالواسطہ وارث ہے وہ اپنے واسطے کے ہوتے محجوب ہوگا اور جب واسطہ نہیں رہے گا تو وہ وارث ہوگا۔ یہ اصول والدین و اولاد اور اقرباء میں سے جو بھی باواسطہ وارث ہیں ان سب کے درمیان نافذ ہوگا۔ خواہ وہ والدین یعنی ماں باپ، دادادادی پردادا پردادی نانی پرنانی وغیرہ ہوں یا اولاد یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، پڑپوتی، پڑپوتا، نواسہ نواسی، پڑنواسہ پڑنواسی وغیرہ ہوں یا بھائی بہن وان کے بیٹے بیٹیاں اور ان کے بیٹے بیٹیاں وغیرہ ہوں۔ چنانچہ بالواسطہ اولاد واقرباء وارثوں کے تعلق سے یہ بنیادی اصول ہے کہ ہر بالواسطہ وارث اپنے واسطے کے ہوتے محجوب ہوگا۔ اور اپنے واسطے کی عدم موجودگی میں وارث قرار پائے گا۔ بنابریں اولاد میں پوتا پوتی، پڑپوتاپڑپوتی ہوں یا نواسے نواسیاں یا اس سے نیچے کی بالواسطہ اولادیں سب کے سب صرف اسی اصول کے تحت ہی محجوب قرار پائیں گے بصورت دگر وارث ہونگے۔

چنانچہ واسطوں کی تعیین یوں کی گئی ہے۔ جیسا کہ **احکام المواریث علی المذاهب الاربعة** کے ص ۱۱۳،۱۱۴ پر حجب کے تعلق سے یوں مذکور ہے:

**(ان كل من كان أبعد درجة فإنه يدلي إلى الميت بواسطة الأقرب ممن في طريقه) [ایضاً]**

یہ کہ ہر وہ شخص جو درجہ میں بعد کا ہو تو یقینی طور پر وہ کسی ایسے شخص کے واسطے سے ہی میت کا قریبی ہوگا جو میت سے اس کے مقابلے میں زیادہ قریبی ہوگا۔ جس کے توسط سے بعد والا شخص میت سے قربت رکھتا ہوگا۔ پس جس شخص کے توسط سے بعد والا شخص میت سے قربت رکھتا

ہو گا وہی اس کا واسطہ ہو گا جو اس سے زیادہ میت کا قریبی ہو جو اس کے اور میت کے درمیان اس کے راستے میں ہو یعنی جس راستے سے اس کا وجود ہوا ہے اور ان کے اور میت کے درمیان قربت ہوئی ہے وہی راستہ اور وہی شخص ہی اس کا واسطہ ہے پس اس واسطہ کی موجودگی میں ہی وہ شخص مجوب ہوگا اور غیر موجودگی میں وارث ہو گا۔

اس اصول کے تحت پوتا صرف اپنے باپ کی موجودگی میں ہی مجوب ہے جو اس کے اور اس کے دادا کے مابین دو طرفہ طور پر واسطہ ہے یعنی پوتے کا باپ اس پوتے اور اس کے دادا کے مابین واسطہ اور حاجب ہے اور دادا پوتے کے مابین واسطہ و حاجب ہے پس اگر پوتے کا باپ مر جائے اور وہ یتیم ہو جائے تو اپنے باپ کی عدم موجودگی میں وہ پوتا اپنے داد کا وارث ہے۔ جس طرح اس کا دادا اس کے باپ کی عدم وجودگی میں اس پوتے کا وارث ہوتا ہے لہٰذا پوتا اپنے چچا تائے کی وجہ سے ہر گز ہر گز مجوب نہیں ہو سکتا کیونکہ یتیم پوتا اور اس کے دادا کے درمیان نسلی تسلسل کا جو راستہ و واسطہ ہے وہ صرف اور صرف اسکا باپ ہی ہے اس کا چچا نہیں پس ثابت ہوا کہ کوئی پوتا صرف اپنے باپ کے رہتے ہی مجوب اور محروم الارث ہوگا اور اپنے باپ کے نہ رہنے پر اپنے چچا کے رہتے وارث وحقدار ہو گا چچا کی وجہ سے مجوب نہیں ہو گا۔

لہٰذا یتیم پوتا اپنے چچا کے ہوتے ہوئے بھی اپنے دادا کے ترکہ میں سے اپنے باپ کے حصے کا وارث اور حقدار ہے کتاب وسنت کی بنیاد پر بھی اور اصولی طور پر بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ [سورة النساء: ١١] کے تحت اولاد کے سلسلہ میں جو وصیت کی ہے اس وصیت الٰہی میں یقینی طور پر یتیم پوتا بھی شامل ہے اور اللہ کے رسول نے جب بیٹی کے ساتھ پوتی کو ایک بیٹی کی حیثیت میں حصہ دینے کا جو فیصلہ دیا ہے تو پوتا جو کہ پوتی کے مقابلہ میں اولیٰ واحق ہے (اپنے چچا کے ساتھ ) اپنے باپ کے حصے کا حقدار کیوں نہیں ہو گا؟ اس کی دلیل کیا ہے؟ جو شخص انھیں مجوب اور محروم الارث قرار دے کر ان کے باپ کا وہ حصہ جو ان کے دادا کے ترکہ میں بنتا ہے نہیں دیتا ہے، اسے ایسا کرنے سے پہلے سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۰،۹ کو خوب غور سے پڑھ کر اور سمجھ کر پھر یہ اقدام کرنا چاہئے جس کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

اور جو شخص ان کے محجوب ہونے اور محروم الارث ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کو یہ چیلنج ہے کہ وہ کتاب وسنت سے کوئی ایسی واضح اور صریح دلیل پیش کرے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ رسول اللہ نے کسی ایسے پوتے کو جو یتیم رہا ہو اس کے چچا کے ہوتے اسے محجوب قرار دے کر محروم الارث کیا ہو؟ اور شرط یہ ہے کہ وہ اس پائے کی ہو جو اللہ ورسول کے اس فیصلے جیسی ہو جس میں آپ نے یتیم پوتی کو اس کی پھوپھی کے ساتھ بیٹی کے مشترکہ حصے کی مقدار میں سے حصہ دلایا جو صحیحین وغیرہ کی روایت ہے اس سلسلہ میں اجازت ہے کہ پورے ذخیرہ احادیث کو کھنگال ڈالا جائے اگر ایسا نہیں کر پاتے اور انشاء اللہ العزیز تا قیامت ایسا ہر گز نہیں کر پائیں گے تو ایسے شخص کے لئے یہ حکم الٰہی ہے: (فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْاالنَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ) (سورہ بقرہ/۲۴)

## [اہل فرائض یا أصحاب الفرائض]
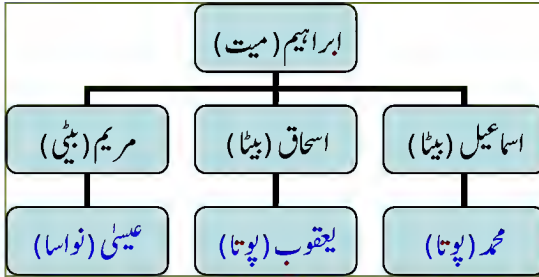
## اہل فرائض کون لوگ ہیں؟

بنیادی طور پر وہ سبھی لوگ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں کیا ہے وہ صاحب فرض وارث اور اہل فرائض میں سے ہیں جن کا حق و حصہ دیا جانا واجب و فرض ہے اور

جس کا انکار کفر ہے کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے مقرر کئے ہوئے وارث کا حق و حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بذات خود اس کے حق میں فرض کیا ہوا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾[سورة النساء: ٧]

چنانچہ اس آیت کے موجب ہر وہ مرد و عورت جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بطور وارث اپنی کتاب میں فرمایا ہے جیسے اولاد یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، پڑپوتا پڑپوتی، نواسہ نواسی وغیرہ، والدین جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانی وغیرہ، شوہر بیوی، تمام طرح کے بھائی بہن سب کے سب اللہ کے مقرر کیئے ہوئے فریضہ کے مستحق صاحب فرض وارث یعنی اہل فرائض یا اصحاب فرائض ہیں۔ اولاد میں خاص کر باپ، دادا، پردادا اور بیٹے، پوتے پڑپوتے وغیرہ بھی اہل فرائض و اصحاب فرائض میں سے ہیں جیسا کہ درج ذیل میں فرمایا: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ .. آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ﴾[سورة النساء: ١١]

یعنی اولاد کے بارے میں تمہیں اللہ وصیت کر رہا ہے خاص حکم دے رہا ہے... خاص کر باپ، دادا، پردادا اور بیٹے، پوتے پڑپوتے وغیرہ تو تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون تمہارا زیادہ قریبی، زیادہ نفع بخش ہے ان سبھی کے حصے علاحدہ علاحدہ فریضۂ الٰہی ہیں پس وہ سبھی لوگ اہل فرائض و اصحاب فرائض میں سے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ بیٹے پوتے، پڑپوتے وغیرہ سب کے سب اہل فرائض میں سے ہیں۔ اور ان کے حصے انہیں سونپ دیئے جانے کا حکم اللہ کے رسول نے درج ذیل حدیث میں دیا ہے چنانچہ اللہ کے رسول فرماتے ہیں:

*-* عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «أَلْحِقُوا الفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ». [صحيح بخاري: ٦٧٣٢، ٦٧٣٥، ٦٧٤٦، ٦٧٤٦ – مسلم: ١٦١٥ – بخاري مع الفتح ١٢/ ١١]

یعنی فرائض کو اہل فرائض کے حوالے کر دو اور جو باقی بچے وہ اولیٰ رجل کے لیئے ہے۔

قَوْلُهُ: (أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا)، الْمُرَادُ بِالْفَرَائِضِ هُنَا الْأَنْصِبَاءُ الْمُقَدَّرَةُ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَهِيَ النِّصْفُ وَنِصْفُهُ وَنِصْفُ نِصْفِهِ وَالثُّلُثَانِ وَنِصْفُهُمَا وَنِصْفُ نِصْفِهِمَا وَالْمُرَادُ بِأَهْلِهَا مَنْ يَسْتَحِقُّهَا بِنَصِّ الْقُرْآنِ. [فتح الباري شرح صحيح البخاري، لمؤلفه: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي]

تو اس حدیث میں اولیٰ رجل کا مصداق بیٹے پوتے نہیں ہیں بلکہ وہ اہل فرائض میں سے ہیں۔ جیسا کہ شارحین حدیث نے درج ذیل شرح میں وضاحت کی ہے:

وقوله: «فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ»، فلم يرد البنين بهذا حديث، وإنما أراد غيرهم، ... وهذا فيما عدا الإخوة والأخوات والابن والبنات وبني البنين وأخواتهم، لأن الله تعالى قال: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾[سورة النساء: ١٧٦].

ويراد به العمة مع العم، وبنت الأخ مع أخيها، وبنت العم مع أخيها، ... لأن الله تعالى قال: ﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ [سورة النساء: ١٧٦].
[التوضيح لشرح الجامع الصحيح، لمؤلفه: ابن الملقن سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الشافعي المصري (المتوفى: ٨٠٤هـ)]

یعنی حدیث کے اندر جن لوگوں کو باقی پانے والا کہا گیا ہے اس سے بیٹے پوتے پڑپوتے وغیرہ مراد نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے مراد ان کے علاوہ دوسرے لوگ ہیں۔ اور وہ لوگ بھائی بہنوں، بیٹے بیٹیوں، پوتے پوتیوں، پڑپوتے پڑپوتیوں کے علاوہ لوگ ہیں کیونکہ بھائی بہن وغیرہ تو اللہ کے حکم اور فرمان کے بموجب فریضہ الٰہی کے مستحق ہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: اگر بھائی بہن سگے یا علاتی ہوں تو ان میں سے ایک بھائی کے لیئے ان کی دو بہن کے برابر حصہ ہے۔

تو اس حدیث میں مابقے، اولیٰ رجل کا مصداق پھوپھی اور چچا ہیں کہ جو باقی بچے گا وہ چچا کا ہوگا اس میں سے پھوپھی کو کچھ بھی نہ ملے گا، اسی طرح بھتیجا بھتیجی ہوں تو بھتیجے کو ملے گا بھتیجی کو نہیں ملے گا، اسی طرح چچازاد بھائی کو ملے گا چچازاد بہن کو نہیں ملے گا۔

یہی بات فتح الباری کی درج ذیل شرح میں بھی کہی گئی ہے:

وَلَمْ يَقْصِدْ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَنْ يُدْلِي بِالْآبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ مَثَلًا لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِمْ مَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْ غَيْرِهِ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْمَنْزِلَة كَذَا قَالَ بن الْمُنِير.

وَقَالَ بن التِّينِ إِنَّمَا الْمُرَادُ بِهِ الْعَمَّةُ مَعَ الْعَمِّ وَبنت الْأَخ مَعَ بن الْأَخ وَبنت الْعم مَعَ بن الْعَمِّ وَخَرَجَ مِنْ ذَلِكَ الْأَخُ وَالْأُخْتُ لِأَبَوَيْنِ أَوْ لِأَبٍ فَإِنَّهُمْ يَرِثُونَ بِنَصِّ قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظّ الْأُنْثَيَيْنِ).

[فتح الباري شرح صحيح البخاري، لمؤلفه: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي]

*-* عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ - رضي الله عنهما -،- عَنِ النَّبِيِّ - صلى الله عليه وسلم - قَالَ: (اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللهِ) أَيْ عَلَى وَفْقِ مَا أَنْزَلَ فِي كِتَابِهِ.

اللہ تعالیٰ نے جن وارثوں کا سب سے پہلے ذکر فرمایاہے اور جن کا حصہ مقرر فرمایاہے وہ میت کی اولاد وذریت ہیں جن کا حق و حصہ مرنے والے کی زندگی میں بھی تھااور مرنے کے بعد بھی باقی رہا اور حقیقت یہی ہے کہ وہی سب سے زیادہ اس کے مال کے مستحق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیئے ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو حال اور مستقبل دونوں پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ حکم والدین کی زندگی میں بھی ہے اور ان کے مرجانے کے بعد کے لیئے بھی ہےاور وہ لفظ ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ [سورة النساء: ١١] یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری تمام اولاد و ذریت کے بارے میں یہ وصیت کر رہاہے، تاکیدی حکم دے رہا ہے، تم پر فریضہ عائد کر رہا ہے نیز تم سے یہ عہد و پیمان لے رہا ہے کہ جبتک تم زندہ رہو تم اپنی تمام اولادو ذریت، خواہ وہ بلا واسطہ ہوں یا بالواسطہ ہوں، مرد ہوں یا عورت ہوں جو کوئی بھی ہو۔ ہر ایک کے ساتھ بلا لحاظ مرد و عورت اور بلا واسطہ و بالواسطہ عدل و انصاف، برابری و مساوات کا معاملہ کرو اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور تمہاری عدم موجودگی میں ان میں سے جو مذکر (مرد) ہوں ان کے لئے ان میں کی دو مونث (عورتوں) کے حصہ کے برابر ایک مذکر (مرد) کا حصہ ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد کے لیئے خود وصیت کردی ہے اور یہ تاکید کی ہے اور ایسا کرنا ہر اس شخص پر واجب و فرض ہے جو والدین میں سے ہو۔ اور اس بات کو واجب و فرض قرار دیا ہے کہ اپنی زندگی میں بھی اپنی تمام اولاد کے ساتھ عدل و انصاف کرتے رہنا اور کوئی بھی ایسا کام نہ کرنا کہ تمہارے نہ رہنے پر تمہاری اولاد و ذریت میں سے کسی کے ساتھ بھی ادنٰی سی بھی ناانصافی ہو اور نہ ہی ان کے اوپر کسی بھی طور پر زیادتی ہونے پائے اور نہ ہی ان کی حق تلفی ہونے پائے۔ یہ اللہ کا تاکیدی حکم اور وصیت و فریضہ ہے۔ یہ بات ہمہ وقت تمہارے ملحوظ خاطر رہے۔

جن لوگوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے اور ان کے حصے مقرر فرمائے ہیں وہ سبھی لوگ اہل فرائض میں سے ہیں جن کے مابین ترکہ کی تقسیم کو اللہ تعالیٰ نے واجب وفرض قرار دیا ہے اور ان کے مابین ترکہ کی تقسیم کا حکم اللہ کے رسول نے دیا ہے وہ کل بارہ افراد ہیں جو یوں ہیں: بیٹا بیٹی، ماں باپ، شوہر بیوی، سگے و علاتی بھائی بہن اور اخیافی بھائی بہن۔

یہ سبھی لوگ اہل فرائض ہیں۔ البتہ چچا تائے اور ان کے بیٹے پوتے اہل فرائض نہیں بلکہ عصبات ہیں جن کا نہ تو میت کے ترکہ میں کوئی حق ہے اور نہ ہی کوئی حصہ مقرر ہے۔ البتہ جب میت کے اہل فرائض وارثوں میں سے کوئی نہ ہو یا کوئی مرد وارث نہ تو ترکہ کا کچھ حصہ باقی رہے تو انہیں ملتا ہے اور کسی بھی وارث کے نہ ہونے کی صورت میں سب کا سب پا جاتے ہیں۔
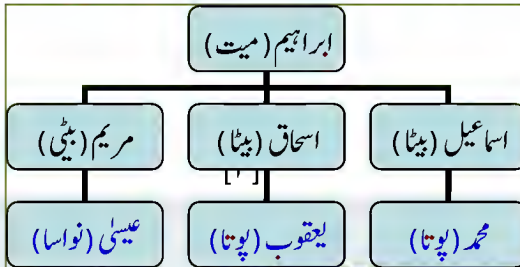
## [۲] -دوسرا بنیادی نکتہ:

زیر بحث مسئلہ میں جو دوسرا ابنیادی نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ مرنے والے شخص کے ترکہ میں اسکی جملہ اولادوں کا بشمول یتیم پوتے کے حق اور حصہ ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾[سورة النساء: ۷]

جو کچھ والدین اور اقرباء چھوڑ گئے ہوں علاحدہ علاحدہ ہر ایک کے ترکہ میں سے بطور وارث مرد و عورت جو بھی موجود ہوں ہر ایک شخص کے لئے علاحدہ علاحدہ ایک ایک حصہ ہے خواہ ترکہ کا مال کم ہو یا زیادہ نیز حصہ کی مقدار کم بنے یا زیادہ۔ کم و بیش جس مقدار میں جس کا جو بھی حصہ نکلتا ہے وہ سب کا سب اللہ کی جانب سے فرض کیا ہوا ہے جو کہ فریضہ الٰہی ہے۔

یہی وہ آیت ہے جس کو یتیم پوتے کی مجوبیت کو درست ٹھہرانے کی خاطر پہلی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جب کہ یہ آیت یتیم پوتے کے حق وراثت کو ثابت کرتی ہے اور اس کے وارث اور مستحق ترکہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے اسی کے تحت اللہ کے رسول نے ایک یتیم پوتی کو اس کی پھوپھی کے ساتھ حصہ دیا۔ چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مرنے والا اگر والدین میں سے ہے تو اس کے ترکہ میں ان تمام مردوں اور عورتوں کا حق و حصہ ہے جو اس کی اولاد میں سے ہیں اور ان سب کا حق و حصہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود مقرر فرمایا ہے۔

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ [سورة النساء: ۷]

تو مذکور بالا آیت میں صاف لفظوں میں ہے کہ والدین کا ترکہ ہو یا اقرباء کا ترکہ ہو۔ ان ہر دو قسم کے ترکات کے مستحقین سبھی لوگ میت کے ترکہ کے مستحق اور اس میں حصے دار ہیں اور وہ اس طرح حصہ پائیں گے کہ میں میت کی اولادوں میں سے جو بھی مرد و عورتیں ہوں وہ بحیثیت اولاد وارث ہونگے، اسی طرح اقرباء میں سے جو مرد و عورتوں ہوں گے وہ سبھی لوگ میت کے ترکہ میں بحیثیت قرابت دار ہونے کے حقدار و حصہ دار ہونگے او حصہ پائیں ہیں اور ہر

ایک کیلئے جو بھی حصہ اور جتنا بھی حصہ نکلے گا وہ سب کا سب اللہ کی جانب سے اس کا مقرر کیا ہوا فریضہ ہوگا۔ جو اللہ کی جانب سے ایک مقررہ حصہ ہے۔ چنانچہ اس فرمان الٰہی کے بموجب یتیم پوتا بحیثیت اولاد میت صاحب فرض وارث قرار پاتا ہے۔

چنانچہ یہ آیت یتیم پوتے کے حق وراثت کے اثبات کی دلیل سب سے بڑی اور بنیادی دلیل ہے نہ کہ حجب کی دلیل ہے جیسا کہ لوگ باور کرتے ہیں۔ کیونکہ نصوص کتاب و سنت کی بنیاد پر یتیم پوتا حقیقی اولاد میت میں سے ہے اور میت یعنی یتیم پوتے کا دادا اس کا حقیقی والد و باپ ہے۔ بنا بریں دادا کا ترکہ یتیم پوتے کے والد کا ترکہ ہے جس میں وہ بفرمان الٰہی شرعا وارث مستحق، اور حقدار و حصہ دار ہے۔ اور کوئی ایسی شرعی دلیل ایسی نہیں جو اس کے خلاف پر حجت ہو۔

بنا بریں والدین کے ترکہ میں وہ تمام مرد و عورت اس کے وارث، حقدار و حصہ دار ہیں جو انکی اولاد و ذریت میں سے ہوں اور ان میں سے ہر ایک کیلئے علاحدہ علاحدہ ایک متعینہ حصہ ہے خواہ اس میں سے کم نکلے یا زیادہ بنے۔ اور ہر وارث کا حق و حصہ اللہ کا فرض کیا ہوا ہے اور واجب الادا فریضہ ہے۔ جس کا بہر صورت ادا کیا جانا واجب اور فرض عین ہے اور انکار کفر ہے۔

## [۳] تیسرا بنیادی نکتہ:

## یتیم پوتا اپنے دادا کا حقیقی بیٹا و اولاد ہے

تیسرا بنیادی نکتہ جو زیر بحث مسئلہ میں انتہائی اہم ہے جس پر توجہ دینے کی خاص ضرورت ہے کیونکہ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کے چلتے یتیم پوتوں کو محجوب و محروم الارث قرار دیا جاتا ہے اور وہ نکتہ یہ ہے کہ یتیم پوتا بھی میت کی اولاد میں سے ہے اور اس کا بیٹا ہے جو حقیقی اولاد ہے مجازی نہیں ہے کیونکہ اولادیں حقیقی ہی ہوتی ہیں مجازی نہیں ہوتیں۔ نیز یتیم پوتا میت کے اقرباء میں سے نہیں ہے۔ جیسا کہ شروح احادیث میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے: (لَفْظُ الْوَلَدِ أَعَمُّ مِنَ الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَيُطْلَقُ عَلَى الْوَلَدِ لِلصُّلْبِ وَعَلَى وَلَدِ الْوَلَدِ وَإِنْ سفل).

وَتَمَسَّكَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَالْجُمْهُورُ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: (فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ).

وَقَدْ أَجْمَعُوا أَنَّ بَنِي الْبَنِينَ ذُكُورًا وَإِنَاثًا كَالْبَنِينَ عِنْدَ فَقْدِ الْبَنِينَ إِذَا اسْتَوَوْا فِي التَّعَدُّدِ فَعَلَى هَذَا تُخَصُّ هَذِهِ الصُّورَةُ مِنْ عُمُوم قَوْلِهِ (فَلأولى رجل ذكر). [فتح الباري شرح صحيح البخاري، لمؤلفه: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي]

فظاهر قوله تعالى: {يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ}.

وَأَجْمَعُوا أَنَّ بَنِي الْبَنِينَ عند عدم البنين كَالْبَنِينَ إِذَا اسْتَوَوْا فِي التَّعَدُّدِ، ذكرهم كذكرهم، وأنثاهم كأنثاهم، وكذا إذا اختلفوا في التعدد لا يضرهم؛ لأنهم كلهم بنو بنين يقع عليهم اسم أولاد، فالمال بينهم ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾. [التوضيح لشرح الجامع الصحيح، لمؤلفه: ابن الملقن سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الشافعي المصري (المتوفى: ٨٠٤هـ)]

أجمعوا عليه من أن الأعلى من بني البنين الذكور يحجب من تحته من ذكر وأنثى. [التوضيح لشرح الجامع الصحيح، لمؤلفه: ابن الملقن سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الشافعي المصري (المتوفى: ٨٠٤هـ)] یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ جس طرح بیٹے بیٹیاں اولاد ہیں اسی طریقے سے ان کے بیٹے بیٹیاں یعنی پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں اور ان کے بیٹے بیٹیاں درجہ بدرجہ نیچے تک سبھی اولاد ہیں اور سب پر لفظ اولاد کا اطلاق ہوتا ہے۔ پس اللہ کے اس فرمان: ﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ میں پوتے پوتیاں سبھی داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جن وارثوں کا سب سے پہلے ذکر فرمایا ہے اور جن کا حصہ مقرر فرمایا ہے وہ میت کی اولاد وذریت ہیں جن کا حق وحصہ مرنے والے کی زندگی میں بھی تھا اور مرنے کے بعد بھی باقی رہا اور حقیقت یہ ہے کہ وہی سب سے زیادہ اس کے مال کے مستحق ہیں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیئے ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو حال اور مستقبل دونوں پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ حکم والدین کی زندگی میں بھی ہے اور ان کے مرجانے کے بعد کے لیئے بھی ہے اور وہ لفظ ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری تمام اولاد وذریت کے بارے میں یہ وصیت کر رہا ہے، تاکیدی حکم دے رہا ہے، تم پر فریضہ عائد کر رہا ہے نیز تم سے یہ عہد و پیمان

لے رہا ہے کہ جبتک تم زندہ رہو تم اپنی تمام اولاد و ذریت، خواہ وہ بلا واسطہ ہوں یا بالواسطہ ہوں، مرد ہوں یا عورت ہوں جو کوئی بھی ہو۔ ہر ایک کے ساتھ بلا لحاظ مرد و عورت اور بلا واسطہ و بالواسطہ عدل و انصاف، برابری و مساوات کا معاملہ کرو اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور تمہاری عدم موجودگی میں ان میں سے جو مذکر (مرد) ہوں ان کے لئے ان میں کی دو مونث (عورتوں) کے حصہ کے برابر ایک مذکر (مرد) کا حصہ ہے۔

توسب سے پہلی بات جس کی پہلے پہل تردید ہو جانی ضروری ہے تاکہ اشکال ختم ہو جائے وہ یہ کہ یتیم پوتا اپنے دادا کے اقرباء میں سے نہیں ہے۔ اب باقی بچا یہ سوال کہ کیا وہ میت کی حقیقی اولاد ہے یا یہ کہ مجازی اولاد ہے تو اس سلسلہ میں ایک بات واضح ہو جانی چاہیئے کہ اولاد محض حقیقی ہی ہوتی ہے مجازی نہیں ہوا کرتی کیونکہ اولاد کا اولاد ہونا اس بنیاد پر ہے کہ اس کا جو بھی والد ہے خواہ وہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ اس سے اس کی اولاد خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ کا رشتہ توالد و تناسل کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے اس لیئے اس میں مجازیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا والدین و اولاد بلاواسطہ و بالواسطہ جو بھی ہوں وہ حقیقی ہی ہونگے مجازی نہیں ہو سکتے۔ البتہ آباء و ابناء تو حقیقی بھی ہوتے ہیں اور مجازی بھی ہوتے ہیں جبکہ والدین اور اولاد لازمی طور پر حقیقی ہی ہونگے۔ اس کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾ [هود: ٧١] یعنی ابراہیم کی بیوی کھڑی ہوئی تھی تو ہم نے اسے خوشخبری دی کہ اس کے ایک بیٹا ہوگا جس کا نام اسحاق ہوگا اور اسحاق کے بعد ایک اور بیٹا پیدا ہوگا جو اسحاق کے پیچھے اس کے بعد ایک اور بیٹا پیدا ہوگا جو اسحاق کا بیٹا ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا تو اسحاق کے پیچھے اس کا بیٹا یعقوب پیدا ہوگا۔ اور اس فرمان باری تعالیٰ میں یوسف کا یہ کہنا: ﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ﴾ [يوسف: ٣٨] یعنی میں نے اپنے آباء و اجداد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین و مذہب اور طریقہ کی پیروی کی۔

ان دو آیتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ باپ، دادا، پردادا وغیرہ اور بیٹے، پوتے اور پڑپوتے وغیرہ آپس میں دو طرفہ طور پر ایک دوسرے کے حقیقی والد اور اولاد

ہوتے ہیں۔ بنابریں دادا کا حقیقی باپ و والد ہونا اور یتیم پوتے کا حقیقی بیٹا اور اولاد میں سے ہونا مسلمہ امر ہے جو نصوص کتاب و سنت سے ثابت شدہ محکم امر ہے جس کا انکار پورے قرآن و حدیث کا انکار ہے۔ یہ بات ثابت ہو جانے کے بعد کہ دادا حقیقی والد و باپ اور پوتا حقیقی اولاد و بیٹا ہے اب ہم آتے ہیں اس امر الٰہی کی طرف جو اس نے اولاد کے تعلق سے جاری فرمایا ہے وہ انتہائی اہم اور قابل غور ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری تمام اولاد و ذریت کے بارے میں یہ وصیت کر رہا ہے، تاکیدی حکم دے رہا ہے، تم پر فریضہ عائد کر رہا ہے نیز تم سے یہ عہد و پیمان لے رہا ہے کہ جبتک تم زندہ رہو تم اپنی تمام اولاد و ذریت کے درمیان بلا واسطہ و بالواسطہ، مرد و عورت جو بھی ہوں ہر ایک کے ساتھ بلا لحاظ مرد و عورت اور بلا واسطہ و بالواسطہ عدل و انصاف، برابری و مساوات کا معاملہ کرو اور تمہاری عدم موجودگی میں ان میں سے جو مذکر (مرد) ہوں ان کے لئے ان میں کی دو مونث (عورتوں) کے حصہ کے برابر ایک مذکر (مرد) کا حصہ ہے۔ آگے آخر آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [سورة النساء: ١١] یعنی تمہارے آباء (باپ، دادا، پردادا وغیرہ) ہوں یا تمہارے ابناء (بیٹے، پوتے، پڑپوتے اور نواسے وغیرہ) ہوں تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ (علاحدہ علاحدہ فرائض الٰہی) ہیں بیشک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے۔

یہ سورہ نساء کی آیت نمبر (۱۱) ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اولاد کا حکم بیان فرمایا ہے اور اس کے لیئے ایک ایسا جامع و شامل اور کامل لفظ (أَوْلَادِكُمْ) استعمال کیا ہے جو کسی بھی شخص کی جملہ اولاد و ذریت کو شامل ہے اور اس کے ذریعہ وجود پانے والی درجہ بدرجہ پوری نسل اس لفظ میں داخل ہے اور یہ لفظ سب کا احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ چاہے وہ مذکر ہو یا مونث نسبی اولاد ہو یا صہری یعنی

بیٹے بیٹیاں ہوں یا ان کے بیٹے بیٹیاں ہوں یعنی پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں یا ان کی درجہ بدرجہ اولادیں ہوں بالواسطہ اولاد یا بلا واسطہ اولاد سب کے لیئے یہ حکم عام ہے، سب کا جامع ہے اور سب کو شامل ہے۔ یعنی کسی بھی شخص کی اولاد و ذریت اور نسل میں سے جو کوئی بھی ہو وہ سبھی اشخاص علی الطلاق بلا تخصیص اس حکم عام کے مصداق ہیں۔ اور ان کے حق و حصہ کا تعین یوں کیا جائے گا جس کے لیئے پیمانہ یہ ہے کہ جو بھی مذکر ہو گا اس کو دو مونث کے حصہ کے بقدر حصہ ملے گا۔ اور ترتیب یوں ہو گی کہ اس میں قرب و بعد کا لحاظ نہیں کیا جائے گا جیسا کہ آخر آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح کر دی ہے۔ بلکہ ان کے واسطوں کا لحاظ کیا جائے گا یعنی جو شخص بالواسطہ ہے اور اس کا واسطہ موجود ہے تو جو واسطہ ہے اسے دیدیا جائے گا جس سے اس کے واسطہ سے پیدا ہونے والی اولاد تک ان کا حصہ پہنچے گا۔ اور جس کا واسطہ موجود نہیں ہے اسے براہ راست دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد کے لیئے جو لفظ اور صیغہ استعمال کیا ہے وہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اور وہ ہے (يُوصِيكُمُ) کا لفظ جو کہ عربی زبان میں فعل مضارع کا صیغہ کہلاتا ہے جس میں حال و مستقبل دونوں زمانہ پایا جاتا ہے اس کا ایک معنیٰ ایصال بھی ہے جیسا کہ امام رازی نے امام قفال کے حوالے سے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے لکھتے ہیں: (قَالَ الْقَفَّالُ: قَوْلُهُ: (يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) أَيْ يَقُولُ اللهُ لَكُمْ قَوْلًا يُوصِلُكُمْ إِلَى إِيفَاءِ حُقُوقِ أَوْلَادِكُمْ بَعْدَ مَوْتِكُمْ. وَأَصْلُ الْإِيصَاءِ هُوَ الْإِيصَالُ يُقَالُ: وَصَى يَصِي إِذَا وَصَلَ، وَأَوْصَى يُوصِي إِذَا أَوْصَلَ). [تفسير الرازي]

یعنی امام قفال کہتے ہیں کہ اللہ تم سے ایک ایسی بات کہنا چاہتا ہے جس سے تم اپنے مرنے کے بعد اپنی اولا میں سے ہر ایک کے حقوق و حصے ان تک پہنچا سکتے ہو جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور جس کی تاکید کی ہے۔ اور ایصاء کی اصل ایصال ہے جس کا معنیٰ و مفہوم اور مطلب پہنچانا اور صلہ رحمی کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی کسی سے صلہ رحمی کرتا اور اس کے حق کو اس تک پہنچاتا ہے تو کہا جاتا ہے:

(وَصَى يَصِي إِذَا وَصَلَ، وَأَوْصَى يُوصِي إِذَا أَوْصَلَ).

اس کا خلاصہ و مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات کا حکم دے رہا ہے اور یہ تاکید کر رہا ہے کہ تم اپنی اولاد تک ان کے حصے پہنچاؤ۔ ان سے اپنے رشتہ کا تسلسل قائم رکھو، ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ زندگی میں بھی اور اپنے مر جانے کے بعد بھی یہ سلسلہ برقرار رکھو جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ترکہ سے اللہ کے بتائے ہوئے حکم کے مطابق ان کا حصہ ان تک پہنچاؤ یہ اللہ کا تاکیدی حکم اور فرمان ہے اور ایسا کرنا تم پر واجب و فرض ہے۔ (قال الزجاج: معنى قوله هاهنا: يُوصِيكُمُ أَيْ يَفْرِضُ عَلَيْكُمْ، لِأَنَّ الْوَصِيَّةَ مِنَ اللهِ إِيجَابٌ). [تفسير الرازي] امام زجاج کہتے ہیں: اس کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دے رہا ہے۔ تاکید کر رہا ہے اور تم پر فریضہ عائد کر رہا ہے کیونکہ اللہ کی وصیت اس کی جانب سے فریضہ ہوتی ہے۔ لہذا اس پر عمل کرنا واجب و فرض ہوتا ہے۔

اب اس کے بعد آتے ہیں آیت میں مذکور لفظ (فِي أَوْلادِكُمْ) کی طرف کہ اس میں کون کون داخل ہے اور کیا اس میں یتیم پوتا داخل ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ لفظ اولاد میں بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، پڑپوتے پڑپوتیاں، نواسے نواسیاں پڑنواسے پڑنواسیاں وغیرہ سبھی اس میں داخل و شامل ہیں جس کی سب سے بڑی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللهِ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ والذي يدلّ على صحّة ذلك قوله: ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الذين مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ [النساء: ٢٣] یعنی سبھی کے اس میں داخل و شامل ہونے کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہوں۔

ظاہر سی بات ہے کہ ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمْ﴾ کے ساتھ ﴿الذين مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ کی شرط اسی لیئے لگائی گئی ہے تاکہ غیر حقیقی یعنی مجازی بیٹوں کی بیویاں اس حکم سے خارج ہو جائیں۔

*وأجمعوا على أنه يدخل فيه ابن الصّلب، وأولاد الابن، فعلمنا أنَّ لفظ الابن يتواطأ بالنسبة إلى ولد الصّلب وولد الابن والجدّات. وقد وقع ذلك في قوله تعالى: ﴿نَعْبُدُ إلهك

وإله آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ﴾ [البقرة: ۱۳۳] یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ اس حکم الٰہی میں بیٹے، ان بیٹوں کے بیٹے اور ان کے بیٹے یعنی پوتے پڑ پوتے وغیرہ درجہ بدرجہ نیچے تک اسی طریقے سے نواسے، پر نواسے وغیرہ درجہ بدرجہ نیچے تک سبھی کی بیویاں اس حکم کے مطابق حرام ہیں۔ کیونکہ ان سب سے صلب کا رشتہ ہے اور سبھی صلبی اولاد و بیٹے ہیں۔ جہاں تک بیٹے کے ہونے اور ان کے ساتھ ان کی اولاد کے ہونے کا معاملہ ہے تو اس سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف یہ ہے کہ توریث کے سلسلہ میں ان سب کو ایک ساتھ داخل مانا جائے تو اس کے چلتے بعض لوگوں نے انہیں حقیقی مان کر داخل مانا ہے اور بعض لوگوں نے مجاز پر محمول کرتے ہوئے انہیں اس سے خارج مانا ہے۔ البتہ جب بیٹے بذات خود موجود نہ ہوں تو ان کے بیٹے بیٹیوں کو ان کے قائم مقام ماننے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ رشید رضا مصری نے اپنی مشہور تفسیر المنار میں لکھا ہے: (وَلَا خِلَافَ بَيْنَ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ فِي قِيَامِ أَوْلَادِ الْبَنِينَ مَقَامَ وَالِدَيْهِمْ عِنْدَ فَقْدِهِمْ وَعَدَمِ إِرْثِهِمْ مَعَ وُجُودِهِمْ لِأَنَّ النَّسَبَ لِلذُّكُورِ كَمَا قَالَ الشِّعْرُ: بَنُونَا بَنُو أَبْنَائِنَا، وَبَنَاتُنَا ... بَنُوهُنَّ أَبْنَاءُ الرِّجَالِ الْأَبَاعِدِ [تفسير المنار لمحمد رشيد رضا] اس بارے میں مسلم علماء میں سے کسی کا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ جب بیٹے نہ ہوں تو ان کی اولادیں بطور ان کے قائم مقام کے اپنے دادا کے ترکہ میں وارث، حقدار و حصہ دار ترکہ ہونگے۔ اور جب وہ ہونگے تو وارث نہ ہونگی۔ کیونکہ نسب مذکر اولاد سے چلتا ہے۔ جیسا کہ جاہلی شاعر کا یہ شعر ہے کہ ہمارے بیٹے وہ بھی ہیں جو ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور وہ بھی ہیں جو بیٹیوں کے بیٹے ہیں البتہ وہ دور کے بیٹے ہیں۔

یہ جاہلیت کا تصور ہے جس کی تردید اللہ کے نبی کا یہ فرمان ہے جو انہوں نے اپنے نواسوں حسن اور حسین کے بارے میں فرمایا ہے: وَقَوْلُ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي الْحَسَنِ ابْنِ بِنْتِهِ فَاطِمَةَ - رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ -: ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ - كَمَا فِي الصَّحِيحِ -. یعنی اللہ کے نبی کا یہ فرمان جو

انہوں نے اپنی بیٹی فاطمہ کے بیٹے حسن بن علی کے بارے میں فرمایا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔

بنابریں بیٹے بیٹیاں اور ان کے بیٹے بیٹیاں پوتے پوتیاں درجہ بدرجہ نیچے تک سبھی حقیقی اولادیں ہیں۔ اور سب کے لیئے اللہ کی یہ وصیت اور فرمان ہے۔ ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ [سورة النساء: ١١] یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری تمام اولاد و ذریت کے بارے میں یہ وصیت کر رہا ہے، تاکیدی حکم دے رہا ہے، تم پر فریضہ عائد کر رہا ہے۔

اولاد کے حق میں اس وصیت الٰہی کی فرضیت ایک عام، جامع و شامل حکم الٰہی ہے جو بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، پڑپوتے، پڑپوتیاں وغیرہ نیز نواسے، نواسی وغیرہ سب کو شامل ہے اور سب کی جامع ہے لہٰذا اس فرمان الٰہی و وصیت الٰہی کے بموجب سب کو حصہ دیا جانا واجب اور فرض عین ہے کیونکہ سبھی میت کی اولاد ہیں اور وہ ان سب کا والد ہے لہٰذا تمام اسکے وارث ہیں البتہ ان میں جو بلاواسطہ اولاد ہیں جیسے بیٹے بیٹیاں تو انہیں براہ راست حصہ ملے گا اور جو بالواسطہ اولادیں ہیں جیسے پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں پڑپوتے پڑپوتیاں، پرنواسے پرنواسیاں وغیرہ تو اگر ان کے واسطے موجود ہوں تو ان کے واسطوں کے ذریعہ ملے گا اور جن کے واسطے موجود نہ ہوں تو براہ راست دیا جائے گا۔ ایسا کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ بالواسطہ اولادوں کو حصہ دیئے جانے میں محض انکے واسطوں کا لحاظ ہوگا جسکے توسط سے وہ میت کی اولاد اور نسل کا حصہ ہیں پس اگر میت کی کوئی بلا واسطہ اولاد نہ ہو تو اسکی جگہ انکی اولاد لیں گی کیونکہ وہ انکے جانشیں، نائب اور وارث ہیں۔ جس طریقہ سے باپ کی جگہ دادا بطور والد وارث و حقدار ہوتا ہے نہ کہ چچا تائے وغیرہ بعینہٖ ٹھیک اسی طریقہ سے بیٹے کی جگہ اسکے بیٹے بطور اولاد اپنے باپ کی جگہ لیں گے نہ کہ چچا تائے وغیرہ۔ آباء و ابناء کے تعلق سے اللہ رب العالمین کا واضح حکم اور فرمان ہے کہ تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون قریب تر ہے اور کون نہیں ہے۔ لہٰذا یہ اللہ کا فریضہ ہے جس کا ادا کیا

جانا تم پر واجب و فرض ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللهِ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [سورة النساء: ١١]

یعنی تمہارے آباء (باپ، دادا، پر دادا وغیرہ) ہوں یا تمہارے ابناء (بیٹے، پوتے، پڑپوتے اور نواسے وغیرہ) تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ (علاحدہ علاحدہ فرائض الٰہی) ہیں بیشک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے۔

مذکورہ بالا آیت اس بارے میں بالکل واضح ہے کہ آباء واجداد اور ابناء واحفاد کے درمیان کا معاملہ یکساں ہے اور ان میں قرب و بعد اور منفعت کی بناء پر کوئی بھی معاملہ نہیں کیا جاسکتا ہے ورنہ وہ صریحی طور پر حکم الٰہی کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہوگی۔ جسکا ادراک انسان نہیں کر پائے گا۔ یہ آیت اس بارے میں نص صریح اور حجت قاطع ہے کہ باپ بیٹے، دادا پوتے کے درمیان کا معاملہ یکساں ہے جس طریقہ سے دادا چچا اور تایا کے ہوتے ہوئے میت کا وارث ہوتا ہے اسی طریقہ سے یتیم پوتے اپنے چچا اور تایا کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہونگے اور ان دونوں کے درمیان قرب بعد کی بنیاد پر کسی قسم کا فرق و امتیاز کرنا منافی حکم الٰہی ہے۔

جہاں ایک طرف بیٹا ہے تو دوسری طرف باپ ہے اسی طرح جہاں ایک طرف دادا ہے تو دوسری طرف اس کا پوتا ہے۔ دونوں ایک رسی کے دو کنارے ہیں ان میں کا ایک کنارہ والد تو دوسرا کنارہ اس کی اولاد ہے۔ دونوں ایک ہی درخت کے دو کنارے ہیں ایک جڑ ہے تو دوسرا اس کی شاخیں ہے۔ اسی تناظر میں یہ فرمان الٰہی ہے۔ ﴿يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ﴾[سورة الاعراف: ٢٧] اس آیت میں ﴿يَابَنِي آدَمَ﴾ کہہ کر تمام انسانوں کو بلا لحاظ مرد وزن اولاد آدم قرار دیا ہے اسی طریقہ سے ﴿أَبَوَيْكُمْ﴾ کہہ کر تمام انسانوں کے ماں باپ (حوا اور آدم) کو قرار دیا ہے۔ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾[هود: ٧١] ابراہیم کی بیوی کھڑی ہوئی تھی تو

ہم نے اسے خوشخبری دی کہ اس کے ایک بیٹا ہوگا جس کا نام اسحاق ہوگا اور اسحاق کے بعد ایک اور بیٹا پیدا ہوگا جو اسحاق کے پیچھے اس کے بعد ایک اور بیٹا پیدا ہوگا جو اسحاق کا بیٹا ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا تو اسحاق کے پیچھے اس کا بیٹا یعقوب پیدا ہوگا۔ ﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ﴾ [يوسف: ٣٨] اس فرمان باری تعالیٰ میں یوسف کا یہ کہنا: میں نے اپنے آباء و اجداد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین و مذہب اور طریقہ کی پیروی کی۔

بنا بریں اس طرح یوسف کے باپ یعقوبؑ بھی باپ اور انکے دادا اسحاق بھی باپ اور پر دادا ابراہیمؑ بھی باپ ہوئے اور اسکے برعکس ابراہیمؑ کا بیٹا اسحاق بھی بیٹا اور پوتا یعقوب بھی بیٹا اور پر پوتا یوسف بھی بیٹا ہوئے۔

علاوہ ازیں ابراہیمؑ و سارہؑ کو اولاد کی جو خوشخبری دی گئی تو اسمیں واضح طور پر فرمادیا گیا اور صراحت کردی گئی کہ اسحاق کے بعد یعقوب پیدا ہوگا جو کہ اسحاق کے واسطے سے پیدا ہوگا یعنی بیٹے کے بعد پوتے کے پیدا ہونے کی بھی خوشخبری دی گئی۔ پس معلوم ہوا کہ جس طرح بیٹا اولاد میں سے ہوتا ہے ٹھیک اسی طریقے سے پوتا بھی اولاد و ذریت میں سے ہی ہوتا ہے اور حقیقی اولاد ہوتا ہے ان میں سے کوئی بھی مجازی نہیں ہوتا ہے۔

﴿وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾ [هود: ٧١]

﴿يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا﴾ ﴿يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا﴾ [سورة مريم: ٦ – ٧]

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ ﴿وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ ﴿وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ ﴿وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

[سورة الأنعام: ٨٤–٨٧]

﴿وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ ﴿لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ﴾ [سورة يوسف: ٦ - ٧]

﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾ [سورة مريم: ٤٩]

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ﴾ [سورة الأنبياء: ٧٢]

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾ [سورة العنكبوت: ٢٧]

﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ﴾ [سورة ص: ٤٥]

ان تمام آیتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ باپ، دادا، پر دادا وغیرہ اسی طرح بیٹے، پوتے اور پڑپوتے وغیرہ آپس میں دو طرفہ طور پر ایک دوسرے کے حقیقی والد اور اولاد ہوتے ہیں۔ بنا بریں دادا کا حقیقی باپ و والد ہونا اور یتیم پوتے کا حقیقی بیٹا اور اولاد میں سے ہونا مسلمہ امر ہے جو نصوص کتاب و سنت سے ثابت شدہ محکم امر ہے جس کا انکار پورے قرآن و حدیث کا انکار ہے۔ یہ بات ثابت ہو جانے کے بعد کہ دادا حقیقی والد و باپ اور پوتا حقیقی اولاد و بیٹا ہے اب ہم آتے ہیں اس امر الٰہی کی طرف جو اس نے اولاد کے تعلق سے جاری فرمایا ہے وہ انتہائی اہم اور قابل غور ہے وہ یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری تمام اولاد و ذریت کے بارے میں یہ وصیت کر رہا ہے، تاکیدی حکم دے رہا ہے، تم پر فریضہ عائد کر رہا ہے نیز تم سے یہ عہد و پیمان لے رہا ہے کہ جبتک تم زندہ رہو تم اپنی تمام اولاد و ذریت کے درمیان بلا واسطہ و بالواسطہ، مرد و عورت جو بھی ہوں ہر ایک کے ساتھ بلا لحاظ مرد و عورت اور بلا واسطہ و بالواسطہ عدل و انصاف، برابری و

مساوات کا معاملہ کرو اور تمہاری عدم موجودگی میں ان میں سے جو مذکر (مرد) ہوں ان کے لئے ان میں کی دو مونث (عورتوں) کے حصہ کے برابر ایک مذکر (مرد) کا حصہ ہے۔

آگے آخر آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [سورة النساء: ١١] یعنی تمہارے آباء (باپ، دادا، پردادا وغیرہ) ہوں یا تمہارے ابناء (بیٹے، پوتے، پڑپوتے اور نواسے وغیرہ) تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فریضے ہیں بیشک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے۔

﴿وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ ﴿لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ﴾ [سورة يوسف: ٦ - ٧]

﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا﴾ [سورة مريم: ٤٩]

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ﴾ [سورة الأنبياء: ٧٢]

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾ [سورة العنكبوت: ٢٧]

یعنی ان آیات میں ایک تو اسحاق بیٹے کی خوشخبری اور اسحاق کے پیچھے پیدا ہونے والے بیٹے یعنی پوتے یعقوب کی خوشخبری دی گئی بایں طور دو بیٹوں کی بیک وقت خوشخبری دی گئی جن میں سے ایک بلا واسطہ بیٹا اور دوسرے بالواسطہ بیٹا یعنی پوتا اس طریقہ سے ابراہیمؑ و سارہؑ کو حین حیات نسلی اضافہ کی بشارت دی گئی اور بیٹے پوتے دونوں کو بیٹا اور اولاد قرار دیا گیا۔ باوجودیکہ ابراہیمؑ کی اولاد میں ایک بیٹا اسماعیلؑ پہلے سے ہی موجود تھا اس طریقہ سے اللہ نے ابراہیمؑ کی نسل کے دو حصے متعین کر دیئے جن میں سے ایک کو بنو اسحاق اور دوسرے کو بنو اسماعیل کہا جاتا

ہے۔ بایں طور آدمی کی اولاد میں جتنے بھی بیٹے بیٹیاں ہوتے ہیں وہ سبھی علاحدہ علاحدہ مستقل نسل کی نمائندگی کرتے ہیں جنکے ذریعہ آدمی کی نسل کی بقاء اور تسلسل قائم ہوتا ہے بیٹے سے نسب کا سلسلہ چلتا ہے اور بیٹی سے صہر اور دامادی کا سلسلہ قائم ہوتا ہے اسکو اللہ نے یوں بیان کیا ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾ [سورة الفرقان: ٥٤]

﴿وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ﴾ [سورة النحل: ٧٢]

یعنی ایک ہی نطفہ سے پیدا ہونے والے بیٹے بیٹیاں علاحدہ علاحدہ دو قسم کے رشتوں کے نمائندہ ہوتے ہیں اور ہر شخص ان دو بنیادوں کے توسط سے اپنے آباء واجداد اور اکابر سے خود کو جوڑتا اور فخر محسوس کرتا ہے چنانچہ اللہ کے رسول کا فرمان اسی کے مطابق ہے فرمایا:

*-* عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال يَوْمَ حُنَيْنٍ: «أَنَا النَّبِيُّ لاَ كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ». [خ: ٢٨٦٤، م: ٧٨، ٧٩ - (١٧٧٦)]

یعنی میں نبی و رسول ہوں جھوٹ نہیں ہے اور یہ بھی جھوٹ نہیں ہے کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا اور ان کی اولاد ہوں۔ جبکہ آپ عبد المطلب کے پوتے تھے اور یہی بات تو یوسفؑ نے بھی کہی تھی۔ نیز محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: *-* عَنْ سَلَمَةَ بْنَ الأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ارْمُوا يَا بَنِي إِسْمَاعِيلَ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا ارْمُوا، وَأَنَا مَعَ بَنِي فُلاَنٍ». [خ: ٢٨٩٩، حم: ١٦٥٢٨] اے بنی اسماعیل تم خوب تیر اندازی کرو کیونکہ تمہارے باپ اسماعیل زبردست تیر انداز تھے۔

علاوہ ازیں کسی شخص کے نواسے نواسیاں یعنی بیٹیوں کی اولادیں بھی اسکی اولاد، ذریت اور اس کا جزو ہوتی ہیں جیسا کہ فرمان رسولؐ ہے: *-* عَنْ أُسَامَةَ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَنْ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ: «هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِيَ». [قال الترمذي: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، حديث رقم: ٣٧٦٩، قال الألباني: حسن].

یعنی یہ حسن اور حسین جو کہ میرے نواسے ہیں دونوں ہی میرے بیٹے اور میری اولاد ہیں۔
پس بفرمان الٰہی و بتصریح نبوی کسی شخص کے بیٹے بیٹیاں ہوں کہ پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں وغیرہ ہوں سبھی اسکی اولاد و ذریت میں سے ہیں اور بیٹے بیٹیاں ہی ہیں اور وہ ان سب کا والد و باپ ہے حتی کہ اسکے تایا چچا وغیرہ بھی باپ ہیں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ [سورة البقرة: ١٣٣]
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باپ یعقوب، دادا اسحاق، اور یعقوب کے چچا تائے اسماعیل اور پردادا ابراہیم سب کو باپ قرار دیا ہے لیکن ان میں والد صرف باپ یعقوب، دادا اسحاق اور پردادا ابراہیم ہیں جب کہ یعقوب کے چچا تائے اسماعیل کو بھی باپ کہا ہے لیکن وہ والد نہیں کیونکہ والد صرف وہی لوگ ہونگے جن کے درمیان نسلی تسلسل درجہ بدرجہ قائم ہو یعنی باپ پھر دادا پھر پردادا پھر اسکا باپ پھر دادا پھر پردادا اوپر تک بایں طور جو جسکا والد ہے تو وہ اسکی اولاد ہے۔ اللہ رب العالمین نے ماں باپ کا ترکہ نہیں کہا بلکہ ترکہ والدین کا ذکر کیا ہے جیسا کہ فرمایا:
﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾[سورة النساء: ٧]
جس سے یہ معلوم ہوا کہ والدین کے ترکہ میں اسکی تمام اولادوں کا حق و حصہ ہے جو اللہ کا فرض کیا ہوا حصہ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اولاد کے حق میں ایک عام حکم جاری کیا اور خود ہی وصیت کردی تاکہ کم از کم اولاد کے حق میں وصیت کی ضرورت نہ رہے نیز اولاد کے درمیان عدل و انصاف اور صلہ رحمی کرنے کی تلقین اور تاکید کی جیسا کہ فرمایا: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ [سورة النساء: ١١] ان احکام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہر اولاد خواہ مذکر ہو کہ مونث بالواسطہ ہو کہ بلاواسطہ سب کا حق و حصہ، خود ہی مقرر کر کے اسکو فریضہ الٰہی قرار دیا ہے۔
اس طرح اللہ نے خود ہی اولاد میں سے جو بھی مرد و عورت ہوں انکے حق میں انصاف کئے جانے کی تلقین و وصیت کر کے اپنے بندوں کو یہ بتادیا ہے کہ تمہیں کسی قسم کی وصیت اپنی کسی

اولاد کے حق میں کرنے کی جرأت نہیں کرنی چاہے ورنہ ایسا کرنا اللہ کا مقابل بننا ہوگا اور اسی کو اللہ کے رسول ﷺ نے بھی واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ اللہ نے ہر وارث کا حق اور حصہ متعین کرکے بتادیا اور دیدیا ہے پس کسی وارث کیلئے وصیت کرنے کی جرأت سے باز رہنا چاہے۔ ورنہ بصورت دیگر عذاب جہنم دائمی کا سامنا کرنے کیلئے تیار رہنا چاہے۔ جیسا کہ فرمان رسول ہے: ❊-❊ عَنْ عَمْرِو بْنِ خَارِجَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ .... يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ». [رواه أحمد والترمذي وغيره، ترمذي: حديث رقم: ٢١٢١، قال الألباني: صحيح] یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار وارث کا حق و حصہ متعین کرکے اسے دیدیا ہے پس کسی بھی وارث کیلئے وصیت نہیں کی جاسکتی۔

ان صریحی احکامات الٰہیہ وفرامین رسول کے ہوتے کسی دادا کا اپنے پوتے کے حق میں خواہ وہ یتیم ہو کہ غیر یتیم وصیت کرنا باطل و مردو اور حرام ہے اور ایسی جرأت کرنا اللہ کا مقابل بننا ہے کیونکہ یہ اللہ کی حدود کو توڑنا اور اللہ و رسول کی صریحی نافرمانی ہے اور اللہ کا صریحی فرمان ہے:
﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللهِ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [سورة النساء: ١١] یعنی باپ، دادا، پردادا وغیرہ درجہ بدرجہ اوپر تک سبھی صاحب فرض وارث ہیں نیز بیٹے پوتے پڑپوتے، نواسے وغیرہ درجہ بدرجہ نیچے تک صاحب فرض وارث ہیں جن تک فریضہ الٰہی کو پہنچانا مذہبی فریضہ ہے۔

## [٤] چوتھا بنیادی نکتہ:

## یتیم پوتا صرف اپنے باپ کے ہوتے ہی محجوب ہے

## چچا تائے کے ہوتے ہرگز محجوب نہیں ہے:

جب یہ ثابت ہو گیا کہ آباء واجداد ہوں یا ابناء و احفاد سب صاحب فرض وارث ہیں تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آباء واجداد ابناء و احفاد جب سبھی صاحب فرض وارث ہیں تو آخر بیک

وقت سب کو ترکہ میں سے حصہ دیا جائیگا یا آخر ان تک حصہ کیسے پہنچایا جائے؟ تو اس سوال کا جواب بھی قرآن وحدیث میں ہی موجود ہے اور ایک بہترین حل ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾[هود: ٧١]

ابراہیم کی بیوی کھڑی ہوئی تھی تو ہم نے اسے خوشخبری دی کہ اس کے ایک بیٹا ہوگا جس کا نام اسحاق ہوگا اور اسحاق کے بعد ایک اور بیٹا پیدا ہوگا جو اسحاق کے پیچھے اس کے بعد ایک اور بیٹا پیدا ہوگا جو اسحاق کا بیٹا ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا تو اسحاق کے پیچھے اس کا بیٹا یعقوب پیدا ہوگا۔

﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ﴾ [يوسف: ٣٨]

اور اس فرمان باری تعالیٰ میں یوسف کا یہ کہنا: میں نے اپنے آباء و اجداد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین و مذہب اور طریقہ کی پیروی کی۔

بنابریں اس طرح یوسف کے باپ یعقوبؑ بھی باپ اور انکے دادا اسحاق بھی باپ اور پر دادا ابراہیمؑ بھی باپ ہوئے اور اسکے برعکس ابراہیمؑ کا بیٹا اسحاق بھی بیٹا اور پوتا یعقوب بھی بیٹا اور پر پوتا یوسف بھی بیٹا ہوئے۔

ان آیات سے ایک خاص روشنی ہمیں ملتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اسمیں درجہ بدرجہ واسطوں کا لحاظ کیا جائیگا۔ یعنی جیسے جیسے ان کا وجود ہوا اسی کے مطابق ان کے ساتھ معاملہ بھی کیا جائیگا۔ یعنی ان کے مابین واسطوں کا لحاظ کیا جائے گا۔ جب واسطہ موجود ہوگا تو اسکا بالواسطہ پیچھے چلا جائیگا، چھپ جائیگا جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾[هود: ٧١]

یعنی یعقوب اسحاق کے توسط سے پیدا ہوگا اور وہ اسکے پیچھے ابراہیم کی نسل کی بقا کا ذریعہ ہوگا باوجودیکہ یعقوب کے چچا تایا اسماعیل پہلے سے موجود ہیں پھر بھی اسحاق کے توسط سے پیدا ہونے والے پوتے یعقوب کو ابراہیم کا بیٹا کہا جو ابراہیم کی ایک علاحدہ نسل کا نمائندہ ہوگا۔ بایں طور ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے بیچ اسحاق اپنے بیٹے یعقوب کیلئے بھی حاجب ہے اور اپنے باپ ابراہیم کیلئے بھی حاجب ہے کیونکہ جب اسحاق موجود ہوگا تو اسکے ایک جانب اسحاق کا باپ ابراہیم اور دوسری جانب اسحاق کا بیٹا یعقوب ہوگا تو اسحاق اپنے باپ اور بیٹے دونوں کے لیئے حاجب ہوگا

کیونکہ دونوں کے لیئے درمیانی واسطہ اسحاق ہے جو دونوں کے آڑے آرہا ہے پس فرمان الٰہی:
﴿وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ﴾[هود: ٧١] کے بموجب اسحاق اپنے باپ اور بیٹے دونوں کے لیئے حاجب ہوگا اور اسحاق کے ہوتے اس کے باپ ابراہیم اور بیٹا یعقوب دونوں ہی آڑ و پردے میں ہونگے۔ کیونکہ ابراہیم و یعقوب کے بیچ اسحاق ہی واسطہ و نسلی تسلسل کا رابطہ و ذریعہ ہے۔ اسماعیل جوکہ یعقوب کے چچا (بڑے چچا و تایا) ہیں انکا ابراہیم و یعقوب کے درمیان نسلی تسلسل میں کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ وہ ابراہیم کی علاحدہ مستقل نسل کے نمائندہ ہیں اسلیئے اسماعیل ابراہیم اور یعقوب کے درمیان حائل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ یعقوب کا واسطہ نہیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یوسفؑ نے یعقوب، اسحاق اور ابراہیمؑ کو درجہ بدرجہ باپ اور والد کہا ہے۔ پس کسی اولاد کا اسکے آباء واجداد سے نسلی ربط انکے واسطوں سے ہی قائم ہے جس میں انکے چچا، تایا وغیرہ کا کوئی دخل نہیں۔ اسی تناظر میں حجب کا یہ اصول بھی مرتب کیا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جوکہ دوسرے شخص کے توسط سے وارث ہے اسکے ہوتے وہ محجوب ہوگا اور جب وہ نہیں رہے گا تو وارث ہوگا۔ جیسے بیٹا اپنے باپ کے ہوتے اپنے دادا پردادا وغیرہ کے مال میں اور دادا اپنے بیٹے کے ہوتے اپنے پوتے کے مال میں جو بیٹا اس پوتے کا باپ ہے وارث وحصہ دار نہیں ہوگا۔ اسی کے بموجب زید بن ثابتؓ کا یہ قول بھی ہے جو امام بخاری نے یتیم پوتے کے حق وراثت کے اثبات کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ (وَلاَ يَرِثُ وَلَدُ الابْنِ مَعَ الابْنِ). یعنی بیٹے کے ہوتے ہوئے اس بیٹے کے ساتھ اسکی اولاد میراث میں سے حصہ نہیں پائے گی بنابریں باپ کے ہوتے ہوئے دادا پردادا وغیرہ بھی حصہ نہیں پائینگے۔ اور جب یہ نہیں ہونگے تو بیٹے کا بیٹا بمنزلہ اس بیٹے کے ہوگا اور دادا بمنزلہ باپ کے ہوگا۔ اسی بناء پر امام بخاری نے بخاری شریف میں یتیم پوتے اور یتیم پوتی کے حق وراثت کے اثبات کیلیئے علاحدہ علاحدہ باب بھی باندھا ہے۔

کیونکہ انکا استدلال وفتویٰ ہے: (وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ عَلَى أَنَّ ابن الِابْنِ يَحُوزُ الْمَالَ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُ ابن). [فتح الباري شرح صحيح البخاري لمؤلفه: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي]

یعنی جب میت کا نیچے کا بیٹا نہ ہو تو اسکے اس بیٹے کا بیٹا اسکے ترکہ کے مال میں سے حصہ پائیگا۔

اسی طریقہ سے (وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ: ... (وَعَلَى أَنَّ الْجَدَّ يَرِثُ جَمِيعَ الْمَالِ إِذَا لم يكن دونه أَب). [فتح الباري شرح صحيح البخاري لمؤلفه: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي]

یعنی باپ کی عدم موجودگی میں دادا میت کا تمام مال پائے گا جب میت صاحب اولاد نہ ہو اور دادا کے علاوہ دوسرا اور کوئی وارث بھی نہ ہو (فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۴)

یہی استدلال و فتوی حضرت عبداللہ بن عباس کا بھی تھا: قَالَ ابن عبد الْبر: وَجه قِيَاس ابن عَبَّاس: أَن ابن الِابْنِ لَمَّا كَانَ كَالِابْنِ عِنْدَ عَدَمِ الِابْنِ كَانَ أَبُو الْأَبِ عِنْدَ عَدَمِ الْأَبِ كَالْأَبِ).
[فتح الباري شرح صحيح البخاري لمؤلفه: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي]

یعنی جب بیٹے کا بیٹا اس بیٹے کی عدم موجودگی میں اس بیٹے کی طرح ہے تو دادا بھی باپ کی عدم موجودگی میں باپ کی طرح ہی ہوگا۔

الحاصل دادا اور یتیم پوتے کا معاملہ بالکل ایک جیسا ہے اور اسی تناظر میں اسکو دیکھا جانا بھی چاہے کیونکہ فرمان الٰہی ہے: ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [سورة النساء: ۱۱] یعنی تمہارے آباء (باپ، دادا، پردادا وغیرہ) ہوں یا تمہارے ابناء (بیٹے، پوتے، پڑپوتے اور نواسے وغیرہ) تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ (علاحدہ علاحدہ فرائض الٰہی) ہیں بیشک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے۔

## [۵] پانچواں بنیادی نکتہ:

لوگوں کا عام طور پر یہی کہنا ہے کہ چونکہ توریث کی بنیاد محض قرابت داری ہے اس لیئے کسی بھی بیٹے کے ہوتے ہوئے کوئی بھی پوتا اپنے دادا کے ترکہ کچھ بھی نہیں پاسکتا ہے کیونکہ بیٹا پوتے سے قریب تر ہوتا ہے۔ پوتا اسی وقت پاسکتا ہے جب میت کا ایک بھی بیٹا موجود نہ ہو۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یتیم پوتی کو بحیثیت صاحب فرض وارث اور ایک بیٹی کے اس کی پھوپھی کیساتھ اسکے دادا کے ترکہ میں حصہ دینے کا فیصلہ دیا جو ایک سے

زیادہ بیٹیوں کے لیئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ یعنی دو تہائی حصہ کی مقدار جو ایک سے زیادہ بیٹیوں کے لیئے مقرر ہے۔ جس ان تمام لوگوں کی بات قطعی طور پر غلط ثابت ہو جاتی ہے جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ توریث کی بنیاد محض قرابت داری ہے اس لیئے کسی بھی بیٹے کے ہوتے ہوئے کوئی بھی پوتا اپنے دادا کے ترکہ کچھ بھی نہیں پاسکتا ہے کیونکہ بیٹا پوتے سے قریب تر ہوتا ہے۔ پوتا اسی وقت پاسکتا ہے جب میت کا ایک بھی بیٹا موجود نہ ہو۔ اب اگر ان لوگوں کی بات کو صحیح مان لیا جائے تو اللہ کے رسول کا فیصلہ غلط ثابت ہوتا ہے جبکہ اللہ کے رسول اور ان کے فیصلے سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے لہٰذا تمام لوگوں کی باتیں بالکل ہی جھوٹی اور من گھڑت ہیں اور اللہ و رسول کا قول اور فیصلہ ہی سب سے بڑی حقیقت اور سچائی ہے۔ پس بناء توریث صرف قرابت داری نہیں ہے بلکہ بناء توریث دو چیزیں ہیں جن میں سب سے پہلی اور اولین بنیاد میت کی اولاد ہونا اور قرابت داری تو ثانوی چیز ہے۔ یہی سبب ہے کہ اللہ کے رسول نے یتیم پوتی کو اس کی پھوپھی کے ساتھ اس فریضہ میں سے حصہ دیا جو ایک سے زیادہ بیٹیوں کا اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ یتیم پوتی کو کیا دیا گیا۔ جتنا کچھ بھی دیا گیا وہ اللہ کے مقرر کیئے ہوئے فریضے میں سے ہی دیا گیا۔ جس سے یہ بات بالکل جھوٹ ثابت ہوتی ہے کہ چچا تائے کے ہوتے یتیم پوتا اپنے دادا کے ترکہ سے حصہ نہیں پاسکتا ہے۔

یہاں جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ کے رسول کے نزدیک پھوپھی کا ہونا یتیم پوتی کے لیئے مانع نہیں تھا۔ ٹھیک اسی طرح سے چچا تائے کا ہونا بھی یتیم پوتے کے حق و حصہ پانے کے لیئے مانع نہیں۔ یتیم پوتا تو بمقابلہ یتیم پوتی کے بدرجہ اولیٰ اپنے دادا کے ترکہ میں حقدار و حصہ دار ہے۔ جب طبقہ اولی کی مونث اولاد (بیٹی) کے ہوتے ہوئے طبقہ ثانیہ کی مونث اولاد (پوتی) کے میت کے ترکہ سے حصہ پانے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے تو پھر طبقہ اولی کی مذکر اولاد (بیٹے) کے ہوتے طبقہ ثانیہ کی مذکر اولاد (یتیم پوتا) کے میت کے ترکہ سے حصہ پانے میں بھی کوئی چیز مانع نہیں ہے اور جو مانع بتایا جاتا ہے وہ محض من گھڑت جھوٹ اور فریب ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کے رسول کے اس فیصلے کے خلاف ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اس فیصلہ کے ذریعہ جس میں آپ نے یتیم پوتی کو اس کی پھوپھی کے ساتھ اسکے دادا کی میراث وترکہ کے مال میں بحیثیت ایک بیٹی کے بطور صاحب فرض وارث کے حصہ دیئے جانے کا فیصلہ دیکر یہ بتادیا ہے کہ جو بیٹا یا بیٹی نہ ہو اسکی جگہ اس بیٹے یا بیٹی کی اولاد بطور صاحب فرض مستحق ترکہ ہونگے اور حصہ پائیں گے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ یعنی جو کچھ والدین اور اقرباء چھوڑ گئے ہوں علاحدہ علاحدہ ہر ایک کے ترکہ میں سے بطور وارث مرد و عورت جو بھی موجود ہوں ہر ایک کے لئے علاحدہ علاحدہ ایک ایک حصہ ہے خواہ ترکہ کا مال کم ہو یا زیادہ نیز حصہ کی مقدار کم بنے یا زیادہ۔ کم و بیش جس مقدار میں جس کا جو بھی حصہ نکلتا ہے وہ سب کا سب اللہ کی جانب سے فرض کیا ہوا ہے جو کہ فریضہ الٰہی ہے۔[سورہ النساء:۷]

والدین کے ترکہ میں اسکی ساری اولادوں کیلئے خواہ وہ مرد ہوں کہ عورتیں علاحدہ علاحدہ ایک ایک حصہ منجانب اللہ مقرر شدہ ہے جس کی وصیت اللہ نے خود کی ہے جو اسکا فریضہ ہے: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾ [سورة النساء: ٣٣] یعنی ہم نے ہر مرنے والے والدین و اقرباء کے ترکہ کے حقدار وحصہ دار بنادیئے ہیں پس اللہ کے بنائے ہوئے وارثوں کو انہیں انکا حصہ دیدو۔ اور جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگراں و گواہ ہے۔

اللہ کا یہ حکم اور فرمان اس حکم الٰہی کے عین مطابق ہے: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ یعنی جو بھی ترکہ والدین ہو (خواہ باپ کا یا دادا کا) ان سب میں عورتوں کیلئے بھی ایک مقررہ حصہ ہے اور مردوں کیلئے بھی ایک مقررہ حصہ ہے۔[سورة النساء: ٧]

توجب اللہ کے رسول ﷺ نے یتیم پوتی کو اسکی پھوپھی کیساتھ اسکے دادا کے ترکہ میں بحیثیت ایک صاحب فرض بیٹی کے حصہ دیئے جانیکا فیصلہ دیا ہے تو پھر یتیم پوتے کو اسکے چچا کیساتھ بحیثیت صاحب فرض بیٹے کے حصہ دیئے جانے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

جب راوی حدیث عبد اللہ بن مسعود کے سامنے وہ معاملہ آیا جس میں یتیم پوتی کو محروم کیا گیا تھا تو فوراً انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلی ہوئی گمراہی ہے اور اگر میں بھی ایسا کروں کہ یتیم پوتی کو محروم کردوں تو میں بھی گمراہ ہو جاؤں گا کیونکہ اللہ کے رسول نے اسے حصہ دیئے جانے کا فیصلہ دیا ہے۔ اس یہ بات معلوم ہوئی کہ خواہ یتیم پوتا ہو یا یتیم پوتی کسی کو بھی اس کے دادا کے ترکہ سے محروم کرنا گمراہی اور اللہ و رسول کے حکم اور فیصلے کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

جب اللہ کے رسول کا فیصلہ موجود اور ثابت شدہ ہے کہ آپ نے یتیم پوتی کو اس کی پھوپھی کے ساتھ اس فریضے میں سے حصہ دیا ہے جو ایک سے زیادہ بیٹیوں کا بنتا ہے تو پھر کسی مومن کیلیۓ اس سے انکار کی قطعی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا﴾ [سورة الأحزاب: ٣٦]

یعنی کسی بھی معاملہ میں کسی مومن مرد و عورت کو قطعی کوئی حق و اختیار حاصل ہی نہیں رہتا ہے جب اللہ و رسول اس کا فیصلہ کر دیئے ہوں بلکہ لازمی طور پر اسکی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ من و عن اسکو مان لے اور اس پر عمل کرے۔ اور جو کوئی بھی اللہ و رسول کی نافرمانی اور ان کے حکم، فرمان اور فیصلے کی خلاف ورزی، اندیکھی یا مخالفت کرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی کا شکار ہو گا۔

بنا بریں یتیم پوتے کے اس کے چچا تائے کے ہوتے اس کے حق و حصہ کی مخالفت اور خلاف ورزی اور انکار کھلی ہوئی گمراہی ہے۔ کیونکہ دادا اپنے یتیم پوتے کا اسی طرح والد و باپ ہے جیسے اس یتیم پوتے کے باپ، چچا اور تائے کا والد و باپ ہے اور یتیم پوتا بھی اپنے دادا کی اسی طرح اولاد و بیٹا ہے جیسے اس کے چچا تائے ہیں۔ کیونکہ جب ان میں کا کوئی چچا تایا مریگا تو یتیم پوتے کا

دادا اتنا ہی پائے گا جتنا کہ یتیم پوتے کے مرنے پر پائے گا۔ بلکہ اگر یتیم پوتے کا دادا کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہ ہو تو ترکہ کا سارا مال پا جائے گا۔

## [٦] چھٹا بنیادی نکتہ:

لوگ اس بات کا مشورہ دیتے ہیں کہ دادا کو چاہیئے بلکہ بعض لوگ تو ایسا کرنا دادا پر واجب قرار دیتے ہیں کہ دادا اپنے اس یتیم پوتے کے حق میں لازمی طور پر وصیت کرے۔ جب کہ معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی یتیم پوتے کے حق میں وصیت کر دی ہے جس کے بعد کسی وصیت واجبہ کی قطعی کوئی گنجائش اور ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی ورثاء اور انکے حقوق و حصے اور انکی مقدار طے کر دی ہے اور ہر ایک کا علاحدہ علاحدہ حصہ مقرر کر دیا تو پھر اسمیں کسی کلام کی گنجائش اور کسی کو کچھ کہنے کا حق ہی حاصل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس بات کا مجاز ہے کہ اس میں کسی بھی طور پر مداخلت کرے اور اپنے طور پر کچھ کہے حکم لگائے اور فتویٰ دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی تک کو فتویٰ دینے سے باز رکھا ہے چنانچہ فرمایا:

﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ [سورة النساء: ١٧٦] یعنی اے نبی! لوگ تم سے فتوی پوچھ رہے ہیں ان سے کہدو کہ اللہ تعالیٰ خود تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دے رہا ہے۔

اس آیت میں ہے کہ لوگ اللہ کے رسول سے کلالہ و میراث کے بارے میں فتویٰ پوچھ رہے تھے تو بجائے اس کے کہ وہ فتویٰ دیتے اللہ تعالیٰ بذات خود ہی فرائض، حقوق الوارثین اور احکام میراث سے متعلق فتویٰ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ فرائض، حقوق الوارثین سے متعلق بہت ہی محدود بلکہ چند ایک حدیثیں ملتی ہیں جس میں اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید کو لازم پکڑ کر ترکہ و میراث کی تقسیم کی جائے اور جس ترتیب اور حساب سے اللہ نے وارث بنایا ہے اسی کے مطابق ترکہ کو بانٹا جائے اور الگ کر کے ہر ایک وارث کو جو کہ فریضہ الٰہی کے مستحق ہوں انہیں انکا حصہ انکے حوالے کر دیا جائے چنانچہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَى كُلِّ

شَيْءٍ شَهِيدًا﴾[سورة النساء: ٣٣]

اسی طرح اللہ کے رسول کا یہ فرمان ہے: *-* عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-: «أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ». [صحيح بخاري: ٦٧٣٥، ٦٧٣٢، مسلم: ١٦١٥ - فتح ١٢/ ١٦]

یعنی اللہ کے متعین کردہ ورثاء جو کہ اہل فرائض ہیں انہیں انکے حصے دیدو۔

نیز فرمان نبوی ہے: *-* عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللهِ، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ». [مسلم: ٤ - (١٦١٥)] یعنی مال متروکہ (میراث وترکہ کے مال) کو کتاب اللہ قرآن مجید کی بنیاد پر ان میں مذکور مستحقین ترکہ جو کہ صاحب فرض وارث ہیں کے درمیان تقسیم کردو۔

البتہ بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مستحقین ترکہ کو دیدینے کے بعد بھی ترکہ و میراث کے مال میں سے کچھ حصے باقی بچ رہتے ہیں تو اسکے بارے میں سوال پیدا ہوتا ہے اسکا کیا کیا جائے جیسے تین بیٹیاں، ماں اور بیوی ہوں تو کل ترکہ کے چوبیس حصے ہونگے جس میں سے دو تہائی (١٦) حصہ تینوں بیٹیوں کا اور چھٹا (٤) حصہ ماں کا اور آٹھواں (٣) حصہ بیوی کا بنتا ہے جنکا مجموعہ (٢٣) آتا ہے جبکہ ایک حصہ باقی بچ رہتا ہے تو ایسی صورت میں فرمان رسول ہے:

(فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ أو فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ).

یعنی جو میت کا سب سے قریبی ہو اور مرد ہو تو وہ باقی بچا ہوا حصہ اس مرد کو دیدو جیسے چچا یا چچازاد وغیرہ۔ [بخاری و مسلم وغیرہ]۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ فقہی دین و مذہب اور اسکی من گھڑت اصطلاحات نے اسلام کے اس مقدس، عادلانہ و منصفانہ نظام تقسیم میراث کو کچھ کا کچھ بنادیا ہے۔ اور لوگوں نے اسی کو دین و شریعت اور قوانین اسلامی مان لیا ہے جنکے بارے میں یہ فیصلہ الٰہی ہے: ﴿أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ

مُنَزَّلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ [سورة الأنعام: ١١٤-١١٧]

﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [سورة الأنعام: ١١٥]

﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ ﴿إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ [سورة الأنعام: ١١٦-١١٧]

یعنی لوگ آراء و قیاسات اقوال الناس واجتہادات فقہاء کے پیچھے لگے ہوئے ہیں جبکہ یہ سبھی مبنی بر ظنون ہی ہیں اور یہ انکی اٹکل بازیاں ہی ہیں نہ کہ وحی الٰہی ہے جبکہ حق صرف وہی ہے جو منجانب اللہ ہو جیسا کہ فرمان الٰہی: ﴿الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ﴾ [سورة البقرة: ١٤٧]

یعنی حق وہی ہے جو تمہارے رب کی جانب سے نازل شدہ ہے (خواہ وہ وحی متلو کتاب اللہ قرآن مجید کی شکل میں ہو یا وحی غیر متلو سنت رسول اللہ بشکل احادیث رسول اللہ صحیحہ ثابت ہو) پس تم ان دونوں کے بارے میں کسی قسم کے شکوک و شبہات کرنیوالے نہ بن جاؤ۔

یہی وجہ ہے کہ عمر فاروقؓ نے کہا: *-*قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، «السُّنَّةُ مَا سَنَّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ -صلى الله عليه وسلم-، لَا تَجْعَلُوا خَطَأَ الرَّأْيِ سُنَّةً لِلْأُمَّةِ». [جامع بيان العلم و فضله: رقم: ٢٠١٤، كنز العمال: ٢٩٤٧٨، جامع الأحاديث: ٣٠٢٤١، تاریخ التشریع اسلامی]

یعنی سنت، دین و شریعت اور اسلام وہی ہے جو اللہ و رسول کا متعین کردہ منجانب اللہ ہے اور مبنی بر وحی الٰہی ہے پس تم کسی شخص کی غلط رائے و قیاس، قول واجتہاد اور مبنی بر غلط اجماع کو امت اسلامیہ کیلئے دین و شریعت اور اسلامی قانون نہ بناڈالو۔

درحقیقت یہ ساری چیزیں مبنی بر ظنون ہیں اور وحی الٰہی کا درجہ انہیں حاصل نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ عمر فاروقؓ کا ایک مجلس کی تین طلاقوں کے سلسلہ میں اجتہاد و قیاس اور رائے و فرمان خلافت فاسد و غیر فطری ثابت ہوا جس پر انہیں آخر وقت میں ندامت بھی ہوئی۔ بعینہٖ یہی معاملہ یتیم پوتے کی محجوبیت کا بھی ہے جو غیر فطری، غیر شرعی، غیر منصفانہ و غیر عادلانہ فیصلہ ہے جسکو بعد کے لوگوں نے اجماع امت، تعامل امت وغیرہ کے نام دے لئے ہیں جن کے بارے میں یہ

فرمان الٰہی صادق آرہا ہے: ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى﴾ [سورة النجم: ٢٣]

یعنی کہ یہ سب نام تو تمہارے باپ داداؤں نے دے لیا ہے جس کے بارے میں اللہ کی جانب سے کوئی دلیل نہیں نازل کی گئی ہے یہ تو لوگوں کا ظن ہے اور یہ انکی اٹکلیں ہیں جو ان کی خواہش نفس کے مطابق اور من موافق ہے حالانکہ ان کے رب کی جانب سے سراپا ہدایت (قرآن وسنت) موجود ہے۔

## دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے کو محجوب قرار دیئے جانے کے سلسلے میں غلطی کب، کہاں اور کیسے ہوئی؟

یتیم پوتے کو محجوب کرنا ایک فکری اور اجتہادی فقہی غلطی ہے! اسکی بنیاد صرف اس مفروضہ پر ہے کہ چونکہ بیٹا بمقابلہ یتیم پوتے کے میت کا زیادہ قریبی اور اولی ہے اسلئے بیٹا ہی وارث ہوگا اور یتیم پوتا لازما محجوب و محروم الارث ہوگا۔ اس مفروضہ کی بنیاد پر یتیم پوتے کو محجوب قرار دیا جاتا ہے جس کا تصور عہد نبوی، عہد صحابہ وتابعین میں نہیں پایا جاتا تھا اور نہ ہی کوئی ادنی سا ثبوت اس بارے میں ملتا ہے البتہ بعد کے لوگوں نے اسکو اجماع، اجماع متیقن قرار دیدیا جسکے بعد تقلیدی ذہنیت کے حامل اکابر پرستوں نے اسکو ایک محکم شرعی مسئلہ بناڈالا حالانکہ یہ مسئلہ شرعا واصولا دونوں اعتبار سے غلط اور بے بنیاد ہے اور اللہ ورسول کے صریح احکام وفرامین کی خلاف ورزی ہے اور فرمان الٰہی ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کرواس بات کی وصیت تمہیں اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔[سورة النساء: ١١]

*-*عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَاتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ». یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کرو۔

[بخاري: ٢٥٨٧، مسلم: ١٣ - (١٦٢٣)]

اس فرمان نبوی کے صریحی خلاف اور اس کی نفی اور انکار ہے۔ اور ان یتیموں پوتوں پر سراپا ظلم اور صریحی طور پر ناانصافی ہوتی ہے۔

دراصل اجماع صرف اس بات پر ہوا تھا کہ جو بیٹا بذات خود موجود ہو اس کے رہتے اس کے بیٹے بیٹیاں اس کے ساتھ میت کے ترکہ سے حصہ نہیں پائیں گے۔ لیکن کچھ لوگوں نے اس سے یہ مفہوم نکالا کہ میت کے کسی بھی بیٹے کو ہوتے ہوئے کوئی بھی پوتا میت کے ترکہ سے حصہ نہیں پا سکتا ہے۔ چنانچہ اس غلط تصور کے چلتے غلط طور پر لوگوں نے یتیم پوتے اس کے چچا تائے کے ہوتے مجوب و محروم الارث قرار دے دیا۔

❀❀❀

## چند قابل غور نکات اور اغلاط کی نشاندہی:

دادا کے ترکہ میں یتیم پوتوں کو مجوب و محروم الارث قرار دینے کے سلسلہ میں چند بہت ہی فاش غلطیاں کی جاتی ہیں جو درج ذیل ہی:

### [۱] پہلی بنیادی غلطی:

دادا کو والد اور یتیم پوتے کو اسکی اولاد نہ ماننا بلکہ اسکے بجائے یتیم پوتے کو دادا کا قریبی بتانا اور الاقربون میں لفظ اقرب سے استدلال کرنا اور الاقرب فالاقرب کے فقہی اصول کے تحت بیٹے کو اقرب اور یتیم پوتے کو ابعد قرار دینا جبکہ اللہ کا صریحی فرمان موجود ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ [سورة النساء: ۷]

یعنی والدین میں سے جو بھی وفات پا جائیں اور انکی اولاد میں جو بھی مرد و عورت ہوں ان سب کے لئے اس ترکہ والدین کے اندر ایک متعینہ حصہ ہے اسی کے تحت اللہ کے رسول ﷺ نے یتیم پوتی کو اسکی پھوپھی کیساتھ بطور صاحب فرض بیٹی کے حصہ دیا ہے۔

### [۲] دوسری بنیادی غلطی:

یتیم پوتے کو اس کے چچا و تائے کے ہوتے درج ذیل فرمان الٰہی و وصیت الٰہی سے خارج مانا جاتا ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ .... آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [سورة النساء: ١١]

جبکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کے پوتے یعقوب کو انکے چچا (بڑے چچا، تایا) اسماعیلؑ کے ہوتے اولاد و بیٹا قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ (سورة العنكبوت: ٢٧)

﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ﴾ (سورة الأنبياء: ٧٢)

اور اللہ کے رسول نے یتیم پوتی کو اولاد و بیٹی مان کر اسکی پھوپھی کے ساتھ بحیثیت صاحب فرض وارث اور بطور اولاد کے حصہ دیا ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یتیم پوتا اپنے چچا تائے کے ہوتے اپنے دادا کے ترکہ میں صاحب فرض وارث اور حق دار و حصہ دار ہے۔

## [٣] تیسری بنیادی غلطی:

جو سب سے اہم و فاش غلطی ہے بلکہ سارے فساد کی جڑ ہے وہ بیٹے پوتے پڑپوتے وغیرہ کو عصبہ قرار دینا اور بیٹے پوتے کے درمیان الاقرب فالاقرب کا اصول نافذ کرنا اللہ و رسول کے حکم و فیصلہ کے صریحی خلاف ہے پس باطل و مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ پس باپ، دادا پردادا وغیرہ اسی طریقہ سے بیٹے پوتے پڑپوتے وغیرہ سبھی صاحب فرض وارث اور فریضہ الٰہی کے مستحق ہیں اس میں قرب و بعد کی بناء پر فرق و تمیز نہیں ہونی چاہے کیونکہ کوئی نہیں جان سکتا ہے کہ ان میں کا کون قریبی اور کون دور والا ہے کس سے نفع حاصل ہوگا اور کس سے نہیں پس بیٹے، یتیم پوتے کے درمیان قرب و بعد کی بنیاد پر اور دادا اور اسکے یتیم پوتے کے درمیان چچا کو دخیل و حاجب مان کر حکم لگانا، فتویٰ دینا خلاف حکم الٰہی، باطل و مردود ہے۔ [سورة النساء: ١١]

اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے: ﴿نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ اور ﴿فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ﴾۔

اور اللہ کے رسول کا فرمان اور فیصلہ ہے:

*-*عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: «قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا، وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا». [بخاري: حديث رقم: ٦٩٠٩، مسلم: حديث رقم: ٣٥ - (١٦٨١)]

یعنی اللہ کے رسول نے فیصلہ دیا کہ مرنے والی کی میراث اس کے بیٹوں کے لیئے ہے اور دیت کی ادائیگی کی ذمہ داری اس کے عصبہ پر ہوگی۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ مرنے والی عورت کی میراث کے اصل وارث اس کے بیٹے اور شوہر ہیں اور عصبہ کا کچھ بھی نہیں ہے۔

بنا بریں بیٹے پوتے پڑپوتے وغیرہ اسی طریقہ سے صاحب فرض وارث ہیں جیسے شوہر ہے اور عصبات انکے علاوہ لوگ ہیں پس بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ سبھی صاحب فرض وارث ہیں عصبات نہیں ہیں اس پر اللہ و رسول کا صریحی فرمان و فیصلہ موجود ہے جو نص صریحی و حجت قاطع ہے جسکے بالمقابل کسی کا قول و قیاس، رائے واجتہاد کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

## [٤] چوتھی غلطی:

بیٹے، پوتے، پڑپوتے وغیرہ کو عصبہ قرار دینے کے بعد الاقرب فالاقرب کا اصول نافذ کر کے بیٹے کو قریبی مان کر یتیم پوتے کو کسی بھی بیٹے کے ہوتے ہوئے مجوب قرار دینا جبکہ دونوں علاحدہ علاحدہ میت کی اولاد اور دو علاحدہ علاحدہ نسل کی نمائندگی کرتے ہیں جس طریقہ سے دادا اپنے موجودہ بیٹے کا براہ راست وارث اور اسکے ترکہ میں حصہ دار ہے بعینہٖ اسی طریقہ سے وہ اپنے یتیم پوتے کا بھی براہ راست وارث اور اسکے ترکہ میں حصہ دار ہے پس جس طریقہ سے میت کا موجودہ بیٹا وارث اور اسکے ترکہ میں حصہ دار ہے ٹھیک اسی طریقہ سے بیٹے کا بیٹا (یتیم پوتا) بھی اسکے ترکہ میں حصہ دار اور اسکا وارث ہے۔ حجب کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ (من لا یرث لا یحجب) یعنی جو شخص جسکا وارث نہ ہو وہ اسکا حاجب بھی نہیں ہوگا۔ اس اصول کے تحت بھی

چچا اپنے یتیم بھتیجے کیلئے اسکے دادا کے ترکہ میں اصولی طور پر بھی حاجب نہیں ہو سکتا کیونکہ چچا کے مال و ترکہ میں سے اسکے یتیم بھتیجے کو کچھ بھی ملنے والا نہیں ہے بلکہ کل کا کل مال اسکے چچا کی اولادوں کا ہوگا پس چچا کی وجہ سے یتیم بھتیجے کو اسکے دادا کے ترکہ میں محجوب قرار دینا شرعاً و اصولاً غلط اور باطل و مردود ہے اس سے اللہ کی حدوں کو توڑنا لازم آتا ہے کیونکہ احکام میراث، حقوق الوارثین وغیرہ کو اللہ تعالیٰ نے ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللهِ﴾ حدود الٰہی قرار دیا جیسا کہ فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللهِ وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ یعنی یہ سبھی اللہ کی قائم کی ہوئی حدیں ہیں تو جو ان کی پاسداری کریگا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کریگا اور جو شخص ان حدوں کو توڑے گا ان کا انجام ہمیشہ کے لیئے جہنم کی آگ ہوگی اور ذلت و رسوائی کا عذاب ہوگا۔ [سورة النساء: ١٣-١٤]

❀❀❀

## خلاصة البحث:

الحاصل یتیم پوتا اپنے دادا کی اولاد اور اسکا دادا اسکا والد ہے جسکے ترکہ میں اسکی حصہ داری کتاب و سنت سے اور آیت قرآنی و صحیح و صریح احادیث نبویہ سے ثابت و مسلم ہے جسکا انکار کوئی صاحب ایمان، متقی و پرہیزگار اور خوف الٰہی و خوف آخرت رکھنے والا شخص ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص انکار کرتا ہے اسکا دین و ایمان اور عقیدہ مشکوک ہے اسلئے کہ وہ اللہ و رسول کے صریحی احکام و فرامین کا منکر ہے کیونکہ یتیم پوتا بفرمان الٰہی و بفیصلہ نبوی صاحب فرض وارث اور مستحق ترکہ ہے نہ کہ عصبہ ہے کہ اس پر (**الاقرب فالاقرب**) کا فقہی اصول نافذ کر کے محجوب و محروم الارث قرار دیا جائے بلکہ صریحی طور پر اس یتیم پر ظلم اسکی حق تلفی اور اسکے ساتھ ناانصافی ہے اور حکم الٰہی کی کھلم کھلا مخالفت اور اس فرمان الٰہی کا مصداق ہے:

﴿وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ﴾ [سورة الحج: ٥١]

یعنی جو لوگ ہماری آیتوں، احکام و فرامین کو نیچا دکھانے اور اسمیں خلل ثابت کرنے میں کوشاں اور اللہ کو ظالم ٹھہرانے پر تلے ہوئے ہیں وہ جہنمی ہیں۔ جب اللہ نے خود ہی اولاد کے حق میں ایک مستقلا وصیت ﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ... آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللهِ﴾[سورة النساء: ١١] کر رکھی ہے تو اس سے انکار کرکے اپنے طور پر دادا کو اسکے یتیم پوتے کے حق میں وصیت کر جانے کی تلقین و ہدایت کرنے والے لوگ اور اسکو واجب قرار دینے والے لوگ اللہ رب العالمین کا مقابل بننے کے کوشاں ہیں جو شیطانی عمل اور طریقہ ابلیس لعین ہے اور صریحی طور پر اللہ کے اوپر افتراپردازی اور جھوٹا بہتان باندھنا ہے شاید ایسے ہی موقع سے متعلق اللہ کا یہ فرمان: ﴿انْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ وَكَفَى بِهِ إِثْمًا مُبِينًا﴾ [سورة النساء: ٥٠] ﴿ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ [سورة المائدة: ٧٥]

یعنی دیکھو تو سہی کہ کیسے لوگ اللہ کے اوپر جھوٹی باتیں گھڑتے ہیں اور افتراء پردازی کرتے ہیں اور یہی گناہ ان کے حق میں کافی ہے پھر دیکھو تو سہی کہ وہ کیسی بہکی بہکی باتیں کررہے ہیں اور کہاں کہاں بھٹک رہے ہیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یتیم پوتے کو یتیم بناکر بھول گیا تو کبھی کہتے ہیں کہ اسکا حق متعین کرنا اسے یاد نہ رہا، کبھی کہتے ہیں کہ وہ ضیاع ہے اسکا کوئی حق اسکے دادا کے ترکہ ومال میں نہیں بنتا ہے کبھی کہتے ہیں کہ اللہ نے اسکا حق رکھاہی نہیں ہے۔

کبھی کہتے ہیں کہ اگر یہ ظلم ہے تو اللہ اور اسکے رسول جانیں۔ نہیں نہیں یہ خود ہی ظالم اور بے ایمان ہیں اللہ نے تو یہ کہاہے کہ (وہ سارے لوگ ان یتیم اولادوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں جو صاحب اولاد ہوں اور اپنی اولاد کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں گویا کہ یہ انکی اپنی اولادیں ہیں پھر اللہ کا خوف رکھ کر آخرت کی ڈر کرکے حق اور انصاف پر مبنی سچی، درست بات کہیں۔ [سورہ نساء/۹] اور ایسی بات کہنے سے پرہیز کریں جس پر اللہ ورسول کی جانب سے کوئی دلیل و حجت وبرہان موجود نہیں ہے۔ ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى﴾[سورة النجم: ٢٣]

یعنی جس چیز کے بارے میں اللہ کی جانب سے کوئی نازل شدہ دلیل نہیں ہے تو وہ محض لوگوں کا اتباع ظن اور خواہش نفس کی پیروی ہے جبکہ انکے پاس انکے رب کیجانب سے آئی ہوئی ہدایات و تعلیمات (کتاب وسنت جو بشکل قرآن و حدیث نبوی صحیح) موجود ہے لہٰذا کتاب و سنت، قرآن و حدیث کی صریحی تعلیمات وہدایات کے ہوتے ہوئے فقہ و فتاویٰ کی بنیاد پر فرائض اور حقوق الوارثین کے تعلق سے کوئی فیصلہ لینا اور حکم لگانا اللہ کے اوپر افتراء پردازی ہے اور سنگین جرم ہے (اعاذنا اللّٰہ من ذلک)۔

❀❀❀

## ایک چیلنج:

کتاب وسنت کے ان واضح احکام وفرامین کے باوجود اگر کوئی شخص متبع کتاب وسنت ہونیکا دعویدار ہے اور یتیم پوتے کی محجوبیت کو شرعی و محکم اور مبنی بر کتاب وسنت مسئلہ سمجھتا ہے تو اسکو یہ چیلنج ہے کہ وہ کوئی ایسی صحیح حدیث رسول کو پیش کرے جس میں اس بات کی صراحت کی گئی ہو کہ دادا کے ترکہ میں یتیم پوتا اپنے چچا کے ہوتے ہوئے وارث و حصہ دار نہیں ہوسکتا یا اللہ کے رسول کا کوئی ایسا عمل کہ آپ ﷺ نے کسی یتیم پوتے کو اسکے چچا کے ہوتے اسکے دادا کے ترکہ سے محروم کیا یا کئے جانیکا فیصلہ دیا یا حکم کیا ہو یا کسی صحابی رسول نے ایسا کوئی عمل کیا ہو جس کی تائید اللہ کے رسول ﷺ نے کی ہو۔ ﴿فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾[سورة البقرة: ٢٤]

آخر میں اللہ رب العالمین سے دعاہے کہ وہ ہم سب کو اپنے دین اسلام کو اسکے اصل مآخذ ومصدر قرآن وسنت کے ذریعہ صحیح ڈھنگ سے جاننے سمجھنے اور اس پر عمل کرنیکی توفیق عنایت فرمائے (آمین) هذا ما عندي والله أعلم بالصواب وصلى الله على نبينا محمد وآله وأصحابه أجمعين۔ کتبہ العبد الفقیر الراجی لعفو ربہ: مسرور احمد الفرائضی [بروز جمعہ بتاریخ: ۲۱/اپریل(۲۰۰۶ء)]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

١۔ ﴿بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [النحل/ ٤٤]

٢۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النساء/ ٥٩]

٣۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ [سورہ محمد/ ٣٣]

## معنی ومفہوم

۱۔اور ہم نے تمہاری طرف بھی ذکر الٰہی (قرآن) نازل کردیا ہے تاکہ اس میں جو کچھ بھی ہے وہ لوگوں کے لئے ہی نازل کیا گیا ہے۔اس کو آپ ان لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کردیں (تاکہ وہ یہ جان جائیں کہ ان کے لئے ان کے رب اللہ تعالیٰ نے کیا کچھ نازل کر رکھا ہے۔اور جب وہ جان جائیں گے تو) ہوسکتا ہے کہ وہ اس پر غور وفکر کریں اوراس کے بارے میں سوچیں سمجھیں۔

۲۔اور تمھارے درمیان کسی بھی چیز کے بارے میں کسی بھی قسم کا اختلاف اور تنازعہ پیدا ہو جائے تو اس کا واحد طریقہ یہی ہے کہ اس کو

صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ (کلامِ الٰہی قرآن اور فرامین رسول احادیث نبویہ صحیحہ وسنت ثابتہ) کے احکام وفرامین کی طرف واپس اس کے حل کرنے کے لئے لے آؤ اگر واقعی میں تم اللہ تعالیٰ کی ذات اور قیامت کے دن کے انجام پر ایمان ویقین رکھتے ہو۔ تو یہی سب سے بہتر طریقہ ہے اور اسی میں تمھاری بھلائی ہے اور یہی سے سب سے بہترین تاویل وتشریح اور نتیجہ کے اعتبار سے اس کا سب سے بہترین حل ہے۔

۳۔اے وہ لوگو! جو یہ کہتے ہو کہ ہم اللہ ورسول پر ایمان لے آئے ہیں تو اللہ ورسول کا یہ حکم ہے کہ تم صرف اور صرف اللہ کا کہا مانو اور رسول اللہ ﷺ کا کہا مانو اور انھیں دونوں کے کہے اور بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کرو اور ایسا نہ کر کے اپنے اعمال کو ضائع وبرباد اور بے کار نہ کرو۔
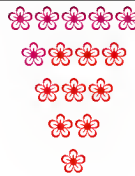
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمہ

الحمد لله رب العٰلمین والعاقبة للمتقین ولا عدوان لا على الظالمین وصلى الله وسلم على عبده ورسوله محمد بن عبدالله الأمین وعلیٰ آله واصحابه أجمعین ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد!

باپ دادا کے زمانے سے ہم یہ سنتے چلے آئے تھے کہ جو بیٹا اپنے باپ کی زندگی میں مر جاتا ہے اور اپنے پیچھے اولاد چھوڑ جاتا ہے تو اس کی اولادیں محجوب ہو جاتی ہیں، اور ان کا کوئی حق وحصہ ان کے دادا کے ترکہ میں نہیں بنتا ہے، چنانچہ ان یتیم پوتوں کو دادا کے ترکہ سے یہ کہہ کر محروم کر دیا جاتا ہے کہ وہ محجوب ہوگئے ہیں اور شریعت نے ان کے لئے کوئی حق اور حصہ متعین نہیں کیا ہے۔ اس طرح سے لوگ یہ کام شریعت کے نام پر کارِ ثواب سمجھ کر انجام دیتے ہیں البتہ بعض لوگوں کو یہ کام اور یہ حکم فطری نہیں لگتا ہے، لیکن چونکہ اس کو شرعی حکم کے طور پر متعارف کرا دیا گیا ہے اس لئے ہر شخص خواہ عالم ہو یا جاہل اس کو محکم شرعی مسئلہ ہی سمجھتا ہے، اس لئے لب کشائی کرنے سے ڈرتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی شرعی مسئلہ ہے ہی نہیں بلکہ ایک قیاسی مسئلہ ہے اور صریحی طور پر بے بنیاد، خلاف کتاب وسنت اور انتہائی نا معقول اور باطل تصورات پر مبنی ہے اور اللہ ورسول کے احکام وفرامین کی کھلی خلاف ورزی اور ایک شرعی وارث اور یتیم کو اس کے حق سے محروم کرنا ہے، جو موجب جہنم عمل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اس سلسلے میں واضح حکم موجود ہے کہ جو لوگ یتیم کے مال کو بزور قوت، ظالمانہ طور پر کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے ہوتے ہیں، اور ایسے لوگ عنقریب جہنم میں پہونچائے جائیں گے، جیسا کہ سورہ نساء آیت نمبر (۱۰) کے اندر اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ بیان کیا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾ [سورة النساء: ۱۰]

ایسا کرنے سے باز رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بایں الفاظ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾[سورة النساء: ٩] جو لوگ یتیموں کو ان کے حق سے محروم کردیتے ہیں انھیں اللہ سے ڈرنا چاہیئے کہ اگران یتیم بچوں کی جگہ خود ان کی اپنی اولاد رہتی اور وہ اس دنیا سے جارہے ہوتے تو آخران کا اپنا تصوران کے اپنے بچوں کے بارے میں کیا رہتا؟ ڈرتے یا نہیں ؟ضرور ڈرتے پس لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ان یتیموں کے بارے میں بھی اللہ کا خوف رکھیں اور جو کچھ بھی کہیں وہ سچائی حق وانصاف پر مبنی ہو، اس کلام الٰہی کے ذریعہ اللہ رب العالمین ہر شخص کو خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، مفتی ہو یا مولانا، ان پڑھ ہو یا کم پڑھا لکھا، ہر شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمارہاہے جس کو نگاہ میں رکھ کر اور اس کے تناظر میں ہی کچھ کہنا، لکھنا یا پڑھنا وفتویٰ دینا اور بحث کرنا چاہیئے لیکن افسوس کہ عوام الناس تو عوام الناس بڑے بڑے علماء اور مفتیان کرام نے بھی اس حکم الٰہی کو یکسر نظرانداز کر رکھا ہے اور رٹی رٹائی وسنی سنائی باتوں اور لوگوں کے آراء وافکار اور قیاسات کو دین وشریعت کا نام دے لیا ہے اور اس پر آنکھ بند کر کے عمل جاری رکھے ہوئے ہیں اور فتویٰ بھی دیئے چلے جارہے ہیں، اور جس مسئلہ کو لوگوں نے شرعی مسئلہ سمجھ رکھا ہے اور ہر خاص وعام اتفاق کئے ہوئے ہیں اور اسے متفقہ اوراجماعی مسئلہ تسلیم کئے ہوئے ہیں جب کہ وہ حقیقت میں بے بنیاد اور شرعاً واصولاً معکوس ہے یعنی جس کو لوگ محجوب کہتے ہیں وہ حقیقت میں شرعی اور اصولی طور پر وارث ہوتا ہے اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جائے گی، یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ یتیم وارث کے حق کو مارلینااور اس کے مال کو کھاجانا آدمی کے اوپر جہنم کو واجب کردیتا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، اور ظاہر سی بات ہے کہ یتیم پوتا اس سے مستثنیٰ نہیں ہے لہٰذااس کے حق کو مارجانااور ہڑپ لیناخود کو جہنم کا مستحق بنالینا ہے۔ کیونکہ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ وہ اولاد میں سے ہے اور وارث بھی ہے اور مزید برآں یتیم بھی ہے، اس طریقہ سے کسی یتیم پوتے کی حق تلفی بہت بڑا جرم، جنت سے محرومی اور جہنم کا مستحق بنادینے والا عمل ہے۔

ان دو آیتوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ... آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ [سورة النساء: ١١] یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ وصیت وتاکیدی حکم اور فریضہ ہے جو وہ تم پر عائد کر رہا ہے کہ جو بھی تمھاری اولاد ہو اس کے سلسلہ میں یہ حکم الٰہی ہے کہ ان تمام کے درمیان انصاف،برابری کا معاملہ کرو زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی انصاف ہو، اس کا انتظام کر جاؤ،ان اولادوں میں سے جو مذکر ہو اس کے لئے دو حصہ ہے (بیٹا، پوتا،پڑپوتااور اس کے نیچے کی مذکراولاد) اور جو مؤنث اولاد ہو ان کے لئے ایک حصہ ہے (بیٹی، پوتی،پڑپوتی اور اس کے نیچے کی مؤنث اولاد) جس کا دیا جانا واجب ہے، اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے: ﴿فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ﴾ یعنی یہ اللہ کی جانب سے ہے اور اللہ کا مقرر کردہ حصہ ہے جسے دیا جانا فرض ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جو مقدار متعین کی ہے اس کی حکمت کے بارے میں وہی بہتر طور پر جاننے والاہے،احکام میراث کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے بصراحت یہ فرمادیاہے کہ یہ سارے احکام وفرامین اوران کی ترتیب وار تقسیم اور ہر ایک وارث کا حق اور حصہ اوران کی مقدار سب کی سب اللہ کی قائم کی ہوئی ہیں اور جو بھی ان حصوں کو پار کرے گااور اللہ ورسول ﷺ کی نافرمانی کریگاتواس کاانجام ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم کی آگ کا عذاب ہوگا، جبکہ فرمایا: ﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ * وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ [سورة النساء: ١٤-١٣]

اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں یہ بیان کر دیا ہے کہ کسی وارث کے حق سے اس کو محروم کرنے کا انجام جہنم کا دائمی ذلت آمیز عذاب ہے، کیونکہ وارث اوران کے حقوق وحصے اللہ کے مقرر کردہ ہیں اور اسی کا حکم ہے کہ جو بھی وارث ہو اسے اسکا حق اور حصہ جب، جس وقت اور جتنا بھی بنے اس کے حوالے کردو کیونکہ یہ وارثین اوران کے حقوق اور حصے اللہ کے مقرر کردہ

ہیں جن کا دیا جانا واجب اور فرض ہے، چنانچہ فرماتا ہے: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾[سورة النساء: ٣٣] نیز فرماتا ہے: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾[سورة النساء: ٧]

بایں طور اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں میں سے ہر ایک کے لئے تھوڑا زیادہ حصہ متعین کر دیا ہے اور اس حصہ کو فریضۂ الٰہی بتایا ہے جس کا دیا جانا واجب اور فرض ہے اور اللہ کو حاضر وناظر جان کر اس کو دیئے جانے کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے ہی دیا ہے نیز ترکہ کی دو قسمیں اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہیں ایک والدین کا ترکہ اور دوسرے اقرباء کا ترکہ ہے والدین کے ترکہ میں صرف اس کی اولادوں کا حصہ ہوگا یعنی میت کی جو بھی اولادیں ہوں گی وہ سب اس ترکے کے مال کی درجہ بدرجہ حصہ دار ووارث ہوں گی،اسی طریقے سے دوسرا ترکہ اقرباء کا ہے جس میں (اقرب فالاقرب) کے اصول کی بنیاد پر صرف وہی شخص وارث اور میراث میں حقدار وحصہ دار ہوگا جو میت کا سب سے زیادہ قریبی ہوگا اور جو دور والا ہوگا وہ محروم رکھا جائے گا۔

## ترکہ ومیراث کی دو قسم:

چونکہ اللہ تعالیٰ نے ترکہ کی دو قسم بیان کی ہے ایک والدین کا ترکہ اور دوسرے اقرباء کا ترکہ جیساکہ فرمایا: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾[سورة النساء: ١١]یعنی والدین کا ترکہ اور اقرباء کا ترکہ۔ ان دونوں قسموں میں سب سے پہلے جس وارث کا اس کے ترکہ میں حق وحصہ اس حکم الٰہی کے مطابق بنتا ہے وہ اولاد ہے، اس کے بعد اقرباء کا نمبر آتا ہے، نیز اولاد میں بھی اولیت جس کو عطا کی گئی ہے وہ مذکر اولاد ہے پھر مؤنث اولاد چنانچہ فرمایا: ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ پھر بعد میں فرمایا: ﴿وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ یعنی ترکے میں پہلے مردوں کا حصہ ہے اس کے بعد عورتوں کا خواہ ترکہ والدین کا ہو یا اقرباء کا سب میں سے سب کا حق اور حصہ بنتا ہے جس کا دیا جانا واجب اور فرض ہے۔

## تقسیم ترکہ کا دو نظام:

جیسا کہ بفرمان الٰہی ترکہ دو قسم کا ہے اور دونوں الگ الگ نوعیت کے ہیں اس لئے دونوں کی تقسیم کا نظام بھی بحکم الٰہی الگ الگ ہے۔ والدین کے ترکہ میں واسطوں اور درجات کا لحاظ ہے جبکہ اقربا کے ترکہ میں قرابت داری کا لحاظ ہے واسطے اور درجات کا لحاظ نہیں ہے، اس لئے اقرباء کے ترکہ میں جس قربت دار کی قرابت داری سب سے زیادہ نزدیکی و قوی تر ہوگی وہی وارث وحقدار ہوگا اور جس کی قرابت کم ہوگی وہ محروم رہ جائے گا اگرچہ اس کا اور جو وارث بنا ہے اس کا واسطہ ایک ہو اور دونوں ایک ہی حیثیت و مرتبہ کے ہوں، جیسے سگے و علاتی بھائی بہن دونوں کا واسطہ ایک ہی ہے یعنی ان سب کا باپ ایک ہی شخص ہے، ان کی حیثیت و مقام و مرتبہ بحیثیت قریبی بھائی ایک ہی ہے لیکن دونوں کی قرابت داری میں فرق ہے سگے بھائی بہن بمقابلہ علاتی (سوتیلے) بھائی بہن کے میت سے زیادہ قریبی ہیں سگے کی قربت ماں باپ دونوں کے واسطے سے ہے، اس لئے سگے ہی وارث ہوں گے اور علاتی محروم رہ جائیں گے، کیونکہ ان کی قربت صرف باپ کے واسطے سے ہی ہے۔ قرآن کے اس بنیادی اصول و نظام تقسیم میراث اور ترکہ کو سمجھ لینے کے بعد اب ہم آتے ہیں۔

## قرآن سے یتیم پوتے پوتی کے وارث ہونے کا ثبوت:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾[سورة النساء: ١١] کے حکم الٰہی کی طرف اور دیکھتے ہیں کہ یتیم پوتے کا کیا معاملہ ہے، واضح رہے کہ یتیم پوتے سے مراد صرف نابالغ بچہ ہی نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ شخص ہے جس کا باپ اس کے دادا کے جیتے جی مر گیا ہو۔

[الإمام أحمد بن علی أبو بكر الرازي الجصّاص الحنفي المتوفى (٣٧٠) سنة هجرية المعروف بالجصاص نسبة إلى عمله بالجص هو إمام الحنفية في عصره ومن المجتهدين المبرزين في المذهب. ولد في بغداد سنة خمس وثلاثمائة هجرية (٣٠٥ هـ)].

امام ابو بکر الجصاص جن کی کتاب احکام القرآن سے ہے جو چوتھی صدی ہجری کے امام، مفسر قرآن اور فقیہ ہیں جن کی وفات سن (۳۷۰) ہجری میں ہوئی۔ انہوں نے باقاعدہ پوتے کی میراث کا مستقل باب باندھ کر اس مسئلہ میں مختلف انداز سے بحث کی ہے اور مثالیں دیکر سمجھایا ہے لکھتے ہیں:

[بَابُ مِيرَاثِ أَوْلَادِ الِابْنِ] یعنی بیٹے کی اولاد کی میراث کا بیان

قَالَ أَبُو بَكْرٍ الجصاص: قَدْ بَيَّنَّا أَنَّ قَوْله تَعَالَى: (يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلادِكُمْ)، قَدْ أُرِيدَ بِهِ أَوْلَادُ الصُّلْبِ وَأَوْلَادُ الِابْنِ إذَا لَمْ يَكُنْ وَلَدُ الصُّلْبِ إذْ لَا خِلَافَ أَنَّ مَنْ تَرَكَ بَنِي ابْنٍ وَبَنَاتِ ابْنٍ أَنَّ الْمَالَ بَيْنَهُمْ (لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ) بِحُكْمِ الْآيَةِ وَكَذَلِكَ لَوْ تَرَكَ بِنْتَ ابن كَانَ لَهَا النِّصْفُ وَإِنْ كُنَّ جَمَاعَةً كَانَ لَهُنَّ الثُّلُثَانِ عَلَى سِهَامِ مِيرَاثِ وَلَدِ الصُّلْبِ فَثَبَتَ بِذَلِكَ أَنَّ أَوْلَادَ الذُّكُورِ مُرَادُونَ بِالْآيَةِ.

ابو بکر جصاص کہتے ہیں: ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ قول باری تعالی: (يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلادِكُمْ) سے صلبی اولاد مراد ہے اور اگر صلبی اولاد نہ ہو تو پھر بیٹے کی اولاد مراد ہو گی۔ اس لیے کہ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص پوتے پوتیاں چھوڑ کر وفات پا جائے گا تو اس کا ترکہ آیت کے حکم کے مطابق ان میں ہر پوتے کو دو اور ہر پوتی کو ایک کی نسبت سے تقسیم کر دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر میت کی ایک پوتی ہو گی تو اسے نصف ترکہ اور ایک سے زائد ہوں گی تو انہیں دو تہائی ملے گا۔ صلبی اولاد کی موجودگی میں جو تقسیم ہوتی ہے یہ تقسیم بھی اسی طرح کی ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ آیت میں اپنی اولاد اور ان کی عدم موجودگی میں بیٹوں کی اولاد مراد ہے۔

اس آیت میں مذکور لفظ اولاد کا اطلاق کن کن لوگوں پر ہو گا اس بارے میں لکھتے ہیں: (وَاسْمُ الْوَلَدِ يَتَنَاوَلُ أَوْلَادَ الِابْنِ كَمَا يَتَنَاوَلُ أَوْلَادَ الصُّلْبِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (يَا بَنِي آدَمَ) وَلَا يَمْتَنِعُ أَحَدٌ أَنْ يَقُولَ إنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَلَدِ هَاشِمٍ وَمِنْ وَلَدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَثَبَتَ بِذَلِكَ أَنَّ اسْمَ الْأَوْلَادِ يَقَعُ عَلَى وَلَدِ الِابْنِ وَعَلَى وَلَدِ الصُّلْبِ جَمِيعًا إلَّا أَنَّ أَوْلَادَ الصُّلْبِ يَقَعُ عَلَيْهِمْ هَذَا الِاسْمُ حَقِيقَةً وَيَقَعُ عَلَى أولاد الابن مجازا ولذلك لم يردوا فِي حَالِ وُجُودِ أَوْلَادِ الصُّلْبِ وَلَمْ يُشَارِكُوهُمْ فِي

سِهَامِهِمْ وَإِنَّمَا يَسْتَحِقُّونَ ذَلِكَ فِي أَحَدِ حَالَيْنِ إِمَّا أَنْ يُعْدَمَ وَلَدُ الصُّلْبِ رَأْسًا فيقومون مقامهم وإما أن لا يحوز وَلَدُ الصُّلْبِ الْمِيرَاثَ فَيَسْتَحِقُّونَ بَعْضَ الْفَضْلِ أَوْ جميعه فإما أن يستحقوا مع أَوْلَادِ الصُّلْبِ عَلَى وَجْهِ الشَّرِكَةِ بَيْنَهُمْ كَمَا يَسْتَحِقُّهُ وَلَدُ الصُّلْبِ بَعْضُهُمْ مَعَ بَعْضٍ فَلَيْسَ كَذَلِكَ).

یعنی ولد کا اسم صلبی اولاد کی طرح بیٹے کی اولاد کو بھی شامل ہے۔ قول باری تعالیٰ ہے: (يَا بَنِي آدَمَ)، یعنی اسے اولاد آدم۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاشم اور عبد المطلب کی اولاد میں سے ہیں تو اس میں کوئی امتناع نہیں ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اولاد کا اسم صلبی اولاد اور بیٹے کی اولاد پر محمول ہوتا ہے بس فرق صرف اتنا ہے کہ صلبی اولاد پر اس کا اطلاق حقیقت کے طور پر اور بیٹے کی اولاد پر مجازی طور پر ہوتا ہے۔ اس بنا پر صلبی اولاد کی موجودگی میں بیٹے کی اولاد نظر انداز ہو جاتی ہے اور ترکے میں انکے ساتھ شامل نہیں ہوتی۔ بیٹے کی اولاد دو صورتوں میں سے ایک کے اندر ترکے کی حق دار ہوتی ہے یا تو صلبی اولاد بنفس نفیس موجو نہ ہو۔ اس صورت میں پوتے پوتیاں صلبی اولاد کی قائم مقام ہو جاتی ہیں یا صلبی اولاد پورے ترکے کی حق دار نہ بن رہی ہو، مثلاً ایک یا اس سے زائد بیٹیاں ہوں۔ اس صورت میں بیٹے کی اولاد باقی ماندہ یا بعض صورتوں میں پورے ترکے کی وارث ہو جاتی ہے۔ تاہم یہ بات کہ صلبی اولاد کی موجودگی میں پوتے پوتیاں ان کے ساتھ میراث میں اس طرح شریک ہو جائیں جس طرح صلبی اولاد کی آپس میں شراکت ہوتی ہے تو انہیں اس کا حق حاصل نہیں ہوتا۔

فَإِنْ قِيلَ: لَمَّا كَانَ الِاسْمُ يَتَنَاوَلُ وَلَدَ الصُّلْبِ حَقِيقَةً وَوَلَدَ الِابْنِ مَجَازًا لَمْ يَجُزْ أَنْ يُرَادُوا بِلَفْظٍ وَاحِدٍ لِامْتِنَاعِ كَوْنِ لفظ واحد حقيقة مجازا. اگر یہ کہا جائے کہ جب ولد کا اسم، صلبی اولاد کے لیے حقیقت اور بیٹے کی اولاد کے لیے مجاز ہے تو پھر ایک ہی لفظ سے دونوں مراد لینا درست نہیں۔ اس لیے کہ ایک لفظ کا بیک وقت حقیقت اور مجاز ہونا ممتنع ہوتا ہے۔

قِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَمْ يُرَادُوا بِلَفْظٍ وَاحِدٍ فِي حَالٍ وَاحِدَةٍ مَتَى وُجِدَ أَوْلَادُ الصُّلْبِ فَإِنَّ وَلَدَ الِابْنِ لَا يَسْتَحِقُّونَ الْمِيرَاثَ مَعَهُمْ بِالْآيَةِ وَلَيْسَ يَمْتَنِعُ أَنْ يُرَادَ وَلَدُ الصُّلْبِ فِي حَالِ وُجُودِهِمْ وَوَلَدُ الِابْنِ فِي حَالِ عَدَمِ وَلَدِ الصُّلْبِ فَيَكُونُ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا فِي حَالَيْنِ فِي إِحْدَاهُمَا هُوَ

حَقِيقَةٌ وَفِي الْأُخْرَى هُوَ مَجَازٌ. اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ صلبی اولاد اور پوتے پوتیاں ایک لفظ سے ایک ہی صورت میں مراد نہیں ہوتے کیونکہ صلبی اولاد کی موجودگی کی صورت میں وہ مراد ہوں اور عدم موجوگی کی صورت میں بیٹے کی اولاد مراد ہو۔ اس طرح یہ لفظ اپنے حقیقی اور مجازی معنوں میں دو الگ الگ حالتوں میں محمول ہو رہا ہے۔

## بیٹا اور یتیم پوتا دونوں بیک وقت وارث ہیں:

اس کے بعد ایک مثال دیگر حقیقت اور مجاز کا معنی و مفہوم اور مراد سمجھاتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:۔ (وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا قَالَ قَدْ أَوْصَيْت بِثُلُثِ مَالِي لِوَلَدِ فُلَانٍ وَفُلَانٍ وَكَانَ لِأَحَدِهِمَا أَوْلَادٌ لِصُلْبِهِ وَلَمْ يَكُنْ لِلْآخَرِ وَلَدٌ لِصُلْبِهِ وَكَانَ لَهُ أَوْلَادُ ابْنٍ كَانَتْ الْوَصِيَّةُ لِوَلَدِ فُلَانٍ لِصُلْبِهِ وَلِأَوْلَادِ أَوْلَادِ فُلَانٍ وَلَمْ يَمْتَنِعْ دُخُولُ أَوْلَادِ بَنِيهِ فِي الْوَصِيَّةِ مَعَ أَوْلَادِ الْآخَرِ لِصُلْبِهِ وَإِنَّمَا يَمْتَنِعُ دُخُولُ وَلَدِ فُلَانٍ لِصُلْبِهِ وَوَلَدُ وَلَدِهِ مَعَهُ فَأَمَّا وَلَدُ غَيْرِهِ لِغَيْرِ صُلْبِهِ فَغَيْرُ مُمْتَنِعٍ دُخُولُهُ مَعَ أَوْلَادِ الْآخَرِ لِصُلْبِهِ فَكَذَلِكَ قَوْله تَعَالَى: (يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) يَقْتَضِي وَلَدَ الصُّلْبِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ الْمَذْكُورِينَ إذَا كَانَ وَلَا يَدْخُلُ مَعَهُ وَلَدُ الِابْنِ وَمَنْ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ لِصُلْبِهِ وَلَهُ وَلَدُ ابْنٍ دَخَلَ فِي اللَّفْظِ وَلَدُ ابْنِهِ وَإِنَّمَا جَازَ ذَلِكَ لِأَنَّ قَوْله تَعَالَى (يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) خِطَابٌ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ النَّاسِ فَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُخَاطَبًا بِهِ عَلَى حِيَالِهِ فَمَنْ لَهُ مِنْهُمْ وَلَدٌ لِصُلْبِهِ تَنَاوَلَهُ اللَّفْظُ عَلَى حَقِيقَتِهِ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ ذَلِكَ وَلَدَ ابْنِهِ وَمَنْ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ لِصُلْبِهِ وَلَهُ وَلَدُ ابْنٍ فَهُوَ مُخَاطَبٌ بِذَلِكَ عَلَى حِيَالِهِ فَيَتَنَاوَلُ وَلَدَ ابْنِهِ). یعنی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اپنا تہائی مال فلاں فلاں اشخاص کی اولاد کے نام وصیت کرتا ہوں۔ اگر ان میں سے ایک شخص کی صلبی اولاد اور دوسرے کے بیٹے کی اولاد ہو تو وصیت دونوں کے حق میں جاری ہو جائے گی اور ایک کے بیٹے کی اولاد کا دوسرے کی صلبی اولاد کے ساتھ وصیت میں شامل ہونا ممتنع نہیں ہوگا۔ امتناع کی صورت وہ ہوتی ہے جب ایک شخص کی صلبی اولاد کے ساتھ اس کے بیٹے کی اولاد بھی شامل ہو جائے۔ اور اگر اس کی صلبی اولاد کے ساتھ دوسرے کے بیٹے کی اولاد شامل ہو جائے تو

اس میں کوئی امتناع نہیں۔ ٹھیک اسی طرح قول باری: (يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلادِكُمْ) ہے کہ اس آیت میں مذکورہ لفظ (أَوْلادِكُمْ) لوگوں میں سے ہر ایک کی صلبی اولاد کے دخول کا مقتضی ہے۔ان کے ساتھ بیٹے کی اولاد اس حکم میں داخل نہیں اگر کسی شخص کی صلبی اولاد موجود نہ ہو اور پوتے پوتیاں ہوں تو وہ اس لفظ کے تحت آجائیں گے۔اس کی وجہ جواز یہ ہے کہ قول باری تعالیٰ: (يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلادِكُمْ) میں ہر انسان کو خطاب ہے اس لیے ہر شخص اپنے دائرے میں اس حکم کا مخاطب ہے۔ اب جس شخص کی صلبی اولاد ہوگی تو یہ لفظ انہیں بطور حقیقت شامل ہوگا۔ اور پھر بیٹے کی اولاد پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔اس کے برعکس جس شخص کی حقیقی اولاد نہ ہو بلکہ پوتے پوتیاں ہوں وہ اپنے دائرے میں اس حکم کا مخاطب ہوگا۔اس لیے یہ لفظ اس کے پوتے، پوتیوں کو شامل ہو جائے گا۔

## بیٹا پوتا سبھی حقیقی اولاد و بیٹے ہیں:

فَإِنْ قِيلَ: إِنَّ اسْمَ الْوَلَدِ يَقَعُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ وَلَدِ الصُّلْبِ وَوَلَدُ الِابْنِ حَقِيقَةً لَمْ يَبْعُدْ. إِذْ كَانَ الْجَمِيعُ مَنْسُوبِينَ إِلَيْهِ مِنْ جِهَةِ وِلَادَتِهِ وَنَسَبُهُ مُتَّصِلٌ بِهِ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ فَيَتَنَاوَلُ الْجَمِيعَ كَالْأُخُوَّةِ لَمَّا كَانَ اسْمًا لِاتِّصَالِ النَّسَبِ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ مِنْ جِهَةِ أَحَدِ أَبَوَيْهِ شَمِلَ الِاسْمُ الْجَمِيعَ وَكَانَ عُمُومًا فِيهِمْ جَمِيعًا سَوَاءٌ كَانُوا لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْ لِأَبٍ أم لأم. ويدل عَلَيْهِ أَنَّ قَوْله تَعَالَى: (وَحَلائِلُ أَبْنائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلابِكُمْ) قَدْ عُقِلَ بِهِ حَلِيلَةُ ابْنِ الِابْنِ كَمَا عقل به حَلِيلَةُ ابْنِ الصُّلْبِ). اگر یہ دعوی کیا جائے کہ لفظ ولد کا صلبی اولاد اور بیٹے کی اولاد دونوں پر بطور حقیقت اطلاق ہوتا ہے تو ایسا کہنا کوئی بعید نہیں ہے۔کیونکہ بیٹے بیٹیاں اور پوتے پوتیاں سب ہی پیدائش کی جہت سے ایک ہی شخص کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور ان سب کے نسب کا اتصال اس شخص کی بنا پر ہوتا ہے اس لیے یہ لفظ سب کو شامل ہوگا۔ جس طرح کہ، اخوۃ، کا لفظ دو یا دو سے زائد شخاص کے درمیان والدین یا صرف باپ یا ماں کی جہت سے نسبی اتصال کی بنیاد پر سب کو شامل ہوتا ہے خواہ وہ حقیقی بھائی بہن ہوں یا علاتی یا اخیافی۔

آیت زیر بحث سے صلبی اولاد اور ان کی عدم موجودگی میں بیٹے کی اولاد مراد لینے پر قول باری (وَحَلائِلُ أَبْنائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلابِكُمْ) یعنی (اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں) دلالت کرتا ہے کیونکہ اس سے جس طرح حقیقی بیٹے کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے اسی طرح حقیقی پوتے کی بیوی کا مفہوم بھی سمجھ میں آتا ہے۔

## حقیقت و مجاز کی حقیقت اور صحیح معنی و مفہوم:

آگے خود ہی ایک سوال قائم کرتے ہیں اور حقیقت و مجاز کی حقیقت اور معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فَإِنْ قِيلَ: لَمَا كَانَ الِاسْمُ يَتَنَاوَلُ وَلَدَ الصُّلْبِ حَقِيقَةً وَوَلَدَ الِابْنِ مَجَازًا لَمْ يَجُزْ أَنْ يُرَادُوا بِلَفْظٍ وَاحِدٍ لِامْتِنَاعِ كَوْنِ لفظ واحد حقيقة مجازا؟

اگر یہ کہا جائے کہ جب ولد کا اسم، صلبی اولاد کے لیے حقیقت اور بیٹے کی اولاد کے لیے مجاز ہے تو پھر ایک ہی لفظ سے دونوں مراد لینا درست نہیں۔ اس لیے کہ ایک لفظ کا بیک وقت حقیقت اور مجاز ہونا ممتنع ہوتا ہے۔

پھر خود ہی جواب دیتے ہیں: قِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَمْ يُرَادُوا بِلَفْظٍ وَاحِدٍ فِي حَالٍ وَاحِدَةٍ مَتَى وُجِدَ أَوْلَادُ الصُّلْبِ فَإِنَّ وَلَدَ الِابْنِ لَا يَسْتَحِقُّونَ الْمِيرَاثَ مَعَهُمْ بِالْآيَةِ وَلَيْسَ يَمْتَنِعُ أَنْ يُرَادَ وَلَدُ الصُّلْبِ فِي حَالِ وُجُودِهِمْ وَوَلَدُ الِابْنِ فِي حَالِ عَدَمِ وَلَدِ الصُّلْبِ فَيَكُونُ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا فِي حَالَيْنِ فِي إِحْدَاهُمَا هُوَ حَقِيقَةٌ وَفِي الْأُخْرَى هُوَ مَجَازٌ. اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ صلبی اولاد اور پوتے پوتیاں ایک لفظ سے ایک ہی صورت میں مراد نہیں ہوتے کیونکہ صلبی اولاد کی موجودگی کی صورت میں وہ مراد ہوں اور عدم موجوگی کی صورت میں بیٹے کی اولاد مراد ہو۔ اس طرح یہ لفظ اپنے حقیقی اور مجازی معنوں میں دو الگ الگ حالتوں میں محمول ہو رہا ہے۔

**بیٹا اور یتیم پوتا دونوں وارث ہیں:** اس کی درج ذیل مثال بیان کی ہے: وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا قَالَ قَدْ أَوْصَيْت بِثُلُثِ مَالِي لِوَلَدِ فُلَانٍ وَفُلَانٍ وَكَانَ لِأَحَدِهِمَا أَوْلَادٌ لِصُلْبِهِ وَلَمْ يَكُنْ

لِلْآخَرِ وَلَدٌ لِصُلْبِهِ وَكَانَ لَهُ أَوْلَادُ ابْنٍ كَانَتْ الْوَصِيَّةُ لِوَلَدِ فُلَانٍ لِصُلْبِهِ وَلِأَوْلَادِ أَوْلَادِ فُلَانٍ وَلَمْ يَمْتَنِعْ دُخُولُ أَوْلَادِ بَنِيهِ فِي الْوَصِيَّةِ مَعَ أَوْلَادِ الْآخَرِ لِصُلْبِهِ وَإِنَّمَا يَمْتَنِعُ دُخُولُ وَلَدِ فُلَانٍ لِصُلْبِهِ وَوَلَدُ وَلَدِهِ مَعَهُ فَأَمَّا وَلَدُ غَيْرِهِ لِغَيْرِ صُلْبِهِ فَغَيْرُ مُمْتَنِعٍ دُخُولُهُ مَعَ أَوْلَادِ الْآخَرِ لِصُلْبِهِ فَكَذَلِكَ قَوْله تَعَالَى: (يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) يَقْتَضِي وَلَدَ الصُّلْبِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ الْمَذْكُورِينَ إذَا كَانَ وَلَا يَدْخُلُ مَعَهُ وَلَدُ الِابْنِ وَمَنْ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ لِصُلْبِهِ وَلَهُ وَلَدُ ابْنٍ دَخَلَ فِي اللَّفْظِ وَلَدُ ابْنِهِ وَإِنَّمَا جَازَ ذَلِكَ لِأَنَّ قَوْله تَعَالَى: (يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) خِطَابٌ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ النَّاسِ فَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُخَاطَبًا بِهِ عَلَى حِيَالِهِ فَمَنْ لَهُ مِنْهُمْ وَلَدٌ لِصُلْبِهِ تَنَاوَلَهُ اللَّفْظُ عَلَى حَقِيقَتِهِ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ ذَلِكَ وَلَدَ ابْنِهِ وَمَنْ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ لِصُلْبِهِ وَلَهُ وَلَدُ ابْنٍ فَهُوَ مُخَاطَبٌ بِذَلِكَ عَلَى حِيَالِهِ فَيَتَنَاوَلُ وَلَدَ ابْنِهِ فَإِنْ قِيلَ إنَّ اسْمَ الْوَلَدِ يَقَعُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ وَلَدِ الصُّلْبِ وَوَلَدُ الِابْنِ حَقِيقَةً لَمْ يَبْعُدْ إذْ كَانَ الْجَمِيعُ مَنْسُوبِينَ إلَيْهِ مِنْ جِهَةِ وِلَادَتِهِ وَنَسَبُهُ مُتَّصِلٌ بِهِ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ فَيَتَنَاوَلُ الْجَمِيعَ كَالْأُخُوَّةِ لَمَّا كَانَ اسْمًا لِاتِّصَالِ النَّسَبِ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ مِنْ جِهَةِ أَحَدِ أَبَوَيْهِ شَمِلَ الِاسْمُ الْجَمِيعَ وَكَانَ عُمُومًا فِيهِمْ جَمِيعًا سَوَاءٌ كَانُوا لِأَبٍ وَأُمٍّ أَوْ لِأَبٍ أم لأم وبدل عَلَيْهِ أَنَّ قَوْله تَعَالَى: (وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ) قَدْ عُقِلَ بِهِ حَلِيلَةُ ابْنِ الِابْنِ كَمَا عقل به حَلِيلَةُ ابْنِ الصُّلْبِ فَإِذَا تَرَكَ بِنْتًا وَبِنْتَ ابْنٍ فَلِلْبِنْتِ النِّصْفُ بِالتَّسْمِيَةِ وَلِبِنْتِ الِابْنِ السُّدُسُ وَمَا بَقِيَ لِلْعَصَبَةِ فَإِنْ تَرَكَ بِنْتَيْنِ وَبِنْتَ ابْنٍ وَابْنِ ابْنٍ فَلِلْبِنْتَيْنِ الثُّلُثَانِ وَالْبَاقِي لِابْنِ الِابْنِ وَبِنْتِ الِابْنِ بَيْنَهُمَا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَكَذَلِكَ لَوْ كَانَتْ بِنْتَيْنِ وَبَنَاتِ ابْنٍ وَابْنَ ابْنِ ابْنٍ أَسْفَلَ مِنْهُنَّ كَانَ لِلْبَنَاتِ الثُّلُثَانِ وَمَا بَقِيَ فَبَيْنَ بَنَاتِ الِابْنِ وَمَنْ هُوَ أَسْفَلُ مِنْهُنَّ مِنْ بَنِي ابْنِ الِابْنِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَهَذَا قَوْلُ أَهْلِ الْعِلْمِ جَمِيعًا مِنْ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ. اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اپنا تہائی مال فلاں فلاں اشخاص کی اولاد کے نام وصیت کرتاہوں۔ اگران میں سے ایک شخص کی صلبی اولاد اور دوسرے کے بیٹے کی اولاد ہو تو وصیت دونوں کے حق میں جاری ہو جائے گی اور ایک کے بیٹے کی اولاد کا دوسرے کی صلبی

اولاد کے ساتھ وصیت میں شامل ہونا ممتنع نہیں ہوگا۔ امتناع کی صورت وہ ہوتی ہے جب ایک شخص کی صلبی اولاد کے ساتھ اس کے بیٹے کی اولاد بھی شامل ہو جائے۔ اور اگر اس کی صلبی اولاد کے ساتھ دوسرے کے بیٹے کی اولاد شامل ہو جائے تو اس میں کوئی امتناع نہیں۔ ٹھیک اسی طرح قول باری: (يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) آیت میں مذکورہ لوگوں میں سے ہر ایک کی صلبی اولاد کے دخول کا مقتضی ہے۔ ان کے ساتھ بیٹے کی اولاد اس حکم میں داخل نہیں اگر کسی شخص کی صلبی اولاد موجود نہ ہو اور پوتے پوتیاں ہوں تو وہ اس لفظ کے تحت آجائیں گے۔ اس کی وجہ جواز یہ ہے کہ قول باری: (يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) میں ہر انسان کو خطاب ہے اس لیے ہر شخص اپنے دائرے میں اس حکم مخاطب ہے۔ اب جس شخص کی صلبی اولاد ہوگی تو یہ لفظ انہیں بطور حقیقت شامل ہوگا۔ اور پھر بیٹے کی اولاد پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اس کے بر عکس جس شخص کی حقیقی اولاد نہ ہو بل کہ پوتے پوتیاں ہوں وہ اپنے دائرے میں اس حکم کا مخاطب ہوگا۔ اس لیے یہ لفظ اس کے پوتے، پوتیوں کو شامل ہو جائے گا۔

اگر یہ دعوی کیا جائے کہ لفظ ولد کا صلبی اولاد اور بیٹے کی اولاد دونوں پر بطور حقیقت اطلاق ہوتا ہے تو ایسا کہنا کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ بیٹے بیٹیاں اور پوتے پوتیاں سب ہی پیدائش کی جہت سے ایک ہی شخص کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور ان سب کے نسب کا اتصال اس شخص کی بناپر ہوتا ہے اس لیے یہ لفظ سب کو شامل ہوگا۔ جس طرح کہ، اخوۃ، کا لفظ دو یا دو سے زائد شخاص کے درمیان والدین یا صرف باپ یا ماں کی جہت سے نسبی اتصال کی بنیاد پر سب کو شامل ہوتا ہے خواہ وہ حقیقی بھائی بہن ہوں یا علاتی یا اخیافی۔ آیت زیر بحث سے صلبی اولاد اور ان کی عدم موجودگی میں بیٹے کی اولاد مراد لینے پر قول باری (اور تمہارے صلبی حقیقی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں) دلالت کرتا ہے کیونکہ اس سے جس طرح بیٹے کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے اسی طرح پوتے نواسے وغیرہ کی بیوی کا مفہوم بھی سمجھ میں آتا ہے۔ [أحكام القرآن، المؤلف: أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي (المتوفى: ٣٧٠هـ)، المحقق: محمد صادق القمحاوي - عضو لجنة مراجعة المصاحف بالأزهر الشريف، الناشر: دار إحياء التراث العربي -بيروت، تاريخ الطبع: ١٤٠٥ هـ].

## بیٹا اور یتیم پوتا دونوں وارث ہیں:

فرمان باری تعالیٰ ہے: (يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ).

اس فرمان باری تعالیٰ کے تحت مرنے والے کے بیٹے بیٹیاں پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں سبھی آتے ہیں اور سب ہی اس فرمان باری تعالیٰ میں داخل اور اس کا مصداق ہیں اور سبھی حقیقی اولاد ہیں جیسا کہ چوتھی صدی کے امام، مفسر قرآن اور فقیہ ابو بکر جصاص نے کہا ہے اور انہوں نے اولاد کے بارے میں حکم الٰہی اور فرمان باری تعالیٰ کی توضیح و تشریح اور تفسیر کرتے ہوئے مجاز و حقیقت کا معنی و مفہوم اور مصداق بیان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مثال دیکر سمجھانے کی کوشش کی ہے جو بڑی قابل توجہ اور غور طلب بات ہے لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اپنا تہائی مال فلاں فلاں اشخاص کی اولاد کے نام وصیت کرتا ہوں۔ اگر ان میں سے ایک شخص کی صلبی اولاد اور دوسرے کے بیٹے کی اولاد ہو تو وصیت دونوں کے حق میں جاری ہو جائے گی اور ایک کے بیٹے کی اولاد کا دوسرے کی صلبی اولاد کے ساتھ وصیت میں شامل ہونا ممتنع نہیں ہوگا۔

امام صاحب یہ مثال پیش کر کے یہ بات سمجھانا چاہ رہے ہیں کہ اگر کسی شخص کے دو بیٹے ہوں اور کسی نے اس کی اولاد کے حق میں وصیت کی کہ میرے نہ رہنے پر میرے مال کا ایک تہائی حصہ فلاں شخص کی اولاد کو دیدیا جائے۔ تو اس شخص کی اولاد میں ایک اس کا صلبی بیٹا ہے اور ایک اس کے دوسرے بیٹے کا بیٹا یعنی اس کا یتیم پوتا ہے تو اس وصیت کیئے ہوئے مال کا آدھا حصہ اس کے بیٹے کو دیا جائے گا اور بقیہ آدھا حصہ اس کے یتیم پوتے کو دیا جائے گا۔ تو اس وصیت میں اس کے بیٹے اور اس کے یتیم پوتے کے شامل ہونے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے کیونکہ دونوں ہی اس کی حقیقی اولادیں ہیں۔ اس سلسلہ میں امتناع کی جو صورت ہے اس کو بھی واضح کر دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: امتناع کی صورت وہ ہوتی ہے جب ایک شخص کی صلبی اولاد کے ساتھ اس کے صلبی اولاد کے بیٹے بیٹیاں اس کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اور اگر اس کی صلبی اولاد کے ساتھ دوسرے کے بیٹے کی اولاد شامل ہو جائے تو اس میں کوئی امتناع نہیں۔

یعنی امتناع کی صورت صرف یہ ہے کہ کوئی بیٹا ہو اور اس کا بیٹا ہو تو اس بیٹے کے ساتھ اس کا بیٹا شامل کیا جائے یعنی اس بیٹے کو بھی حصہ دیا جائے اور اس کے بیٹے کو بھی حصہ دیا جائے۔ اگر ایسا کیا جاتا ہے تو ایسا کرنا ممنوع ہے البتہ اگر ایک بیٹا ہو اور اس کے ساتھ دوسرے متوفی بیٹے کا بیٹا (یتیم پوتا) ہو اور اس کو حصہ دیا جاتا ہے تو ایسا کرنا قطعی ممنوع نہیں ہے۔

گویا ممنوع صرف کسی بیٹے کے ساتھ اس کے بیٹے کو حصہ دینا ہے کسی بیٹے (چچا تائے) کے ساتھ دوسرے متوفی بیٹے کے بیٹے (یتیم پوتے) کو حصہ دینا ممنوع نہیں ہے۔

اس کے بعد فرمان باری تعالیٰ: (يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) سے اسی چیز کو واضح و ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ٹھیک اسی طرح قول باری: (يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) میں مذکورہ لفظ (أَوْلَادِكُمْ) کے تحت لوگوں میں سے ہر ایک کی صلبی اولاد کے دخول کا مقتضی ہے۔ ان کے ساتھ بیٹے کی اولاد اس حکم میں داخل نہیں اگر کسی شخص کی صلبی اولاد موجود نہ ہو اور پوتے پوتیاں ہوں تو وہ اس لفظ کے تحت آجائیں گے۔

اس کی وجہ جواز یہ ہے کہ قول باری: (يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ) میں ہر انسان کو خطاب ہے اس لیے ہر شخص اپنے دائرے میں اس حکم کا مخاطب ہے۔ اب جس شخص کی صلبی اولاد ہو گی تو یہ لفظ انہیں بطور حقیقت شامل ہو گا۔ اور پھر اس بیٹے کی اولاد پر اس کا اطلاق نہیں ہو گا۔ اس کے بر عکس جس شخص کی حقیقی اولاد نہ ہو بلکہ پوتے پوتیاں ہوں وہ اپنے دائرے میں اس حکم کا مخاطب ہو گا۔ اس لیے یہ لفظ اس کے پوتے، پوتیوں کو شامل ہو جائے گا۔

یعنی جو بیٹا بذات خود موجود ہو اس کا بیٹا اس آیت کے حکم میں شامل نہیں مانا جائے گا البتہ جو بیٹا موجود نہ ہو تو اس کا بیٹا اس حکم میں شامل مانا جائے گا۔ بنا بریں یتیم پوتا اور اس کے چچا تائے ساتھ ساتھ حصہ پائیں گے اس میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

آگے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر یہ دعوی کیا جائے کہ لفظ ولد کا صلبی اولاد اور بیٹے کی اولاد دونوں پر بطور حقیقت اطلاق ہوتا ہے تو ایسا کہنا کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ بیٹے بیٹیاں

اور پوتے پوتیاں سب ہی پیدائش کی جہت سے ایک ہی شخص کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور ان سب کے نسب کا اتصال اس شخص کی ولادت کی بنیاد پر ہوتا ہے اس لیے یہ لفظ سب کو شامل ہوگا۔ جس طرح کہ ،اخوۃ، کا لفظ دو یا دو سے زائد شخاص کے درمیان والدین یا صرف باپ یا ماں کی جہت سے نسبی اتصال کی بنیاد پر سب کو شامل ہوتا ہے خواہ وہ حقیقی بھائی بہن ہوں یا علاتی یا اخیافی۔ آیت زیر بحث سے صلبی اولاد اور ان کی عدم موجودگی میں بیٹے کی اولاد مراد لینے پر قول باری: (وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ). [سُورَةُ النِّسَاءِ: ٢٣] (اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں) دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس سے جس طرح حقیقی بیٹے کی بیوی کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے اسی طرح حقیقی پوتے کی بیوی کا مفہوم بھی سمجھ میں آتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ یتیم پوتے پوتیاں بھی حقیقی و صلبی اولاد میں داخل و شامل ہیں جس طرح بیٹے بیٹیاں حقیقی و صلبی اولاد ہیں۔ اور اولاد کا جو حکم ہے وہ ان پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ بنا بریں پوتا صرف اور صرف اپنے باپ کے رہتے محجوب ہوگا اپنے چچا تائے کے ہوتے ہر گز محجوب و محروم الارث نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے برعکس اپنے دادا کا وارث اور اس کے ترکہ و میراث میں حقدار و حصہ دار ہے۔ اور محجوب و محروم الارث نہیں ہے اور اس کو زور زبردستی سے محجوب و محروم الارث قرار دینا اور ثابت کرنے کی بیجا کوشش کرنا شرعا ناجائز و حرام ہے اور یتیم پوتے کے اس کے چچا تائے کے ہوتے اس کے دادا کا وارث نہ ہونے اور اس کے ترکہ و میراث میں حقدار و حصہ دار نہ ہونے اور محجوب و محروم الارث ہونے کا فتویٰ یکسر باطل و مردود ہے اور اس پر عمل شرعا ناجائز و حرام ہے۔

## حدیث رسول سے یتیم پوتے پوتی کے وارث ہونے کا ثبوت:

## صحیح بخاری میں یتیم پوتے پوتی کا باب:

[٧-باب مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ له أَبٌ]: [صحيح بخاري: كتاب الفرائض]

اس پوتے کی میراث کا باب جس کا باپ نہ ہو۔

*وَقَالَ زَيْدٌ - رضي الله عنه -: وَكَذَا (وَلَدُ الأَبْنَاءِ بِمَنْزِلَةِ الوَلَدِ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُمْ وَلَدٌ)، (ذَكَرُهُمْ كَذَكَرِهِمْ وَأُنْثَاهُمْ كَأُنْثَاهُمْ، يَرِثُونَ كَمَا يَرِثُونَ، وَيَحْجُبُونَ كَمَا يَحْجُبُونَ)، (وَلاَ يَرِثُ وَلَدُ الابْنِ مَعَ الابْنِ). [صحيح بخاري: كتاب الفرائض: ٧-باب مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ له أَبٌ]

اس پوتے کی میراث کا بیان جس کا باپ نہ ہو۔

اور زید بن ثابت رضي الله عنه نے کہا کہ بیٹوں کی اولاد بمنزلہ اولاد کے ہے اگر ان کے اور میت کے مابین کا بیٹا نہ ہو پوتے بیٹوں کی طرح اور پوتیاں بیٹیوں کی طرح ہیں اور وہ اسی طرح ترکہ پائیں گے جس طرح بیٹے ترکہ پاتے ہیں اور اسی طرح وہ دوسروں کو محجوب کرتے ہیں جس طرح بیٹے دوسروں کو محجوب کرتے ہیں اور بیٹے کی اولاد اس بیٹے کی موجودگی میں ترکہ کی مستحق نہ ہوگی۔

*-* عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صلى الله عليه وسلم: «أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ». [بخاري: ٦٧٣٥ مسلم: ١٦١٥]

ابن عباس (رض) سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: فرائض (مقررہ حصے) اس کے مستحقین (حصے والوں) کو پہنچادو اور جو باقی بچے وہ سب سے قریبی رشتہ رکھنے والے کے مرد کے لیے ہے۔

*-* عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللهِ، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ». [مسلم]

ابن عباس (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ترکہ کے مال کو اللہ کی کتاب قرآن مجید کی بنیاد پر اللہ کے مقررہ کیئے ہوئے وارثوں اصحاب فرائض کے درمیان تقسیم کرو اور جو ان حصوں سے بچ جائے وہ سب سے قریبی مرد کے لیے ہے۔

وأجمعوا أن بني البنين عند عدم البنين كالبنين ...؛ لأنهم كلهم بنو بنين يقع عليهم اسم أولاد، فالمال بينهم للذكر مثل حظ الأنثيين. [شرح صحيح البخاري لابن بطال]

وأجمعوا أن بني البنين عند عدم البنين كالبنين إذا استووا في العدد، ذكرهم كذكرهم، وأنثاهم كأنثاهم. [التوضيح شرح الجامع الصحيح للبخاري]

وَتَمَسَّكَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَالْجُمْهُورُ بِقَوْلِهِ تَعَالَى (فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ) وَقَدْ أَجْمَعُوا أَنَّ بَنِي الْبَنِينَ ذُكُورًا وَإِنَاثًا كَالْبَنِينَ عِنْدَ فَقْدِ الْبَنِينَ إِذَا اسْتَوَوْا فِي التَّعَدُّدِ فَعَلَى هَذَا تُخَصُّ هَذِهِ الصُّورَةُ مِنْ عُمُوم فَلأولى رجل ذكر. [فتح الباري شرح صحيح البخاري]

یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ بیٹوں کی اولاد ان بیٹوں کے نہ رہنے پر بیٹوں کی طرح ہیں تو ان میں کے مذکر بیٹوں کی طرح اور مونث بیٹیوں کی طرح ہیں۔

*-* عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: كَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: «الْجَدُّ أَبٌ مَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُ أَبٌ، كَمَا أَنَّ ابْنَ الِابْنِ ابْنٌ مَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُ ابْنٌ». [السنن الكبرى للبيهقي: حديث رقم: ١٢٢٨١]

إِجْمَاعٌ أَيْضًا مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ فِي أَنَّ بَنِي الْبَنِينَ يَقُومُونَ مَقَامَ وَلَدِ الصُّلْبِ عِنْدَ عَدَمِ وَلَدِ الصُّلْبِ يَرِثُونَ كَمَا يَرِثُونَ وَيَحْجُبُونَ كَمَا يَحْجُبُونَ. [الاستذكار لابن عبد البر]

(قَالَ فَعُلِمَ بِذَلِكَ أَن حَدِيث بن عَبَّاسٍ لَيْسَ عَلَى عُمُومِهِ بَلْ هُوَ فِي شَيْءٍ خَاصٍّ وَهُوَ مَا إِذَا تَرَكَ بِنْتًا وَعَمًّا وَعَمَّةً فَإِنَّ لِلْبِنْتِ النِّصْفَ وَمَا بَقِيَ لِلْعَمِّ دُونَ الْعَمَّةِ إِجْمَاعًا). [فتح الباري شرح صحيح البخاري لمؤلفه: أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني الشافعي]

وتمسّك زيد بن ثابت والجمهور بقوله تعالى (في أولادكم للذّكر مثل حظّ الأنثيين) وقد أجمعوا أنّ بني البنين ذكوراً وإناثاً كالبنين عند فقد البنين إذا استووا في التّعدّد، فعلى هذا تخصّ هذه الصّورة من عموم (فلأولى رجلٍ ذكرٍ). [فتح السلام شرح عمدةالأحكام]

وبسندٍ صحيحٍ إلى أبي سعيد وأبي موسى وعثمان بن عفّان: أنّ أبا بكر كان يجعل الجدّ أباً. وفي لفظٍ له: (أنّه جعل الجدّ أباً إذا لَم يكن دونه أبٌ). [فتح السلام شرح عمدةالأحكام]

(وَقَالَ ابن عَبَّاس: يَرِثنِي ابن ابْنِي دون إخوتي وَلَا أرث أَنا ابن ابْنِي)،

قَالَ ابن عبد الْبر: وَجه قِيَاس ابن عَبَّاس أَن ابن الِابْنِ لَمَّا كَانَ كَالِابْنِ عِنْدَ عَدَمِ الِابْنِ كَانَ أَبُو الْأَبِ عِنْدَ عَدَمِ الْأَبِ كَالْأَبِ).[فتح الباري شرح صحيح البخاري]

یعنی ان سب کا ماحصل یہی ہے کہ بیٹوں کی اولاد ان بیٹوں کے نہ رہنے پر بیٹوں کی طرح ہیں تو ان میں کے مذکر بیٹوں کی طرح اور مونث بیٹیوں کی طرح ہیں۔ اس بات پر اجماع ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کے ترجمۃالباب سے یہ واضح ہو گیا کہ یتیم پوتا اپنے باپ کی عدم موجودگی کے سبب اپنے چچا تائے کے ساتھ اپنے دادا کا وارث ہے اور اس کے ترکہ میں حقدار و حصہ دار ہے۔ جیسا کہ یتیم پوتی کے بارے میں درج ذیل باب ہے جس میں اللہ کے رسول کا فیصلہ موجود ہے کہ انہوں نے یتیم پوتی کو اس کی پھوپھی کے ساتھ اس کے دادا کے ترکہ سے اس معینہ حصہ میں سے حصہ دیا جو ایک سے زیادہ بیٹیوں کے لیئے اللہ نے مقرر فرمایا ہے یعنی دو تہائی کی مقدار میں سے حصہ دیا۔

(٨-باب مِيرَاثِ ابْنَةِ ابْنٍ مَعَ ابْنَةٍ)

*-* عَنِ هُزَيْلَ بْنَ شُرَحْبِيلَ قَالَ: سُئِلَ أَبُو مُوسَى عَنِ ابْنَةٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ، فَقَالَ لِلابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِلأُخْتِ النِّصْفُ، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ فَسَيُتَابِعُنِي. فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسَى، فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ، أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ - صلى الله عليه وسلم - «لِلابْنَةِ النِّصْفُ، وَلابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلأُخْتِ». فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسَى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: لاَ تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هَذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ. [صحيح بخاري: ٦٧٣٦، ٦٧٤٢ - فتح ١٢/ ١٧].

ہزیل بن شرحبیل نے بیان کیا کہ ابو موسیٰ (رض) سے بیٹی، پوتی اور بہن کی میراث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ بیٹی کو آدھا ملے گا اور بہن کو آدھا ملے گا اور تو ابن مسعود (رض) کے یہاں جا، شاید وہ بھی یہی بتائیں گے۔ پھر ابن مسعود (رض) سے پوچھا گیا اور ابو موسیٰ (رض) کی بات بھی پہنچائی گئی تو انہوں نے کہا کہ میں اگر ایسا فتویٰ دوں تو گمراہ ہو چکا اور ٹھیک راستے سے بھٹک گیا۔ میں تو اس میں وہی فیصلہ کروں گا **جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کیا تھا کہ بیٹی کو آدھا ملے گا، پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا، اس طرح دو تہائی پوری ہو جائے گی اور پھر جو باقی بچے گا وہ بہن کو ملے گا۔** پھر ابو موسیٰ (رض) کے پاس آئے اور ابن مسعود (رض) کی بات ان تک پہنچائی تو انہوں نے کہا کہ جب تک یہ عالم تم میں موجود ہیں مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اللہ کے رسول نے بیٹی کے ساتھ یتیم پوتی کو حصہ دیا اور یتیم پوتی کے حصہ پانے میں بیٹی کوئی رکاوٹ نہ بنی۔ اس لیئے یتیم پوتے کو اس کے چچا تائے کے ہوتے حصہ مل سکتا ہے کوئی چیز مانع نہیں۔

ابو بکر کہتے تھے: (الجد أب ما لم يكن دونه أب، كما أن ابن الابن ابن ما لم يكن دونه ابن).

جب باپ نہ ہو تو دادا باپ ہے جس طرح بیٹا نہ ہو تو اس بیٹے کا بیٹا بیٹا ہے۔

## پوتے کی تین حالتیں:

پوتے کے وارث ہونے یا نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں:

[۱] پہلی صورت یہ ہے کہ اس پوتے کا باپ موجود ہو تو اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ ایسا پوتا جس کا باپ موجود ہو وارث نہیں ہوگا، بلکہ محجوب ہوگا جیسا کہ امام الفرائض حضرت زید بن ثابت کا قول ہے: (وَلاَ يَرِثُ وَلَدُ الابْنِ مَعَ الابْنِ). [صحيح بخاری: كتاب الفرائض: ٧-باب مِيرَاثِ ابْنِ الابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنِ له أبٌ] یعنی بیٹے کے ساتھ اس بیٹے کا بیٹا وارث نہیں ہوگا۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ صرف پوتے ہی پوتے ہوں اور کوئی بھی بیٹا بیٹی نہ ہو تو ایسی صورت میں یہ حکم شرعی ہے کہ ہر ایک پوتا پوتی مثل ایک بیٹے بیٹی کے اپنے دادا کے ترکہ میں حقدار ووارث ہو کر حصہ پائیں گے۔ جیسا کہ اس کو حضرت زید بن ثابت نے یوں بیان کیا ہے:

(ذَكَرُهُمْ كَذَكَرِهِمْ وَأُنْثَاهُمْ كَأُنْثَاهُمْ، يَرِثُونَ كَمَا يَرِثُونَ، وَيَحْجُبُونَ كَمَا يَحْجُبُونَ).

[صحيح بخاری: كتاب الفرائض: ٧-باب مِيرَاثِ ابْنِ الابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنِ له أبٌ]

ان دونوں صورتوں کے بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ امام شوکانی نے اس الفاظ میں بیان کیا ہے: (وَلَا خِلَافَ أَنَّ بَنِي الْبَنِينَ كَالْبَنِينَ فِي الْمِيرَاثِ مَعَ عَدَمِهِمْ). [فتح القدير، لمؤلفه: محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني اليمني (المتوفى: ١٢٥٠هـ)]

اس کو امام ابن حجر عسقلانی نے یوں ذکر کیا ہے: (وَقَدْ أَجْمَعُوا أَنَّ بَنِي الْبَنِينَ ذُكُورًا وَإِنَاثًا كَالْبَنِينَ عِنْدَ فَقْدِ الْبَنِينَ إِذَا اسْتَوَوْا فِي التَّعَدُّدِ). [فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۸]

یعنی جب کوئی بیٹا موجود نہ ہو تو ان بیٹوں کی اولادیں صلبی اولاد کی طرح ہوں گی یعنی پوتا بیٹے کی طرح اور پوتی بیٹی کی طرح ہوں گی جس طریقے سے ایک بیٹے کا حصہ ایک بیٹی کے دوگنا ہوتا ہے اسی طریقہ سے ایک پوتے کا حصہ دو پوتیوں کے حصہ کے برابر ہوگا، اور ایک پوتے کو دو دو حصہ اور ہر ایک پوتی کو ایک ایک حصہ ملے گا ۔

[۳] تیسری صورت یہ ہے کہ پوتا ایسا ہو کہ اس کا باپ تو نہ ہو البتہ اس کے چچا تائے وغیرہ ہوں تو ایسی صورت میں یتیم پوتا وارث ہوگا محجوب نہیں ہوگا؟ اس تعلق سے زید بن ثابت کا یہ کہنا ہے: (وَلَدُ الأَبْنَاءِ بِمَنْزِلَةِ الوَلَدِ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُمْ وَلَدٌ. وَقَوْلُهُ: إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُمْ أَيْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمَيِّتِ). [فتح الباري شرح صحيح بخاري: كتاب الفرائض: ٧-باب مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنِ له أبٌ]

یعنی بیٹوں کی اولاد (پوتے پوتیاں) بمنزلہ اولاد (یعنی بیٹے بیٹی کے قائم مقام) ہوتے ہیں جب ان کے اور میت کے مابین کی اولاد (بیٹا) نہ ہو۔

یعنی جو بیٹے موجود نہ ہوں تو ان کے درجہ میں ان کے بیٹے بیٹیاں یعنی پوتے پوتیاں اس کی جگہ وارث ہونگے۔ جیسا کہ صحیح بخاری کا باب اس کا واضح ثبوت ہے: [باب مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنِ له أبٌ] یعنی جس پوتے کا باپ نہ ہو وہ پوتا اپنے دادا کا وارث اور اس کے ترکہ میں حقدار و حصہ دار ہے۔

قوله تعالى: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾[سورة النساء: ١١]، وأجمعوا أن بني البنين عند عدم البنين كالبنين إذا استووا في العدد، ذكرهم كذكرهم، وأنثاهم كأنثاهم، وكذا إذا اختلفوا في التعدد لا يضرهم؛ لأنهم كلهم بنو بنين يقع عليهم اسم أولاد، فالمال بينهم {لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ} إلا ما أجمعوا عليه من أن الأعلى من بني البنين الذكور يحجب من تحته من ذكر وأنثى. [التوضيح لشرح الجامع الصحيح، لمؤلفه: ابن الملقن سراج الدين أبو حفص عمر بن علي بن أحمد الشافعي المصري (المتوفى: ٨٠٤هـ)]

یعنی فرمان الٰہی میں اولاد کے حق میں جو وصیت اللہ تعالیٰ نے کی ہے اس میں اولاد کے ضمن میں پوتے پوتیاں سبھی شامل ہیں۔ اور اس بات پر تمام لوگوں کا اجماع ہے کہ بیٹوں کی اولاد (پوتے پوتیاں) ان بیٹوں کی عدم موجودگی میں بمنزلہ اولاد (یعنی بیٹے بیٹی کے قائم مقام) ہوتے ہیں جب ان کے اور میت کے مابین کی اولاد (بیٹا) نہ ہو۔

یہی صورت موضوع بحث ہے، جس کو باریک بینی کے ساتھ جاننے سمجھنے اور تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم جس کو محجوب سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں وارث

ہو، اور ہم اس کو اس کے حق سے محروم کر کے اپنی لا علمی کی بنیاد پر جہنم کے دائمی عذاب کے مستحق بن جائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یتیم کے تعلق سے بھی فرمایا ہے اور وارثوں کے حقوق اور احکام میراث کی مخالفت اور حدود سے تجاوز کی صورت میں بھی بیان کیا ہے۔

## یتیم پوتا بھی بحکم الٰہی بنیادی طور پر وارث ہے:

اس تیسری صورت کے سلسلے میں کچھ کہنے یا حکم لگانے اور فیصلہ کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ یتیم پوتے کی حیثیت کا تعین کر لیا جائے اور اس بات کی جانکاری کر لینا ضروری ہے کہ اللہ کے اس حکم ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ [سورة النساء: ١١] کے تحت یتیم پوتا بھی آتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں امام ابن حجر عسقلانی یوں لکھتے ہیں:

(وَلَكِنْ بَيْنَ التَّعْبِيرِ بِالْوَلَدِ وَالِابْنِ فَرْقٌ وَلِذَلِكَ قَالَ تَعَالَى يُوصِيكُم الله فِي أَوْلَادكُم وَلَمْ يَقُلْ فِي أَبْنَائِكُمْ وَلَفْظُ الْوَلَدِ يَقَعُ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالْوَاحِدِ وَالْجَمْعِ بِخِلَافِ الِابْنِ وَأَيْضًا فَلَفْظُ الْوَلَدِ يَلِيقُ بِالْمِيرَاثِ بِخِلَافِ الِابْنِ تَقول بن فُلَانٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَلَا تَقُولِ وَلَدُهُ وَكَذَا كَانَ مَنْ يَتَبَنَّى وَلَدَ غَيْرِهِ قَالَ لَهُ ابْنِي وَتَبَنَّاهُ وَلَا يَقُولُ وَلَدِي وَلَا وَلَدَهُ وَمِنْ ثَمَّ قَالَ فِي آيَةِ التَّحْرِيمِ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُم إِذْ لَوْ قَالَ وَحَلَائِلُ أَوْلَادِكُمْ لَمْ يَحْتَجْ إِلَى أَنْ يَقُولَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ لِأَنَّ الْوَلَدَ لَا يَكُونُ إِلَّا مِنْ صُلْبٍ أَوْ بَطْنٍ). [فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۲]

(وَلَفْظُ الْوَلَدِ يَقَعُ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالْوَاحِدِ وَالْجَمْعِ). (لَفْظُ الْوَلَدِ أَعَمُّ مِنَ الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَيُطْلَقُ عَلَى الْوَلَدِ لِلصُّلْبِ وَعَلَى وَلَدِ الْوَلَدِ وَإِنْ سفل).

یعنی ولد اور اولاد ایک عام لفظ ہے جس میں مذکر بھی آتا ہے اور مؤنث بھی آتی ہے اور اس میں اپنی صلبی اولاد بھی شامل ہے اور اس اولاد کی اولادیں بھی نیز ان کے بعد کی سبھی اولادیں شامل ہیں خواہ وہ کتنے ہی نچلے طبقہ کی ہوں۔

اسی طرح امام شوکانی بھی دلائل کے ذریعہ واضح کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ان دونوں صورتوں کے بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ امام شوکانی نے اس الفاظ میں بیان

کیا ہے: (وَلَا خِلَافَ أَنَّ بَنِي الْبَنِينَ كَالْبَنِينَ فِي الْمِيرَاثِ مَعَ عَدَمِهِمْ). [فتح القدير، لمؤلفه: محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني اليمني (المتوفى: ١٢٥٠هـ)]

[بَابُ أَنَّ الْوَقْفَ عَلَى الْوَلَدِ يَدْخُلُ فِيهِ وَلَدُ الْوَلَدِ بِالْقَرِينَةِ بِالْإِطْلَاقِ]

قَوْلُهُ: (إِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِيٍّ) إِنَّمَا قَالَ لَهَا ذَلِكَ لِأَنَّهَا مِنْ ذُرِّيَّةِ هَارُونَ وَعَمُّهَا مُوسَى، وَبَنُو قُرَيْظَةَ مِنْ ذُرِّيَّةِ هَارُونَ، فَسَمَّى رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - هَارُونَ أَبًا لَهَا وَبَيْنَهَا وَبَيْنَهُ آبَاءٌ مُتَعَدِّدُونَ، وَكَذَلِكَ جَعَلَ الْحَسَنَ ابْنًا لَهُ وَهُوَ ابْنُ ابْنَتِهِ، وَكَذَلِكَ الْحُسَيْنُ كَمَا فِي سَائِرِ الْأَحَادِيثِ، وَوَصَفَ نَفْسَهُ بِأَنَّهُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ جَدُّهُ، وَجَعَلَ لِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ وَأَبْنَائِهِمْ حُكْمَ الْأَنْصَارِ، وَذَلِكَ كُلُّهُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ حُكْمَ أَوْلَادِ الْأَوْلَادِ حُكْمُ الْأَوْلَادِ، فَمَنْ وَقَفَ عَلَى أَوْلَادِهِ دَخَلَ فِي ذَلِكَ أَوْلَادُ الْأَوْلَادِ مَا تَنَاسَلُوا، وَكَذَلِكَ أَوْلَادُ الْبَنَاتِ، وَفِي ذَلِكَ خِلَافٌ، وَمِمَّا يُؤَيِّدُ الْقَوْلَ بِدُخُولِ أَوْلَادِ الْبَنَاتِ: مَا أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُد وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ». [نيل الأوطار: بَابُ أَنَّ الْوَقْفَ عَلَى الْوَلَدِ يَدْخُلُ فِيهِ وَلَدُ الْوَلَدِ بِالْقَرِينَةِ بِالْإِطْلَاقِ]

(أَنَّ حُكْمَ أَوْلَادِ الْأَوْلَادِ حُكْمُ الْأَوْلَادِ، فَمَنْ وَقَفَ عَلَى أَوْلَادِهِ دَخَلَ فِي ذَلِكَ أَوْلَادُ الْأَوْلَادِ مَا تَنَاسَلُوا، وَكَذَلِكَ أَوْلَادُ الْبَنَاتِ). [نيل الأوطار: بَابُ أَنَّ الْوَقْفَ عَلَى الْوَلَدِ يَدْخُلُ فِيهِ وَلَدُ الْوَلَدِ بِالْقَرِينَةِ بِالْإِطْلَاقِ]

اولاد کی اولادوں کا بھی وہی حکم ہے جو اولاد کا ہے، اور اولاد میں اولاد کی اولادیں نسل در نسل سبھی شامل ہو گئی ہیں، حتی کہ بیٹیوں کی اولادیں بھی اس میں شامل ہیں۔ (نیل الاوطار ج٦ ص٣٦)

وَفِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ الْمَذْكُورِ: «فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِزَوْجِهَا وَبَنِيهَا وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا».

٣٠٦٨ - (عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: «قَضَى رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لِحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، ثُمَّ إنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ،

فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا، وَفِي رِوَايَةٍ: اقْتَتَلَتْ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إلَى رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ: عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ وَقَضَى بِدِيَةِ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا». مُتَّفَقٌ عَلَيْهِمَا، وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ دِيَةَ شِبْهِ الْعَمْدِ تَحْمِلُهَا الْعَاقِلَةُ) .

(وَالْمُرَادُ بِالْعَاقِلَةِ الْمَذْكُورَةِ هِيَ الْعَصَبَةُ وَهُمْ مَنْ عَدَا الْوَلَدِ وَذَوِي الْأَرْحَامِ). [نيل الأوطار: بَابِ دِيَةِ الْجَنِينِ]

وَوَقَعَ فِي رِوَايَةٍ عِنْدَ الْبَيْهَقِيّ فَقَالَ أَبُوهَا: «إنَّمَا يَعْقِلُهَا أَبُوهَا، فَاخْتَصَمُوا إلَى رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَالَ: الدِّيَةُ عَلَى الْعَصَبَةِ» وَفِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ الْمَذْكُورِ: «فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِزَوْجِهَا وَبَنِيهَا وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا».

[نيل الأوطار، المؤلف: محمد بن علي بن محمد بن عبد الله الشوكاني اليمني (المتوفى: ١٢٥٠هـ)]

اسی طرح عصر حاضر کے مشہور عرب حنفی عالم شیخ محمد علی الصابونی اپنی کتاب (المواريث فى الشريعة الاسلامية ) کے صفحہ (٢٢ )پر لکھتے ہیں: هـ-بقي حكم(أولاد الابن) وهؤلاء، يقومون مقام الأولاد إذا عدموا، ذلك لأن قوله تعالى: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ يتناول الأولاد الصلبيين وأولاد الابن مهما نزلوا بالإجماع.

اولاد کی غیر موجودگی میں اولاد کی اولادیں اسکے قائم مقام ہوں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ میں اپنی اولاد بھی شامل ہے اور ان اولادوں کی اولادیں بھی شامل ہیں اور ان کی اولادیں بھی شامل ہیں خواہ وہ کتنے ہی نیچے کے طبقہ کی کیوں نہ ہوں اور اس بات پر اجماع ہے۔یہی بات احکام المواريث على المذاهب الاربعة کے صفحہ (٩٨، ١٠١) پر یوں مذکور ہے: (والولد -كما قلنا مرارا- يشمل الابن و البنت وولد الابن من الولد بوضع اللغة العربية و حكماء الشريعة).

ہم نے بار بار کہا کہ ولد میں بیٹے و بیٹیاں اور ان کی اولادیں سبھی شامل ہیں عربی زبان و لغت کے مطابق بھی اور علمائے شریعت کے اقوال کے مطابق بھی اولاد کی اولادیں بھی اولاد میں سے ہی ہیں۔

لہٰذا اس بارے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہ جاتا کہ یتیم پوتا بھی ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ کے حکم الٰہی میں شامل ہے اور بحکم الٰہی بنیادی طور پر وارث ہے کیونکہ وہ اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اولاد کے حکم میں ہے اور جو حیثیت اور مقام و مرتبہ اس کے باپ کو حاصل تھا اس کے نہ رہنے کی صورت میں اس کو حاصل ہو گیا ہے، اس لئے کہ اولاد کی اولادیں اولاد کی عدم موجودگی میں اولاد کے حکم میں ہو جاتی ہیں اس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے اور یہ ایک اجماعی و متفقہ فیصلہ ہے جس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے، پس یتیم پوتا بالاتفاق اللہ کے اس حکم ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ میں شامل ہو کر بنیادی طور پر وارث ہوتا ہے، جس کو کسی بھی طور پر محروم نہیں کیا جا سکتا ہے، اس کو حضرت زید بن ثابت نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: (وَلَدُ الأَبْنَاءِ بِمَنْزِلَةِ الوَلَدِ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُمْ وَلَدٌ). [صحيح بخاري]

یعنی بیٹوں کی اولادیں اولاد کے درجہ میں ہیں جب ان کے اوپر ان کے اور میت کے مابین کے بیٹے (ان کے باپ) نہ ہوں۔

الحاصل یتیم پوتے پوتیاں اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اپنے باپ کے درجہ میں ہو جاتے ہیں اور ان کے قائم مقام کے طور پر اپنے دادا کے وارث اور اس کے ترکہ و میراث میں حقدار و حصہ دار ہیں جس طرح ان کے باپ کی عدم موجودگی میں ان کے دادا ان کے باپ کے قائم مقام کے طور پر ان کے وارث ان کے ترکہ و میراث میں حقدار و حصہ دار ہیں۔

## یتیم پوتے کی دو حالتیں:

یتیم پوتے کے وارث ہونے کی دو صورت ہے ایک یہ کہ نہ تو اس کا باپ موجود ہو اور نہ ہی چچا موجود ہو اس صورت میں یتیم پوتا بحیثیت ایک بیٹے کے وارث ہو کر اس طریقہ سے حصہ

پائے گا جس طریقہ سے اس کا باپ حصہ پاتا دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا باپ تو موجود نہیں ہے البتہ اس کا چچا موجود ہے تو ایسی صوورت میں یتیم پوتا اپنے باپ کی جگہ پر اس کے قائم مقام کے طور پر ہوگا اور اس کو وہ حصہ ملے گا جو اس کے باپ کا بنتا ہوگا، پہلی صورت کی تعبیر ان الفاظ میں کی گئی ہے: (وَلَا خِلَافَ أَنَّ بَنِي الْبَنِينَ كَالْبَنِينَ فِي الْمِيرَاثِ مَعَ عَدَمِهِمْ).

یعنی بیٹوں کی اولاد ان کی عدم موجودگی ان بیٹوں کی طرح ہیں یعنی جیسے ایک بیٹے کا حصہ بنتا ہے بعینہٖ اسی طرح ان کا بھی حصہ بنے گا۔ یعنی ہر پوتے کا حصہ ایک بیٹے کی طرح لگے گا۔

جبکہ دوسری صورت کی تعبیر ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ اس کو حضرت زید بن ثابت نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: (وَلَدُ الأَبْنَاءِ بِمَنْزِلَةِ الوَلَدِ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُمْ وَلَدٌ). [صحیح بخاري]

یعنی بیٹوں کی اولادیں اولاد کے درجہ میں ہیں جب ان کے اوپر ان کے اور میت کے مابین کے بیٹے (ان کے باپ) نہ ہوں۔

یتیم پوتے اپنے باپ کی عدم موجودگی میں ان کے قائم مقام اور ان کے درجہ میں ہو جاتے ہیں، ان دونوں صورتوں میں یتیم پوتا وارث ہوگا لیکن دونوں کی نوعیت اور مقدار میں فرق ہوگا، اس کو ہم مثال سے واضح کر دینا چاہتے ہیں:

## مثل اولاد ہونے کا معنیٰ ومفہوم مع مثال:

مثل اولاد ہونے کا معنیٰ ومفہوم یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اس کے دو بیٹے تھے وہ دونوں اپنے باپ کی زندگی میں ہی مر گئے البتہ دونوں نے اپنی اولادیں چھوڑیں، ایک بیٹے کے تین بیٹے ہیں اور دوسرے بیٹے کے صرف ایک ہی بیٹا ہے تو چاروں پوتے یکساں طور پر اپنے دادا کے ترکہ میں برابر برابر کے حصہ دار ہوں گے اور ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملے گا یہ نہیں ہوگا کہ دونوں بیٹوں کا حصہ الگ الگ کر کے ان کے بیٹوں کے درمیان تقسیم کیا جائے اور تین بیٹوں والے بیٹے کا جو آدھا حصہ ہے وہ اس کے تینوں بیٹوں کے درمیان تقسیم کیا جائے اور ایک بیٹے والے بیٹے کا دوسرا حصہ اس کے ایک بیٹے کو تنہا دیا جائے۔ بلکہ ان چاروں پوتوں کو چار بیٹا مان کر ان کے

دادا کے ترکہ کے چار حصے کر کے ہر ایک پوتے کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا یہ ہے: (أَنَّ بَنِي الْبَنِينَ كَالْبَنِينَ فِي الْمِيرَاثِ مَعَ عَدَمِهِمْ). کا حقیقی معنیٰ و مفہوم، جس کا مفہوم عام طور پر لوگ غلط نکالتے ہیں۔

## قائم مقام اولاد ہونے کا معنیٰ ومفہوم مع مثال:

جہاں تک پوتے کا اپنے باپ کے قائم مقام ہونے کا مطلب ہے تو اس کو اس مثال سے سمجھئے کہ مذکورہ بالا مثال میں جن دو بیٹوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے اگر تین بیٹوں کا باپ اپنے باپ کی زندگی میں ہی مر جاتا ہے اور ایک بیٹے کا باپ اپنے باپ (دادا) کے مرنے کے بعد مرتا ہے تو ایسی صورت میں میت کا وہ بیٹا جو میت کی زندگی میں مر چکا ہے اور اس کے تین بیٹے (یعنی تین یتیم پوتے) دادا کی موت کے وقت موجود ہیں جو میت کے یتیم پوتے ہیں اور میت کا وہ بیٹا جو اس کے (دادا) کے مرنے کے بعد مرا اور اس کا بیٹا (میت کا پوتا) موجود ہے تو تقسیم میراث کے وقت یہ تینوں بیٹے اپنے باپ کے قائم مقام کے طور پر ہوں گے اور اپنے چچا کے درجہ میں ہوں گے تو جو حصہ ان کے باپ کا بنتا ہوگا وہ ان تیموں کا مشترکہ حصہ ہوگا جو میت کے پوتے ہیں۔ اور دوسرا حصہ ان کے چچا کا ہوگا جو میت کا دوسرا بیٹا ہے جو اپنے باپ کے مرنے کے بعد مرا ہے جس کا ایک ہی بیٹا (میت کا پوتا) موجود ہے تو ایسی صورت میں اس کے اکلوتے بیٹے کو تنہا یہ دوسرا (ان کے دادا کی میراث کا) آدھا حصہ ملے گا جو اس کے باپ کا حصہ ہوگا، جبکہ دادا کی زندگی میں فوت ہو جانے والے بیٹے کا آدھا حصہ اس کے تینوں بیٹوں کا مشترکہ حصہ ہوگا جس میں یہ تینوں ایک تہائی ایک تہائی حصہ لے لیں گے اور اولاد کی موت کے بعد فوت ہونے والے بیٹے کا کل حصہ (جو دادا کے ترکہ کا آدھا حصہ ہے) اس کے اکلوتے بیٹے کو تنہا ملے گا جو ان تینوں میں سے ہر ایک کے حصے سے تین گنا ہوگا، یہ نہیں ہوگا کہ ان چاروں کو برابر برابر حصہ دیا جائے کیونکہ ایسی صورت میں جبکہ ایک طرف میت کا بیٹا بھی موجود ہو اور دوسری طرف ایک متوفی بیٹے کے بیٹے موجود ہوں تو اس متوفی بیٹے کے بیٹے اپنے چچا کی موجودگی

میں اپنے چچا کے درجہ میں ہوں گے، اور اپنے باپ کے قائم مقام ہوں گے تو جو حصہ انکے باپ کا ہوگا وہ انھیں مشترکہ طور پر ملے گا جس میں وہ برابر برابر کے شریک ہوں گے اور جو بیٹا باپ کی موت کے وقت موجود تھا اور اس کی وفات کے بعد مرا ہے اس کا ایک بیٹا اس کے حصہ کا حقدار ہوگا، یہی مقصود ہے حضرت زید بن ثابت کے اس قول کا ہے: جس کو حضرت زید بن ثابت نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: (وَلَدُ الأَبْنَاءِ بِمَنْزِلَةِ الوَلَدِ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُمْ وَلَدٌ). یعنی بیٹوں کی اولادیں اولاد کے درجہ میں ہیں جب ان کے اوپر ان کے اور میت کے مابین کے بیٹے (ان کے باپ) نہ ہوں۔[صحيح بخاري]

بیٹوں کے بیٹے ان بیٹوں کے درجہ میں اس وقت ہیں جب ان سے اوپر کی میت کا کوئی بیٹا موجود ہو، اور پوتے مثل بیٹے اس وقت ہوتے ہیں جب میت کے بیٹے بیٹیوں میں کوئی بھی نہ ہو۔ جس کا معنیٰ ومطلب لوگوں نے غلط لیا ہے کہ جب کوئی بھی بیٹا نہ ہو تب پوتا اپنے باپ کے قائم مقام ہوگا ایسا قطعاً نہیں بلکہ جب میت کا کوئی بھی بیٹا نہ ہو تو اس وقت بمنزلہ اولاد یا بطور قائم مقام نہیں ہوگا بلکہ وہ کالبنین ہوگا کیونکہ قائم مقام کے طور پر اس کو وہی مقدار ملے گی جو اس کے باپ کی ہوگی اور کالبنین یعنی مثل بیٹے کے ہونے کی صورت میں اس کو وہ مقدار ملے گی جو ایک بیٹے کی ہوتی ہے جیسے چار بیٹے ہونے کی صورت میں ایک بیٹے کا حصہ چوتھائی ہوتا ہے اسی طریقے سے چار پوتوں کی صورت میں ایک پوتے کا حصہ چوتھائی بنے گا اور جس بیٹے سے ایک ہی پوتا ہوگا اس پوتے کو صرف ایک چوتھائی حصہ ملے گا جبکہ قائم مقام کے طور پر اپنے دادا کے ترکہ کے آدھے حصہ میں سے ایک بیٹے کے تینوں بیٹے مشترکہ طور پر حقدار ہوں گے اور دوسرے بیٹے کا اکلوتا بیٹا تنہا اپنے دادا کی آدھی میراث کا مالک ہوگا، قائم مقام اور مثل کے فرق کو سمجھ نہ پانے کی وجہ سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگوں نے اس سلسلہ میں غلطی کی ہے اور آج بھی یہی غلطیاں کی جارہی ہیں اس لئے میں نے یہاں تفصیل کے ساتھ مثالوں کے ذریعہ ان دونوں کے فرق کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

## یتیم پوتے کے وارث وحقدار ہونے کے دلائل:

قرآن اور کلام الٰہی کی تفسیر و تشریح سے جو پیچھے ذکر کی گئی اور امام الفرائض صحابی رسول حضرت زید بن ثابت کی وضاحت نیز امام بخاری کے ترجمۃ الباب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یتیم پوتا اپنے چچا کے ہوتے ہوئے بھی دادا کے ترکہ میں سے اپنے باپ کے حصہ کا وارث اور حقدار ہے، اس کو محروم کرنا جہنم کا موجب عمل ہے، اس پر دلیل سورہ نساء کی آیت نمبر، ۱۱، ۱۰، ۹، ۷، ہے۔ اس کے خلاف قرآن کے اندر کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ جہاں تک سنت رسول ﷺ کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فیصلہ ہے جو بخاری وغیرہ میں مذکور ہے جس کو امام بخاری نے (٨ - باب مِيرَاثِ ابْنَةِ ابْنٍ مَعَ ابْنَةٍ) کے تحت ذکر کیا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے انھوں نے بخاری شریف کے اندر ((٧ - باب مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ له أَبٌ)) کے تحت یتیم پوتے کے دادا کے ترکہ میں وارث ہونے کو ثابت کرنے کے لئے باب باندھا ہے کہ جب پوتے کا باپ نہ ہو تو پوتا وارث ہے۔ پس جب میت کے بیٹوں میں سے بیٹا نہ ہو تو اس بیٹے کا بیٹا بحکم الٰہی وارث ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ پس یتیم پوتا بالاتفاق اللہ کے اس حکم میں شامل ہو کر بنیادی طور پر وارث ہوتا ہے، جس کو کسی بھی طور پر محروم نہیں کیا جا سکتا ہے اور اس کو محجوب قرار دینا اور محروم الارث کرنا سراسر ناجائز و حرام ہے۔ اس ضمن میں امام بخاری نے حضرت زید بن ثابت کا یہ قول نقل کیا ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور جس کی تشریح و تفصیل اوپر گذر چکی ہے اس کے بعد اللہ کے رسول کا یہ فرمان نقل کیا ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: «أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ» [صحيح بخاري: ٦٧٣٢ - مسلم: ١٦١٥]

وفي رواية لمسلم: «اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللهِ، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ». [صحيح مسلم: (٤/ ١٦١٥)]

جس کا مطلب یہ ہے جیسا کہ شارحین حدیث نے لکھا ہے جس کو امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ قرآن مجید کے اندر جن لوگوں کا جو بھی حق اور حصہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے وہ نکل رہا ہو تو اسکو انھیں دے دو پھر بھی اگر کچھ باقی بچ رہتا ہے تو اس کو ایسے شخص کو دو جو میت کا سب سے قریبی ہو اور مرد ہو (جیسے باپ، دادا، بھائی، بھتیجہ، چچا، چچازاد وغیرہ) ان میں سے جو بھی اولیت رکھتے ہوں انھیں ہی دو جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: (وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللهِ إِنَّ اللهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ). [سورة الأنفال: ٧٥]

یعنی ان رشتہ داروں میں سے بعض بعض سے زیادہ اولیت و برتری رکھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے اندر وضاحت کر دی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری ج ١٢ کتاب الفرائض)

نیز فتح الباری کے اندر یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ اولیٰ رجل کا مصداق وہ لوگ نہیں ہیں جو ماں باپ کے توسط سے وارث ہوتے ہیں کیونکہ انھیں اولیت قربت کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ واسطوں کی بنیاد پر درجہ بدرجہ ہے اور جب کوئی کسی کے درجہ میں آجاتا ہے تو اولیٰ وادنیٰ نہیں رہ جاتا۔ جیسا کہ امام ابن حجر لکھتے ہیں:

(وَلَمْ يَقْصِدْ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَنْ يُدْلِي بِالْآبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ مَثَلًا لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِمْ مَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْ غَيْرِهِ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْمَنْزِلَةِ كَذَا قَالَ بن الْمُنِير). [فتح الباری ج ١٢ ص ١٣]

اولیٰ رجل ذکر سے مراد بھتیجہ، چچا، چچازاد وغیرہ، ہیں جیسا کہ امام ابن التین امام ابن المنیر وغیرہ نے بیان کیا ہے: (وَقَالَ بن التِّينِ إِنَّمَا الْمُرَادُ بِهِ الْعَمَّةُ مَعَ الْعَمِّ وَبنت الْأَخ مَعَ بن الْأَخ وَبنت الْعم مَعَ بن الْعَمِّ). [فتح الباری ج ١٢ ص ١٣]

امام بخاری نے بخاری شریف میں ((٧ - باب مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ له أَبٌ)) کے تحت یتیم پوتے کے دادا کے ترکہ میں وارث ہونے کو ثابت کرنے کے لئے باب باندھنا اور اس کے متعلق حضرت زید بن ثابت کا قول اور اس کے بعد اس باب کے تحت درجہ حدیث رسول

ﷺ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یتیم پوتا اپنے چچا کے ساتھ وارث ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اپنے باپ کے درجے میں ہو کر چچا کے برابر ہو جاتا ہے لہٰذا جو حق اور حصہ اس کے باپ کا بنتا ہے وہ اس کا وارث اور حقدار ہے اس چیز پر اس کے بعد والا باب بھی کھلے طور پر دلالت کرتا ہے جو (بَاب مِيرَاث ابْنَة بن مَعَ ابْنَةٍ) کے باب کے تحت فیصلہ نبوی اور فتویٰ عبداللہ بن مسعود منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بیٹی کے ساتھ ایک پوتی کو اس مقدار میں سے حصہ دیا ہے جو دو یا دو سے زیادہ بیٹیوں کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر مقرر کیا ہے یعنی دو تہائی جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: (فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ)

یعنی اولاد میں سے اگر صرف مؤنث اولاد ہی ہو اور وہ دو یا دو سے اوپر ہوں تو ان سب کا مشترکہ حصہ دو تہائی ہے۔[سورہ نساء/۱۱]

اس تناظر میں بنص قرآنی آپ ﷺ نے دو یا دو سے زیادہ بیٹوں کا جو مشترکہ حصہ تھا اس میں سے بیٹی اور پوتی کو اس طریقہ سے حصہ دیا کہ بیٹی کے لئے کل ترکہ کا آدھا حصہ دیا اور اس دو تہائی کی مقدار میں سے بقیہ حصہ پوتی کو دیا جو کل کا چھٹا حصہ بنتا ہے۔اس طریقہ سے کل ملا کر دونوں کا حصہ مشترکہ طور پر دو تہائی ہو گیا اور بقیہ ایک تہائی سگی بہن کو ملا۔[بخاری کتاب الفرائض]

پوتی کے حصہ کا ایک چھٹا ہونا بعض لوگوں کے لئے باعث تشویش ہو سکتا ہے اس سلسلہ میں یہ وضاحت ضروری ہے چونکہ کسی میت کے صرف ایک ہی بیٹی ہونے کی صورت میں چونکہ ماں باپ کا حصہ مشترکہ طور پر ایک تہائی ہوتا ہے اور بیٹی کا صرف آدھا ہوتا ہے اور پھر باقی بچا ہوا حصہ بھی باپ کا ہوتا ہے اگر ماں باپ نہ ہوں تو ایسی صورت میں میت کی بہن بقیہ آدھے کی حقدار ہوتی ہے، اس لئے پوتی کو بیٹی کے برابر مقدار میں حصہ نہیں مل سکتا پس جو کچھ اسے ملا ہوا ہے وہ وحی الٰہی کے تحت ہے اور وہی مقدار اس کا فریضہ بنتی ہے پس اللہ کے رسول نے فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ (الآیۃ) کے بموجب جو بھی فیصلہ دیا ہے وہ وحی الٰہی کی روشنی میں ہی ہے اسلئے پوتی کا وہ حصہ واجبی مقدار میں ہے جو بظاہر بہت زیادہ متفاوت لگ رہا ہے، یہاں بحث مقدار سے نہیں ہے بلکہ بحث اس سے ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یعنی یتیم

پوتی کو بیٹی کا درجہ دیا اور بیٹی کے درجہ میں رکھ کر بیٹی کی حیثیت میں اسی مقدار میں سے حصہ دیا جو دو یا دو سے زیادہ بیٹیوں کا بنتا ہے لہٰذا پھوپھی کے ہوتے ہوئے یتیم بھتیجی پھوپھی کے ساتھ اس کے درجہ میں رہ کر اپنے دادا کے ترکہ میں وارث وحقدار بنی اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو اپنے حکم اور فیصلے سے حصہ دلوایا جو اس بات پر سورج سے زیادہ روشن دلیل ہے کہ یتیم پوتا بھی اپنے چچا کے ہوتے ہوئے اپنے باپ کے درجہ میں آکر بطور اس کے قائم مقام اپنے دادا کی میراث میں سے اپنے باپ کے حصہ کا حقدار وارث ہوگا، اور اس کے خلاف کتاب اللہ سے اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اس جیسی ایک بھی واضح دلیل قیامت تک پیش نہیں کی جاسکتی اور جو لوگ بلا دلیل کتاب وسنت یتیم پوتے کو اس کے باپ کے حصے سے محجوب قرار دے کر محروم الارث کرتے ہیں وہ کھلم کھلا یتیم پر ظلم کرتے ہیں اور جو ان کے حق کو مار کر کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کھاتے ہیں، کیونکہ ان کے اس عمل کے جواز کے لئے کتاب وسنت سے کوئی صریحی دلیل ان کے حق میں نہیں ہے۔ اور جو بھی دلیل دی جاتی ہے وہ صریحی طور پر بے بنیاد مبہم اور غیر واضح ہے جو شرعاً واصولاً ان کے موقف کے خلاف ہے۔

اور جو لوگ اس حدیث رسول ﷺ کو اپنے اس موقف اور عمل پر دلیل بناتے ہیں جب کہ وہ اس کے خلاف پر دلیل ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ - صلى الله عليه وسلم -: «أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ» [انظر: ٦٧٣٢ - مسلم: ١٦١٥ - فتح ١٢/ ١٦]

نیز وہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ کے حکم الٰہی کے بھی منافی ہے، کیونکہ حدیث رسول ﷺ کے جس ٹکڑے سے استدلال کرتے ہیں اس کا اطلاق ان یتیم پوتوں پر ہوتا ہی نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس حدیث رسول ﷺ کے مصداق ہیں، کیونکہ جس وقت اللہ کے رسول نے یہ کلمات اپنی زبان مبارک سے ادا کئے تھے اس وقت نہ تو اصول فرائض مرتب کئے گئے تھے اور نہ ہی اس کی اصطلاحیں ایجاد کی گئی تھیں اور نہ ہی اس وقت قرآن کے علاوہ کوئی فرائض کی کتاب موجود تھی بلکہ صرف اور صرف اللہ کے رسول ﷺ نے کلام الٰہی

قرآن مجید کو پیشِ نظر رکھ کر ہی یہ حکم صادر فرمایا تھا، اس لئے اس فرمان رسول اور کلام الٰہی کو بعد کے مرتب کردہ اصول و قواعد کی روشنی میں اور فقہی اصطلاحات کے تناظر میں جاننے و سمجھنے کی کوشش کرنا کتاب وسنت کی توہین اور ضلالت و گمراہی ہے، اور کتاب وسنت کے خلاف مزعومہ اجماع کو دلیل بنانا اس سے بھی بڑی گمراہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے: ﴿وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾[سورہ النجم/۲۸]

لوگوں کی باتیں واقوال ان کے اپنے قیاسات وآراء ہیں اور اللہ ورسول کی باتوں احکام وفرامین اور کلام وحی الٰہی ہے اور لوگوں کے قیاس وآراء حق (کلام الٰہی وکلام رسول) نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اس کا بدل ہو سکتے ہیں، پس ثابت ہوا کہ یتیم پوتے اپنے چچا کے ہوتے ہوئے اس کے ساتھ ہی اپنے دادا کے ترکہ میں سے اپنے باپ کے حصہ کے حقدار ہیں قرآن (کلام الٰہی) سنت (فیصلۂ نبوی) اور صحابی رسول کے فتوے کے مطابق اور جو لوگ ان کو محجوب ومحروم الارث قرار دیتے ہیں اس کو صحیح ثابت ٹھہرانیکے لئے باذن اللہ کتاب وسنت سے کوئی صریح وواضح دلیل قیامت تک پیش نہیں کر سکتے ہیں اور حدیث رسول ﷺ: (الحقوا الفرائض......الخ) کا جو معنیٰ ومطلب بیان کیا جاتا ہے اور جس کو بنیاد بنا کر اس کو محجوب قرار دینے کے لئے دلیل دی جاتی ہے بنیادی طور پر اس حدیث سے اس سلسلے میں استدلال کیا جانا ہی غلط ہے کیونکہ جو مراد، معنیٰ ومفہوم لوگ بیان کرتے ہیں وہ حقیقت میں اس حدیث کا معنیٰ ومطلب ہے ہی نہیں، اللہ ورسول ﷺ کا فرمان بالکل واضح ہے اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن ہی کو بنیادی ماخذ مانا ہے کسی کے وارث ہونے کے سلسلے میں بھی اور کسی کے میراث سے محروم کئے جانے کے سلسلے میں بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہی کسی کو وارث بنایا ہے اور حصہ بھی اسی کا مقرر کیا ہوا ہے۔

یتیم پوتے کو محجوب ومحروم الارث قرار دیئے جانے کے لئے علم فرائض کی فقہی اصطلاح ذوی الفروض اور عصبات کا سہارا لیا جاتا ہے اور مذکر اولاد کو عصبہ قرار دیا جاتا ہے اور عصبہ کے سلسلہ میں یہ اصول ہے کہ (الاقرب فالاقرب) یعنی جو سب سے زیادہ قریبی ہوگا وہ وارث ہوگا اور جو دور والا ہوگا وہ محجوب ہو جائے گا، درحقیقت یہ اصول ان اقرباء کے سلسلہ میں ہے جن کا

بنیادی طور پر میت کے ترکہ میں حق و حصہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ جنہیں فقہی اصطلاح میں عصبات کہا جاتا ہے۔ اور نصوص کتاب وسنت کے مطابق اولاد عصبہ نہیں ہوتی ہے نہ تو بیٹے پوتے پڑ پوتے وغیرہ اور نہ ہی بیٹیاں، پوتیاں، پڑ پوتیاں وغیرہ اس بات پر دلیل خود کلام الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سبھی کے حصوں کو فریضۂ الٰہی اللہ کا مقرر کردہ فریضہ قرار دے رکھا لہٰذا یہ سب کے سب صاحب فرض وارث ہیں عصبات میں سے نہیں ہیں اگرچہ حسابی اصول کے اعتبار سے ان کا شمار عصبات میں کیا جاتا ہے لیکن قرآن وسنت کے مطابق وہ عصبات میں سے نہیں ہیں بلکہ اصحاب فرائض میں سے ہیں اس بات کا ثبوت خود قرآن مجید میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ یعنی ان سبھوں کے حصے فریضۂ الٰہی ہیں پس یہ سبکے سب صاحب فرض ہیں جیسا کہ اختتام آیت پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ﴾ یعنی بیٹے، بیٹیوں، پوتے، پوتیوں وغیرہ) اور والدین (باپ، ماں، دادا، دادی وغیرہ) کے حصے اللہ کے فریضے ہیں اولاد (بیٹے، بیٹیوں، پوتے، پوتیوں اولاد وغیرہ) کے مشترکہ فریضے یوں ہیں:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ [سورة النساء: ١١]

یعنی ایک مذکر کو دو مؤنث کے برابر حصہ ہے اس میں بھی اصطلاحی فروض پائے جاتے ہیں مثلاً میت کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو یا ایک پوتا اور ایک پوتی ہو تو بیٹے یا پوتے کا حصہ دو ثلث یعنی دو تہائی ہوگا اور بیٹی یا پوتی کا حصہ ایک تہائی ہوگا۔ اسی طرح اگر دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہوں گی تو میت کی میراث کے چھ حصے ہوں گے جس میں سے ایک بیٹے کا حصہ دو سدس (ایک تہائی) ہوگا اور ایک بیٹی کا حصہ ایک سدس یعنی چھٹا حصہ ہوگا۔ اسی طرح اگر میت کے چار بیٹے ہوں تو ہر ایک کو چوتھائی (ربع) حصہ ملے گا۔ اسی طرح اگر دو بیٹے ہوں تو دونوں کو آدھا دھا (نصف نصف) اور اگر آٹھ بیٹے ہوں تو ہر ایک کو آٹھواں (ثمن) حصہ ملے گا، اس طریقہ سے اصطلاحی ذوی الفروض میں سے بیٹے پوتے وغیرہ بھی ہیں وہ اصطلاحی عصبہ نہیں ہیں اس بات پر دلیل اور شاہد خود اللہ کا کلام ہے علاوہ ازیں اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام بخاری، امام مسلم، امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بنی

لحیان کی ایک عورت اور اس کے پیٹ میں پل رہے بچے کے بارے میں فیصلہ دیا تھا اس عورت کے خلاف جو اس قبیلہ بنی لحیان کی ہی تھی کہ جس نے اس عورت کو قتل کر دیا تھا اور اس کا جنین ساقط ہو گیا تھا پھر وہ قاتلہ عورت مر گئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فیصلہ دیا: «فَقَضَى رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِزَوْجِهَا وَبَنِيهَا وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا».

یعنی قاتلہ عورت کی میراث اس کے بیٹے بیٹیوں اور پوتے پوتیوں وغیرہ اور اسکے شوہر کے لئے ہو گی، اور دیت کی رقم کی ادائیگی کی ذمہ داری اس عورت کے عصبات پر ہو گی، یعنی بیٹے بیٹی وغیرہ اور شوہر کے علاوہ لوگوں پر ہو گی۔ [بخاری و مسلم]

(وَالْمُرَادُ بِالْعَاقِلَةِ الْمَذْكُورَةِ هِيَ الْعَصَبَةُ وَهُمْ مَنْ عَدَا الْوَلَدِ وَذَوِي الْأَرْحَامِ). [نيل الأوطار: بَابِ دِيَةِ الْجَنِينِ]

اس حدیث کے اندر اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح و عیاں ہو جاتی ہے کہ مذکر اولاد عصبہ نہیں بلکہ صاحب فرض وارث ہیں اور ان کو عصبہ قرار دینا اللہ کے رسول ﷺ کے اس صریحی فرمان کے منافی ہے۔

در حقیقت عصبہ اولاد اور ذوی الارحام کے علاوہ ہیں جیسا کہ امام شوکانی لکھتے ہیں: (وَالْمُرَادُ بِالْعَاقِلَةِ الْمَذْكُورَةِ هِيَ الْعَصَبَةُ وَهُمْ مَنْ عَدَا الْوَلَدِ وَذَوِي الْأَرْحَامِ). [نيل الأوطار]

آگے لکھتے ہیں: *(وَهُوَ حُجَّةٌ فِي أَنَّ ابْنَ الْمَرْأَةِ لَيْسَ مِنْ عَاقِلَتِهَا). [نيل الأوطار]

یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل و حجت قاطع ہے کہ بیٹا میت کے عصبات میں سے نہیں۔

قَوْلُهُ: (وَبَرَّأَ زَوْجَهَا وَوَلَدَهَا) فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الزَّوْجَ وَالْوَلَدَ لَيْسَا مِنْ الْعَاقِلَةِ).

یعنی عاقلہ سے مراد اس عورت کے عصبات ہیں جن میں اولاد اور شوہر شامل نہیں ہیں بلکہ عصبہ وہ لوگ ہیں جو اولاد اور ذوی الارحام کے علاوہ ہوں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا بیٹا پوتا وغیرہ عصبات میں سے نہیں ہے، اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ شوہر اور اولاد عصبات میں سے نہیں ہیں یہی امام مالک اور امام شافعی کا بھی مذہب ہے۔

پس ثابت ہوا کہ یتیم پوتا اس فرمان رسول کے تحت صاحب فرض یا علم فرائض کی اصطلاح میں ذوی الفروض میں سے ہے عصبات میں سے نہیں ہے کیونکہ اولاد صاحب فرض ہوتی ہے عصبہ نہیں ہوتی ہے، اس بات پر اللہ و رسول ﷺ کا واضح حکم موجود ہے۔

## عصبہ کون لوگ ہیں ؟

(وَلَمْ يَقْصِدْ فِي هَذَا الْحَدِيثِ مَنْ يُدْلِي بِالْآبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ مَثَلًا لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِمْ مَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْ غَيْرِهِ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْمَنْزِلَة كَذَا قَالَ بن الْمُنِير وَقَالَ بن التِّينِ إِنَّمَا الْمُرَادُ بِهِ الْعَمَّةُ مَعَ الْعَمِّ وَبنت الْأَخ مَعَ بن الْأَخ وَبنت الْعم مَعَ بن الْعَمِّ وَخَرَجَ مِنْ ذَلِكَ الْأَخُ وَالْأُخْتُ لِأَبَوَيْنِ أَوْ لِأَبٍ فَإِنَّهُمْ يَرِثُونَ بِنَصِّ قَوْلِهِ تَعَالَى وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ).

عصبہ کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے: (وَالْعَصَبَةُ كُلُّ ذَكَرٍ يُدْلِي بِنَفْسِهِ بِالْقَرَابَةِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَيِّتِ أُنْثَى فَمَتَى انْفَرَدَ أَخَذَ جَمِيعَ الْمَالِ وَإِنْ كَانَ مَعَ ذَوِي فُرُوضٍ غَيْرِ مُسْتَغْرِقِينَ أَخَذَ مَا بَقِيَ وَإِنْ كَانَ مَعَ مُسْتَغْرِقِينَ فَلَا شَيْءَ لَهُ). [فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۵]

یعنی عصبہ ہر وہ مرد ہے کہ جس کی میت سے قربت براہ راست یا پھر کسی مرد کے توسط سے ہو اور اس کے اور میت کے درمیان میں کوئی مؤنث نہ حائل ہو پس جب وہ اکیلا آئے گا تو کل مال لے لیگا اور اگر ذوی الفروض کے ساتھ آئے گا تو اس کی دو صورت ہے کہ اگر باقی بچے گا تب پائیگا اور باقی نہیں بچے گا تو کچھ بھی نہیں پائے گا۔

اس حکم کے تحت اولاد نہیں آتی کیوں کہ اولاد کا حق اور حصہ ثابت و مستحکم ہے جو انھیں دیا جانا واجب اور فرض ہے اور کسی بھی طور پر اولاد کو ترکہ و میراث سے محروم نہیں رکھا جا سکتا۔

پس یتیم پوتے کو عصبہ قرار دے کر دادا کے ترکہ میں سے اسکے باپ کے حصہ سے محروم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نہ تو بحکم الٰہی عصبہ ہیں اور نہ ہی بفرمان نبوی عصبہ ہیں بلکہ اللہ و رسول کے فرمان کے تحت وہ صاحب فرض وارث ہیں اور اپنے باپ کے حق کے وارث وحقدار ہیں،

اور جو انھیں محروم الارث کہتا ہے اس کو کتاب وسنت سے صریح دلیل پیش کرنی چاہئے کیونکہ کتاب وسنت سے کسی بھی طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ مجوب اور محروم الارث ہیں۔

علاوہ ازیں ان کے وارث وحقدار ہونے کے ثبوت کے طور پر امام شوکانی کی ایک توضیح پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جو انھوں نے تحریر فرمایا ہے:

(وَمَعْنَى كَوْنِ الْوَلَاءِ لِلْكُبَرِ أَنَّهَا لَا تَجْرِي فِيهِ قَوَاعِدُ الْمِيرَاثِ، وَإِنَّمَا يَخْتَصُّ بِإِرْثِهِ الْكُبَرُ مِنْ أَوْلَادِ الْمُعْتِقِ أَوْ غَيْرِهِمْ، فَإِذَا خَلَّفَ رَجُلٌ وَلَدَيْنِ وَقَدْ كَانَ أَعْتَقَ عَبْدًا فَمَاتَ أَحَدُ الْوَلَدَيْنِ وَخَلَّفَ وَلَدًا ثُمَّ مَاتَ الْعَتِيقُ اخْتَصَّ بِوَلَائِهِ ابْنُ الْمُعْتِقِ دُونَ ابْنِ ابْنِهِ، وَكَذَلِكَ لَوْ أَعْتَقَ رَجُلٌ عَبْدًا ثُمَّ مَاتَ وَتَرَكَ أَخَوَيْنِ ثُمَّ مَاتَ أَحَدُهُمَا، وَتَرَكَ ابْنًا ثُمَّ مَاتَ الْمُعْتِقُ فَمِيرَاثُهُ لِأَخِي الْمُعْتِقِ دُونَ ابْنِ أَخِيهِ. وَوَجْهُ الِاسْتِدْلَالِ بِمَا رُوِيَ عَنْ هَؤُلَاءِ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ لَا يُخَالِفُونَ التَّوْرِيثَ إلَّا تَوْقِيفًا). [نيل الأوطار: بَابُ الْوَلَاءِ هَلْ يُوَرَّثُ أَوْ يُورَثُ بِهِ]

یعنی بڑے کے لئے ولاء کا مطلب یہ ہے کہ اس میں میراث کے اصول وضوابط نافذ نہیں ہوتے ہیں اس لئے آزاد کردہ غلام کی میراث کا حقدار آزاد کرنے والے شخص کی اولاد میں صرف بڑی اولاد ہی ہوگی یعنی صرف صلبی اولاد ہی آزاد کردہ غلام کے ترکہ ومیراث کی مستحق ہوگی، مثال سے یوں سمجھئے کہ کسی شخص نے اپنے غلام کو آزاد کردیا ہو اور اس آزاد کرنے والے شخص کے دو بیٹے ہوں جن میں سے اس کی زندگی میں ہی اس کے ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا ہو اور اس نے اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا ہو پھر آزاد کرنے والا شخص بھی مر جاتا ہے تو اس کی میراث کے حقدار اس کے بیٹے پوتے دونوں ہوں گے لیکن اس کے آزاد کردہ غلام کی میراث کا حقدار صرف آزاد کرنے والے شخص کا بیٹا ہوگا اس کا پوتا اس کا حقدار نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں میراث کا نظام لاگو نہیں، اور چونکہ آزاد کرنے والے شخص کے آزاد کردہ غلام کا ولی صرف اس کا بیٹا ہی ہے اس لئے وہی اس آزاد کردہ غلام کی میراث کا حقدار ہوگا اور یتیم پوتا محروم رہ جائے گا۔

امام شوکانی کا یہ کلام بڑا ہی واضح اور صریح ہے جو تقسیم میراث کے تعلق سے بھی ہے اور ولاء کے متعلق بھی ہے مثال کے ذریعہ امام شوکانی نے جو وضاحت پیش کی ہے وہ اس بات کا

بین ثبوت ہے کہ چونکہ ولاء کے اندر میراث کا نظام جاری و نافذ نہیں ہے اس لئے بیٹے کے ساتھ یتیم پوتا ولاء میں حصہ دار نہیں ہوگا جبکہ میراث کا نظام یہ ہے کہ بیٹا اور یتیم پوتا دونوں وارث ہوتے ہیں کیونکہ یتیم پوتا اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اپنے باپ کے درجہ میں آجاتاہے اور اگراسکا چچا بھی موجود ہوتو بطور اپنے باپ کے قائم مقام،اپنے باپ کا حصہ پانے کا حقدار ہے۔اور اگر چچا بھی موجود نہیں ہوگا توایک بیٹے کی طرح حصہ پائے گا۔

## حجب اور محجوبیت کیا ہے؟

عام طور پر لوگ محجوب کا لفظ استعال کرتے ہیں لیکن اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے ہیں، محجوب حجب سے بنا ہے جس کے معنٰی آڑ وپردہ اور رکاوٹ کے ہوتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو، محجوب اس کو کہتے ہیں جو اپنے سامنے والے کی موجودگی کی وجہ سے پردہ وآڑ میں چلا جائے اور جو چیز آڑے آتی ہے اور رکاوٹ بنتی ہے وہ حاجب ہوتی ہے اور جس کے لئے رکاوٹ بنتی ہے وہ محجوب کہلاتا ہے، مثال کے طور پر دادا، باپ اور پوتا تین شخص ہیں ان میں کا درمیانی فرد باپ ہے جو دادااور پوتے کے بیچ میں حائل ہے اگر نیچے سے اوپر کی طرف دیکھیں تو یوں کہیں گے پہلے پوتا پھر باپ پھر دادااور اگر اوپر سے نیچے کی طرف دیکھیں تویوں کہیں گے پہلے باپ پھر بیٹا پھر پوتا،اس کو ایک نام سے موسوم کرتے ہیں یعنی دادا ابو بکر، بیٹا عمر، اور پوتا زید ہے، ان تینوں میں ابو بکر اور زید محجوب ہیں اور عمر حاجب جب تک عمر موجود رہے گا تو وہ اپنے باپ ابو بکر اور اپنے بیٹے زید کے لئے حاجب رہے گا یعنی وہ دونوں کے درمیان حائل رہے گا اور جس وقت وہ نہیں رہے گا تو دونوں کے درمیان کا حجب آڑ وپردہ اور رکاوٹ دور ہو جائے گی۔ اگر داد ابو بکر پہلے مر جاتا ہے اور اسکا بیٹا عمر زندہ رہتا ہے تو عمر کا بیٹا (پوتا) زید محجوب ہوگا اسی طرح اگر زید پہلے مر جاتا ہے تو اسکا دادا ابو بکر محجوب ہو جائے گا اور عمر وارث ہوگا اپنے باپ ابو بکر کا بھی اور اپنے بیٹے زید کا بھی لیکن اگر عمر زندہ نہیں رہتا ہے تو ابو بکر (دادا) اور زید (پوتا) کے درمیان کا حجب،رکاوٹ،آڑ وپردہ ختم ہو جائے گا اور دادا ابو بکر اپنے پوتے زید کا براہ راست

وارث ہوگا اور پوتا زید براہ راست اپنے دادا ابو بکر کا وارث ہے اور اس کی موت کی صورت میں چونکہ زید اپنے باپ عمر کی غیر موجودگی میں اس کے درجہ میں ہوگا اس لئے وہ اپنے باپ کے حق کا وارث ہوگا، اس طریقہ سے ابو بکر اپنے بیٹے عمر کی موجودگی میں زید کے باپ کے درجہ میں ہوگیا، اس لئے ابو بکر اپنے بیٹے عمر کی غیر موجودگی میں بطور باپ زید کے ترکہ میں اس حصہ کا وارث ہوگا جو زید کے باپ عمر کا بنتا تھا، اس چیز کو سمجھ لینے کے بعد اب ہم آتے ہیں اصول حجب کی طرف جو علم فرائض کی اصولی کتابوں کے اندر مذکور ہے:

چونکہ توریث کا دو سسٹم ہے ایک اولاد و والدین ہونا دوسرے قرابت دار ہونا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ [سورة النساء: ٧]

اس بنیاد پر حجب کے دو اصول مرتب کئے گئے ہیں ایک اولاد و والدین و دوسرے قرابت داروں کے لئے، اولاد و والدین کی توریث کا سسٹم یہ ہے کہ اس میں جو بالواسطہ ہوں وہ درجہ بدرجہ وارث ہوں گے۔ درجہ بدرجہ کا مطلب اولاد و والدین و اقرباء کے سلسلہ میں یہ ہے کہ پہلے بیٹا پھر پوتا اور پھر پرپوتا اور پھر اس سے نیچے کی اولاد اس طریقہ سے والدین کے سلسلہ میں پہلے باپ پھر دادا پھر پردادا پھر ان کے اوپر کے ان کے باپ دادے۔

اور دوسرا اصول حجب جو کہ باقی بچا ہوا پانے والے عصبات کے سلسلہ میں ہے کہ جو قریبی ہوگا وہ وارث ہوگا اور جو دور والا ہوگا وہ محجوب ہوگا کہ پہلے سگا چچا پھر علاتی چچا پھر سگا چچازاد بھائی پھر علاتی چچازاد بھائی وغیرہ۔

## حجب کا پہلا أصول:

حجب کا پہلا اصول جو اولاد والدین اور اقرباء میں سے جو بالواسطہ وارثوں کے سلسلہ میں ہے اس کے بارے میں فرائض کی مشہور کتاب سراجی جو عام طور پر مدارس کے اندر پڑھی پڑھائی جاتی ہے کے اندر یوں مذکور ہے: وفريق يرثون بحال ويحجبون بحال، هذا مبنى على أصلين: أحدهما: هو أن كل من يدلي إلى الميت بشخص لا يرث مع وجود ذلك الشخص.

والثاني: الأقرب فالأقرب كما ذكرنا في العصبات. [السراجی فی المیراث ص ۲۷]

یعنی کسی وارث کے مجوب قرار پانے کی بنیاد دو اصولوں پر ہے جن میں کا پہلا اصول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی میت سے قربت کسی دوسرے شخص کے واسطے سے رکھتا ہے تو اس کے مجوب اور وارث ہونے کے لئے اصول یہ ہے کہ جب وہ شخص جو کہ اپنے بعد والے کے لئے واسطہ ہے موجود رہے گا تو اس کی موجودگی کی وجہ سے اس کے بعد والا مجوب اور محروم الارث قرار پائے گا کیونکہ اس کی موجودگی میں وہ وارث نہیں ہوگا۔

اسی کے برعکس اگر وہ شخص موجود نہیں رہتا ہے جو کہ اپنے بعد والے کے لئے واسطہ ہے تو اس کے بعد والا اس کی عدم موجودگی میں وارث ہوگا اس کو مثال سے یوں سمجھئے کہ: ابو بکر کے دو بیٹے ہیں عمر اور بشیر اور ان دونوں میں سے عمر کے تین بیٹے (زاہد، خالد، راشد) ہیں اور بشیر کے ایک ہی بیٹا (انیس) ہے ابو بکر کی زندگی میں ہی عمر کا انتقال ہو جاتا ہے ایسی صورت میں اس کے تینوں بیٹے اس کے درجہ میں آجائیں گے اور ابو بکر (دادا) اور عمر کے تینوں بیٹوں (یتیم پوتوں) کے درمیان کا حجب ختم ہو جائے گا اور دونوں ایک دوسرے کے براہ راست وارث ہوں گے کیونکہ جو واسطہ (عمر) ان دونوں (دادا اور یتیم پوتوں) کے درمیان تھا اور دونوں کے لئے حاجب و رکاوٹ اور آڑ تھا وہ اب نہیں رہا اس لئے ان یتیم پوتوں میں سے کسی ایک کے پہلے مر جانے کی صورت میں اس کا وارث براہ راست باپ کے قائم مقام دادا ہوگا اور اگر دادا پہلے مر جاتا ہے تو یہ یتیم پوتے اپنے باپ کے قائم مقام کے طور پر دادا کے ترکہ میں سے اپنے باپ کے حق کے وارث اور حقدار ہیں۔

اسی کے برخلاف چونکہ ابو بکر کی موت کے وقت بشیر زندہ رہا اسلئے وہی وارث ہوگا اور اس کا بیٹا مجوب ہوگا کیونکہ بشیر اپنے بیٹے کے لئے واسطہ ہے اور وہ موجود ہے لہٰذا اس کا بیٹا اپنے واسطہ کی موجودگی میں مجوب ہوگا، اور چونکہ بشیر کا بیٹا اپنے باپ کے توسط سے ہی ابو بکر کی اولاد وارث ہے لہٰذا بشیر کی موجودگی اس کے بیٹے کو مجوب کر دے گی، اسی طرح اگر بشیر کا بیٹا پہلے مر جائے تو بشیر وارث ہوگا اور بشیر کا باپ یعنی میت کا دادا (ابو بکر) مجوب ہوگا۔

اس طریقہ سے اصولی طور پر بھی یتیم پوتا اپنے باپ کی عدم موجودگی میں چونکہ اپنے باپ کے درجہ میں آجاتا ہے پس بطور اس کے وارث اور قائم مقام کے دادا کے ترکہ میں اپنے باپ کے حصے کا وارث اور حقدار ہے، محجوب نہیں ہے اس لئے اس کو محجوب قرار دے کر اس کے باپ کے حق سے محروم کرنا صریحی طور پر ظلم اور اس کی حق تلفی اور موجب جہنم عمل ہے۔

## حجب کا دوسرا أصول:

حجب کا دوسرا اصول جو مابقے پانے والے عصبات کے سلسلہ میں ہے وہ یوں ہے:

والثاني: (الأقرب فالأقرب كما ذكرنا في العصبات). [السراجی فی المیراث ص ۲۷]

یعنی دوسرا اصول جس کی بنیاد پر کوئی وارث میراث میں سے حصہ پانے سے محروم رہ جاتا ہے محجوب ہونے کی وجہ سے اس کی دوسری بنیاد قریب سے قریب تر ہونا ہے پس جو سب سے زیادہ قریبی ہوگا وہی وارث ہوگا اور جو اس سے کم قربت رکھتا ہوگا وہ محجوب اور محروم الارث رہ جائے گا۔ صاحب سراجی کہتے ہیں کہ کون قریبی ہے اور کون دور کا ہے اس کا تذکرہ ہم نے عصبات کی بحث میں کیا ہے۔

اس اصول کو ہم ایک مثال کے ذریعہ واضح کریں گے اس سے پہلے یہاں ہم یہ بات پھر دہرانا چاہتے ہیں کہ اولاد خواہ مذکر ہو یا مؤنث اللہ ورسول کے فرمان کے تحت باقی بچا ہوا پانے والے عصبہ نہیں بلکہ ذوی الفروض میں سے ہیں اور چونکہ والدین کے ترکہ کی نوعیت اور اس کی تقسیم کا ایک الگ نظام ہے اور اقرباء کے ترکہ کی ایک دوسری ہی نوعیت اور اس کی تقسیم کا بھی ایک الگ نظام ہے لہٰذا اس دوسرے اصول کا نفاذ صرف اور صرف باقی بچا ہوا پانے والے عصبہ پر ہی ہوگا اولاد پر نہیں۔

## بنیادی غلطی:

سب سے بڑی اور بنیادی غلطی یہ ہے جو شروع سے لیکر اب تک ہوتی چلی آرہی ہے جب سے اصول فرائض مرتب کئے گئے ہیں کہ لوگ عام طور پر اس دوسرے اصول کا اطلاق بھی بلا

سوچے سمجھے مذکر اولاد پر کر دیتے ہیں،اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وراثت کی بنیاد صرف قرابت داری قرار دی جارہی ہے جبکہ وراثت کی پہلی بنیاد اولاد ہونا ہے جس کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے حالانکہ قرابت داری ثانوی چیز ہے جو ایک اضطراری صورت ہے جس کا درجہ ثانوی ہے اولاد کی وجہ سے سارے ورثاء کے حقوق متاثر ہوتے ہیں اس کے برعکس کسی قرابت دار کی وجہ سے اولاد کے حقوق متاثر نہیں ہوتے،اور اولاد اقربا میں تمیز نہیں کی جاتی ہے اور نہ ہی حجب کے دونوں اصولوں میں تفریق کی جاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قرآن کے اندر والدین کے ترکے کا الگ ذکر کیا اور اقربا کے ترکہ کا الگ ذکر کیا ہے، اور اس کے وارثوں کے الگ الگ اصول استحقاق مرتب کئے ہیں جس کے تحت یہ دونوں فقہی اصول مرتب کئے گئے ہیں،جب یتیم پوتے اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اپنے باپ کے درجہ میں ہو جاتے ہیں اور بطور ان کے قائم مقام کے ہو کر اپنے چچا کے برابر کی حیثیت کے ہو جاتے ہیں،توجو قربت ان کے دادا اور چچا کے درمیان کی ہے وہی قربت ان یتیم پوتوں اور ان کے دادا کے درمیان قائم مقام ہو جاتی ہے، اگر یہ یتیم پوتے دادا سے پہلے مر جائیں توان کا وارث دادا ہی ہو گا لیکن اسی کے برعکس اگر پوتے سے پہلے دادا مر جاتا ہے تو لوگ ان یتیم پوتوں کو مجوب و محروم الارث قرار دے دیتے ہیں جو شرعاًوعقلاًاور اصولاً وعدلاًہر طرح سے غلط ہے اس لئے یتیم پوتوں اور ان کے چچا کے درمیان مزید قربت کی تلاش صریحی طور پر ناانصافی، ظلم اور بد دیانتی ہے، جس پر کلام الٰہی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾[سورة النساء: ١٠] کامل طور پر صادق آتا ہے کہ لوگ ظالمانہ طور پر یتیم پوتوں کو محروم الارث قرار دینے کے لئے حجب کے دونوں اصولوں کو ان یتیم پوتوں پر نافذ کر دیتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں ان کے چچا کو اقرب مان کر انھیں مجوب قرار دیتے ہیں اور ان کے باپ کے حق اور حصے سے محروم کر دیتے ہیں جو صریحی طور پر ظلم اور ناانصافی اور ان کی حق تلفی ہے، اس طریقہ سے ان کے مال کو ہڑپ کر جانا موجب جہنم ہے، یہ بات متفق اور مجمع علیہ ہے اور اس بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ یتیم پوتا اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اپنے باپ کے درجہ میں ہو جاتا ہے اور

اپنے باپ کا قائم مقام ہو کر اپنے دادا کے بیٹے کی طرح ہو جاتا ہے۔ پس ایسی صورت میں آخر اس یتیم پوتے اور اس کے چچا کے درمیان تفریق اور ان دونوں کے درمیان مزید قربت تلاش کئے جانے کا کیا معنیٰ؟ اس کیلئے اللہ و رسول کی جانب سے کون سی دلیل ہے پیش کریں؟ ﴿فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ﴾[سورة الأنبياء: ٥] قرآن و سنت سے صریح و واضح دلیلیں ہی مطلوب ہیں؟

اقرب فالاقرب کی مثال کو یوں سمجھئے کہ میت کا ایک سگا چچا ہے اور دوسرا سوتیلا (علاتی) چچا دونوں اپنے باپ کے واسطے سے میت کے وارث تو ہیں لیکن ان کی قرابت داری میں تھوڑا سا فرق ہے اس لئے قربت کا لحاظ ہوگا تو ان دونوں میں جو سب سے قریبی ہے وہی وارث ہوگا اور جس کی قربت کم ہوگی وہ محجوب اور محروم الارث ہوگا۔ چونکہ سوتیلے چچا کے مقابلہ میں سگا چچا زیادہ قریبی ہے۔ سوتیلے چچا کی میت سے قربت صرف باپ کے واسطے سے ہے جبکہ میت کے سگے چچا کی قربت باپ اور ماں دونوں کے واسطے سے ہے اس لئے سگا چچا اقرب ہونے کی بناء پر اقرب فالاقرب کے اصول کے تحت وارث ہوگا، اور سوتیلا چچا محجوب ہو جائے گا۔

احکام المواریث علی المذاهب الاربعة کے (ص: ۱۱۳-۱۱۴) پر حجب کا پہلا اصول یوں مذکور ہے: (القاعدة المستمرة ان كل من يدلي إلى الميت بواسطةٍ فإن هذه الواسطة تحجبه عن الميراث حجب حرمان). یعنی قاعدہ جاریہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی دوسرے شخص کے واسطے سے میت کا قریبی ہوتا ہے تو اس شخص کو اس کے واسطے کی موجودگی سے ہی میت کی میراث میں سے حصہ پانے سے محروم رکھا جائیگا کیونکہ وہ واسطہ ہی اس کو میت کی میراث سے محجوب کرے گا، اور وہ کلی طور پر میراث سے محروم ہو جائے گا۔ وہ کسی ایسے شخص کی موجودگی سے محجوب اور محروم الارث نہیں ہوگا، جو اس کا واسطہ نہیں ہے۔

بنا بریں کوئی یتیم پوتا صرف اپنے باپ کی موجودگی میں ہی محجوب اور محروم الارث ہوگا اور اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اپنے چچا کی وجہ سے محجوب نہیں ہوگا کیونکہ اس کا چچا اس کے لئے واسطہ ہے ہی نہیں۔

## واسطہ کون باپ یا چچا؟

واسطہ کون ہے اس کی تعیین یوں کی گئی ہے: (أن كل من كان أبعد درجة فإنه يدلي إلى الميت بواسطة الأقرب ممن في طريقه). یعنی ہر وہ شخص جو درجہ میں بعد کا ہو تو یقینی طور پر کسی ایسے شخص کے واسطے سے ہی میت کا قریبی ہو گا جو میت سے اس کے مقابلے میں زیادہ قریبی ہو گا جس کے توسط سے بعد والا میت سے قربت رکھتا ہو گا پس وہ واسطہ وہی شخص ہو گا جو اس سے زیادہ میت کا قریبی ہو۔ اور اس کے و میت کے درمیان اس کے راستے میں ہو یعنی جس راستے سے اس کا وجود ہوا ہے۔ اور ان کے و میت کے درمیان قربت ہوئی ہے وہی شخص ہی اس کا واسطہ ہے اور اس کی موجودگی میں ہی وہ شخص محجوب ہو گا اور غیر موجودگی میں وارث ہو گا۔

اس اصول کے تحت پوتا صرف اپنے باپ کی موجودگی میں ہی محجوب ہو گا اور اگر اس کا باپ مر جائے اور وہ یتیم ہو جائے تو اپنے باپ کی عدم موجودگی میں وارث ہو گا اور اپنے چچا کی وجہ سے محجوب نہیں ہو سکتا کیونکہ یتیم پوتا اور اس کے دادا کے درمیان نسلی تسلسل کا جو راستہ و واسطہ ہے وہ صرف اور صرف اسکا باپ ہی ہے اس کا چچا نہیں پس ثابت ہوا کہ کوئی پوتا صرف اپنے باپ کے رہتے ہی محجوب اور محروم الارث ہو گا اور اپنے باپ کے نہ رہنے پر اپنے چچا کے رہتے وارث وحقدار ہو گا چچا کی وجہ سے محجوب نہیں ہو گا۔

پس ثابت ہوا کہ یتیم پوتا اپنے چچا کے ہوتے ہوئے بھی اپنے دادا کے ترکہ میں سے اپنے باپ کے حصے کا وارث اور حقدار ہے کتاب وسنت کی بنیاد پر بھی اور اصولی طور پر بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے تحت اولاد کے سلسلہ میں جو وصیت کی ہے اس وصیت الٰہی میں یتیم پوتا بھی شامل ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے جب بیٹی کے ساتھ پوتی کو ایک بیٹی کی حیثیت میں حصہ دیا ہے تو پوتا جو کہ پوتی کے مقابلہ میں اولیٰ واحق ہے اپنے چچا کے ساتھ اپنے باپ کے حصے کا حقدار کیوں نہیں ہو گا؟ اس کی دلیل کیا ہے؟ جو شخص انھیں محجوب اور محروم الارث قرار دے کر ان کے باپ کا وہ حصہ جو ان کے دادا کے ترکہ

میں بنتا ہے نہیں دیتا ہے، اسے ایسا کرنے سے پہلے سورہ نساء کی آیت نمبر (۹،۱۰) کو خوب غور سے پڑھ کر سمجھ کر پھر یہ اقدام کرنا چاہئے جس کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

اور جو شخص ان کے محجوب ہونے اور محروم الارث ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کو یہ چیلنج ہے کہ وہ کتاب وسنت سے کوئی ایسی واضح اور صریح دلیل پیش کرے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی ایسے پوتے کو جو یتیم رہا ہو اس کے چچا کے ہوتے اسے محجوب قرار دے کر محروم الارث کیا ہو؟ اور شرط یہ ہے کہ وہ اس پائے کی ہو جو اللہ ورسول ﷺ کے اس فیصلے جیسی ہو جس میں آپ ﷺ نے یتیم پوتی کو اس کی پھوپھی کے ساتھ بیٹی کے مشترکہ حصے کی مقدار میں سے حصہ دلایا جو صحیحین وغیرہ کی روایت ہے اس سلسلہ میں اجازت ہے کہ پورے ذخیرہ احادیث کو کھنگال ڈالا جائے اگر ایسا نہیں کر پاتے اور انشاء اللہ العزیز ایسا ہرگز نہیں کر پائیں گے تو ایسے شخص کے لئے یہ حکم الٰہی ہے: ﴿فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ [سورة البقرة: ٢٤]

☆☆☆☆☆

## اجماع اور اس کی شرعی حیثیت وحقیقت:

لوگ کتاب وسنت کے بالمقابل اجماع کو پیش کرتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ چچا کے ہوتے یتیم پوتا محجوب ہوتا ہے کیونکہ یتیم پوتے کے بالمقابل چچا زیادہ قریبی ہے اس لئے چچا وارث ہوگا اور پوتا محجوب ہوگا، جبکہ اجماع اس بات پر ہے کہ باپ کی موجودگی میں اس کی اولاد باپ کے درجہ میں ہو جاتی ہے اور اس کے قائم مقام ہوتی ہے تو جب وہ اس کے درجہ میں ہوگئی اور اس کی قائم مقام ہوگئی تو اس کا اور اس کے چچا کا درجہ برابر ہو گیا اور دونوں کی قربت یکساں ہوگئی اس طریقہ سے کہ اگر چچا پہلے مر جاتا ہے تو یتیم پوتے کا دادا جو اس کے چچا کا باپ ہے وارث ہوگا ٹھیک اسی طریقے سے اگر یہ یتیم پوتا پہلے مر جائے تو اس کا دادا جو کہ اسکے باپ کے درجہ میں ہے اسی طرح اس یتیم پوتے کا وارث ہوگا جس طریقہ سے اس

کے چچا کا وارث ہوتا، پس یتیم پوتے اور ان کے چچا کے درمیان مزید کسی قربت کی تلاش اور اس بنیاد پر دونوں کے درمیان تفریق صریحی طور پر یتیم پوتے پر ظلم اور اس کی حق تلفی ہے۔

اور اگر اجماع کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور اس کو دلیل بنایا جاتا ہے تو اصولی طور پر یہ اجماع بے بنیاد ہے اور غیر اصولی اور من گھڑت اور نصوص کتاب وسنت کے صریحی خلاف ہے اس لئے باطل ہے،اس سلسلہ میں خواہ کسی کا بھی نام لیا جائے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو اس کا قول وقیاس کوئی وحی الٰہی نہیں ہے کہ جس کا اتباع لازم ہو اور فرائض وحقوق الوارثین اور خاص کر اولاد کے سلسلہ میں کسی کے قیاس ورائے اور قول کی کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی اونچا مقام رکھتا ہو۔ جب خود اللہ کے رسول ﷺ کو بھی اس سلسلہ میں اجازت حاصل نہیں تھی کہ وہ اپنی طرف سے کچھ کہیں اور نہ ہی انھوں نے ایسا کیا ہے تو کسی فرد بشر کی اللہ ورسول ﷺ کے مقابلہ میں کیا وقعت اور اہمیت رہ جاتی ہے۔

وكذلك الشافعي نصَّ في (رسالته الجديدة) على أن ما لا يُعْلَم فيه خلاف لا يُقال له إجماع، ولفظُه: ما لا يُعلم فيه خلاف فليس إجماعًا.

امام شافعی کہتے ہیں: جس مسئلہ میں اختلاف کا علم نہ ہو تو اس میں اجماع ہوا ہی نہیں ہے۔ یا بلفظ دیگر وہ اجماع ہے ہی نہیں۔

یہی بات امام احمد بن حنبل نے بھی کہی ہے:

(وقال عبد اللهَّ بن أحمد بن حنبل: سمعت أبي ما يَدَّعي فيه الرجلُ الإجماعَ فهو كذب، من ادعى الإجماع فهو كاذب، لعل الناس اختلفوا، ما يُدْرِيه). [اعلام الموقعین ج۱ص۲۴]

یعنی اجماع کا جو بھی دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔

پس زیر بحث مسئلہ بھی انھیں میں سے ایک ہے۔

الحاصل یتیم پوتا شرعاً واصولاً وارث ہے محجوب نہیں ہے اور جو لوگ انھیں محجوب قرار دے کر ان کے باپ کے حق اور حصہ سے محروم کرتے ہیں وہ صریحی طور پر ظلم وناانصافی اور ان کی حق تلفی کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ [سورة النساء: ١١]

کی خلاف ورزی اور اللہ کے رسول ﷺ کے اس حکم (اتقوااللہ فی اولادکم) یعنی اپنی اولاد کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو نیز (اعدلوا بین ابنائکم) یعنی اپنے بیٹوں کے درمیان انصاف کرو کی صریحی طور پر نفی اور انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بیٹے بیٹیوں کا حق اور حصہ یکساں رکھا ہے اور ساری اولادوں کے درمیان انصاف کرنے کا حکم دیا ہے فرق صرف یہ ہے کہ مذکر اولاد کے لئے مؤنث کے دوگنا مقدار متعین کی ہے اس میں زندگی اور موت کی کوئی قید نہیں ہے اگر کوئی اپنا وارث اور نائب چھوڑ کر دنیا سے جاتا ہے تو وہ وارث اس کے حق و حصہ کا وارث اور مستحق ہوتا ہے، اور جو شخص کسی وارث اور خاص کر اولاد کو اس کے حق سے محروم کرتا ہے تو وہ اللہ کا مجرم بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کو سزا دیگا، جو اس نے متعین کر رکھا ہے، اپنی یا کسی کی اولاد کے ساتھ ناانصافی، ظلم اور اس کی حق تلفی کرنا سنگین جرم ہے، اس جانب بہت کم لوگ توجہ دیتے ہیں حالانکہ اس سلسلہ میں اللہ ورسول کی جانب سے سخت وعید سنائی گئی ہے جس سے ایک صاحب ایمان شخص کو کانپ اٹھنا چاہئے پھر بھی لوگ کوئی پروا نہیں کرتے ہیں۔

کسی بھی وارث کے حق سے انکار کرنا اور اسے اس کے حق سے محروم کرنا جنت سے محرومی کا باعث ہے جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے کہ جو شخص بھی اپنے کسی وارث کے حق اور حصے سے اسے محروم کرتا ہے اور اس کو کاٹنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی میراث سے محروم کر دیتا ہے [تفسیر الدر المنشور ج ۲ ص ۴۶۳-۴۵۴، سنن بیہقی، سنن ماجہ، سنن سعید بن منصور، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ].

کسی وارث کے حق اور حصے کا انکار کرنا یا محروم کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ آدمی کی پوری زندگی کی عبادت وبندگی اور ریاضت اور مجاہدہ سب کا سب ضائع وبرباد ہو جاتا ہے جیسا کہ ترمذی شریف کے اندر حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

٢٥٢٢ - (وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: «إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ أَوِ الْمَرْأَةُ بِطَاعَةِ اللَّهِ سِتِّينَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمَا الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَيَجِبُ لَهُمَا النَّارُ»، ثُمَّ قَرَأَ أَبُو هُرَيْرَةَ: {مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ}

[النساء: ١٢] إِلَى قَوْلِهِ: {وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ} [النساء: ١٣]. [رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيُّ وَلِأَحْمَدَ وَابْنِ مَاجَهْ مَعْنَاهُ، وَقَالَا فِيهِ: (سَبْعِينَ سَنَةً)]

یعنی آدمی پوری پوری زندگی ساٹھ ساٹھ، ستر ستر سال تک عبادت وبندگی کرتا ہے اور اعمال صالحہ میں گذارتا ہے لیکن مرنے سے پہلے کسی وارث کو نقصان پہونچاتا ہے یا ان کے حق میں ظلم وزیادتی وناانصافی کے کام اور وصیت کر جاتا ہے تو ایسے شخص پر جہنم واجب ہو جاتی ہے۔[رواہ الترمذی وحسنہ، ابو داؤد ابن ماجہ وغیرہم]

جب محض ایک وصیت کا کرنا کہ جس سے کسی وارث کا نقصان ہو موجب جہنم عمل ہے تو کسی وارث کو کلی طور پر یکسر اس کے حق اور حصے سے محروم کر دینا کتنا بڑا جرم ہو گا جب کہ وہ یتیم بھی ہو ایک مومن صرف سن کر ہی کانپ جائے گا۔

ایسی صورت میں جب کہ ایک ایسا شخص جو کہ صحابی رسول ہے اس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر مجھے پہلے یہ معلوم ہو گیا ہوتا کہ وہ اپنے وارثوں کو محروم کر کے دنیا سے گیا ہے تو نہ تو میں اس پر جنازے کی نماز پڑھنے دیتا اور نہ ہی مسلمانوں کی قبرستان میں دفن کرنے دیتا، (اس حدیث کو امام مسلم نے مجملاً اور امام احمد وامام نسائی نے صراحتاً روایت کیا ہے)۔

اس بات سے یہ اندازہ لگانا چاہئے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جب صحابی رسول کے بارے میں اتنے سخت الفاظ کہے ہیں تو آخر ہم جیسے گناہوں میں ڈوبے ہوئے لوگ اپنے بارے میں کیسے خوش فہمی کا شکار ہیں کہ ہماری ساری حرکتوں کے باوجود آخرت میں نجات ہو جائے گی۔

اس حدیث رسول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جو صریحی طور پر اپنے کسی بھی وارث یتیم بھتیجے بھتیجی یا دوسرے کسی اور وارث یا پھر اپنی اولاد کو ہی اس کے حق اور حصے سے محروم کرتا ہے اور باوجود منع کرنے اور سمجھانے کے باز نہیں آتا اور اپنی کسی مخصوص اولاد کے حق میں کسی قسم کی کوئی بھی مالی وصیت کرتا ہے یا اس کے نام اپنی ملکیت کا کوئی حصہ لکھتا ہے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ کسی بھی وارث کے لئے وصیت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق اور حصہ اور اس کی مقدار متعین کر رکھی ہے جیسا

کہ حدیث رسول ﷺ کے الفاظ ہیں: (وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: سَمِعْت النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: يَقُولُ «إنَّ اللهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ» رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إلَّا النَّسَائِيّ). [الحدیث صحیح]

تو ایسا کرنے والا شخص کھلے طور پر اللہ کا باغی ونافرمان ہے اور کافرومشرک ہوجاتا ہے، پس ایسے شخص کی نہ تو نماز جنازہ پڑھی جانی چاہئے اور نہ ہی مسلمانوں کی قبرستان میں دفن کئے جانے دینا چاہئے، اور ایسا نہ کرنے والے لوگ اللہ ورسول ﷺ کے نزدیک نافرمان اور مخالف قرار پائیں گے کیونکہ فرمان الٰہی ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[سورة النور: ٦٣] یعنی جو لوگ اللہ ورسول کے احکام وفرامین کی مخالفت کریں انھیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ہو نہ ہو انھیں کسی فتنہ وآزمائش سے دوچار ہونا پڑ جائے یا پھر انھیں دردناک عذاب کا ہی سامنا کرنا پڑے۔

اور وہ لوگ بھی اپنے انجام کے بارے میں سن لیں جو میراث کاسارامال سمیٹ کر ہڑپ کر جاتے ہیں یا کر جانا چاہتے ہیں جن کے ہاتھوں میں وہ مال ہوتا ہے جس کی محبت میں وہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی بھی پرواہ نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی انھیں اللہ ورسول کے کسی حکم کی نافرمانی کر کے بھی کسی قسم کا کوئی خوف لاحق ہوتا ہے اور نہ ہی انھیں ڈر پیدا ہوتی ہے کہ جب وہ جہنم کے عذاب سے دوچار ہوں گے تو انھیں اپنی یہ حرام خوری اس وقت یاد آئے گی پر اس وقت کا یاد آنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور آخرت میں سوائے افسوس کرتے ہوئے ہاتھ ملنے کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا کہ کاش ہم نے اپنی اس آخرت کی زندگی کے لئے بھی کچھ بنایا اور بھیجا ہوتا، اس دن اللہ سے بڑھ کر کوئی عذاب دینے والا نہ ہوگا، اور نہ ہی اس کی قیدو بند جیسی کسی کی قیدوبند ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا﴾ (١٩) ﴿وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ (٢٠) ﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا﴾ (٢١) ﴿وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾ (٢٢) ﴿وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى﴾ (٢٣)

﴿يَقُولُ يَالَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي﴾ (٢٤) ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ﴾ (٢٥) ﴿وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ﴾ (٢٦) [سورة الفجر]

اللہ کی یہ وعید اور تہدیدی کلمات اور جہنم کی دھمکیاں کوئی معمولی بات نہیں ہیں کہ جس کو ہنسی مذاق میں ٹال دیا جائے اور یوں ہی نظر انداز کر دیا جائے بلکہ سنجیدگی سے ایک صاحب ایمان کو اس پر غور کرنا چاہئے اور ہنسی مذاق میں ٹالنے کی حماقت نہیں کرنی چاہئے، ورنہ آخرت میں کوئی کسی کو عذاب الٰہی سے بچانے والا نہیں ہوگا۔ ہر ایک کے اوپر نفسی نفسی کا عالم طاری ہوگا نہ باپ بیٹے کے کام آئے گا اور نہ ہی بیٹا باپ کے کام آئیگا۔

بعض لوگ یتیم پوتے کے مسئلے میں فریضۂ الٰہی کا انکار کر کے دادا کو اپنی زندگی میں ان یتیم پوتوں کے حق میں وصیت کر دینے کی تلقین کرتے ہیں جو ان کی کم عقلی کی دلیل ہے، اس کو یوں سمجھئے کہ وہ دادا جس کو زندگی نے اتنی مہلت دی کہ وہ وصیت کر پایا لیکن وہ دادا جس کا پوتا ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں پرورش پارہا ہے جسے چھوڑ کر اس کا بیٹا اس کے جیتے جی فوت ہوگیا اور اس کے بعد دادا کا بھی انتقال ہوگیا ہو تو آخر اس پوتے کا کیا بنے گا جو دادا کی وفات کے فوراً بعد اس عالم موجودات میں بحالت یتیمی باپ دادا کی غیر موجودگی میں اس یتیم پوتے نے اپنی زندگی کی پہلی سانس لی اس حال میں کہ نہ تو باپ ہی زندہ ہے اور نہ ہی دادا زندہ بچا ہے اور ایسے چچا ہیں جن کی نیت پہلے سے ہی خراب رہی ہے تو اب اس یتیم پوتے کو وصیت کون کرے گا اور اس کے باپ کا حق کون دلائے گا؟ یہ وصیت کی تلقین کرنے والے لوگ یا تو احمق ہیں یا پھر انھوں نے اسلام کے نظام ارث کو سمجھا ہی نہیں ہے اور نہ ہی باریکی سے جاننے اور سمجھنے کی کوئی کوشش ہی کی ہے ورنہ ایک یتیم اولاد (پوتے) کو اس کے فرض حصے سے محروم قرار دینے کے بعد بھیک دینے کی تلقین نہ کرتے اور کسی کی غلطی و غلط سوچ کو شریعت کا نام نہ دیتے جس پر کتاب وسنت سے کوئی صریحی دلیل ہے ہی نہیں۔ اور ان کے بقول یہ پوتا محجوب و محروم الارث پیدا ہی ہوا ہے شریعت میں ایسے شخص کے لئے کچھ بھی نہیں ہے تو پھر وصیت کس بات کی کیا دوسرے وارثوں کے حقوق اور حصوں کو کاٹ کر اور کمی کر کے؟ جب کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿غَيْرَ مُضَارٍّ

وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ﴾ [سورة النساء: ١٢] یعنی وصیت کسی وارث کو نقصان پہنچا کر کسی غیر وارث کے حق میں نہیں ہونی چاہیے۔ آخر اس یتیم و معصوم بچے کا قصور کیا ہے کہ اس کو شریعت کا نام لیکر بے یارومددگار اور بے سہارا چھوڑ دیا جائے ؟ ایسے لوگوں کے لئے ہی اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾ [سورة النساء: ٩] یعنی اور ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو اگر اپنے بعد (انہی یتیموں کی طرح) اپنی کمزور اولاد کو چھوڑ جاتے تو ان کے ضائع ہو جانے کا انہیں کیسا خوف لاحق ہوتا، پس وہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔

ان یتیموں کو خیرات نہیں ان کے باپ کا وراثتی حق اور حصہ جو کہ فریضۂ الٰہی ہے اسے دیجئے کیونکہ یہ اللہ کی وصیت اور تاکیدی حکم اور فریضہ ہے جس کا ادا کیا جانا فرض ہے اور نہ دینے کا انجام جہنم کا دائمی عذاب ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں وارثوں کے حقوق کو پہچاننے اور ادا کرنے کی توفیق دے، اور دین کو صحیح ڈھنگ سے سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور ایسے کاموں سے بچائے جس سے ہماری آخرت برباد ہو سکتی ہو اور اپنے اعمال سے بچائے جن سے جہنم واجب ہو جاتی ہے، اور لوگوں کو بھی بچانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

وماعلینا الی البلاغ و صلی اللہ و سلم علی نبینا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

کتبہ الراجی لعفو ربہ مسرور احمد الفیضی

۵/ اگست ۲۰۰۵ء بروز جمعہ

:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:-:

❀❀❀❀❀
❀❀❀❀
❀❀❀
❀❀
❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے کی حصہ داری کے منکرین کے دلائل کا شرعی پوسٹ مارٹم

دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے کی وراثت وحصہ داری ایک نازک، حساس اور خطرناک مسئلہ ہے اس لئے کہ یہ ایک وارث اور یتیم کو محروم الارث کئے جانے کا معاملہ ہے اور دوونوں حیثیت سے یہ بڑا ہی خطرناک ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے جہنم کی دھمکی دی ہے یعنی اگر کوئی وارث ہو اور اس کو محروم کیا جائے یا پھر وہ یتیم ہو اور اس کا حق مار کر کھایا جائے یتیم پوتے کے تعلق سے دونوں بات کا امکان سو فیصدی ہے یہ مسئلہ ایک صاحب ایمان، خوف الٰہی رکھنے والے اور دیندار شخص کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں ادنیٰ سی بھی بے احتیاطی اس کو جہنم کا مستحق بناسکتی ہے لہٰذا یتیم پوتے کے معاملہ میں کسی قسم کی جہالت اور بے باکی کا مظاہرہ عالم اور عامی سب کے لئے خطرناک ہے لیکن عالم کے لئے زیادہ خطرناک ہے۔

ایک ایسے معاشرہ میں جہاں دینی واخلاقی قدروں کا فقدان ہو عوام تو عوام علماء کے اندر بھی خوف وللّٰہیت، تقویٰ وپاکیزگی اور احتیاط وفکر آخرت نہ ہونے کے برابر ہے، یہی وجہ ہے کہ دین صرف کتابوں میں سمٹ کر رہ گیا ہے اور عملی زندگی روحانیت اور دینداری سے خالی ہے، عالم وعامی ہر کوئی صرف دنیا سمیٹنے میں لگا ہوا ہے۔ علم، تعلیم وتعلم محض حصول دنیا، جاہ ومنصب، اقتدار وکرسی اور نام ونمود کے لئے ہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: ﴿ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (٢٨) فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ

ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (٢٩) ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَى (٣٠)﴾[سورة النجم: ٢٨-٣٠]

یعنی جو لوگ ذکر الٰہی سے اعراض کرنے والے ہوں ان کا مقصد حیات صرف دنیاوی زندگی کے عیش وآرام کا حصول ہے اور یہی ان کے علم کی انتہا، آخری حد ہے۔

نیز ایسا معاشرہ جہاں خاندانی زندگی میں باپ بیٹے پوتے اور ان کا پورا کنبہ ایک ہی چھت کے نیچے زندگی گذار رہے ہوں اور مشترکہ خاندانی نظام کے تحت باپ بیٹے اور پوتے سبھی مل جل کر گھر کاروبار میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے ہیں اور کم وبیش سب کی حصہ داری اور شراکت ہوتی ہے اس معاشرہ میں کسی یتیم پوتے کے باپ کا اس کے دادا کے جیتے جی فوت ہو جانا، پھر انھیں محجوب قرار دے کر محروم الارث کرنا ایک المیہ ہوا کرتا ہے اور یتیم پوتوں کی حالت انتہائی قابل رحم ہوتی ہے اس درد کو وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جن پر یہ دور گذر چکا ہو یا جن کے پاس درد مند دل ہو یا پھر وہ صاحب اولاد ہوں اور ان کے والدین زندہ ہوں جنھیں ہر وقت اپنی اولاد کے تعلق سے خدشہ لاحق رہتا ہے، رہی بات ان لوگوں کی جنھیں اللہ تعالیٰ نے اولاد جیسی نعمت سے محروم رکھا ہو وہ اس کا احساس کیسے کریں گے اور اگر کوئی ایسا شخص جو صاحب اولاد بھی ہو اور اس کے والدین بھی زندہ ہوں تو اس کی جانب سے کسی یتیم پوتے کے حق کی مخالفت بڑی ہی تعجب خیز اور غیر دانشمندانہ حرکت ہے جو وہ شخص کر رہا ہے، شاید ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں کو دوسروں کی اولاد کے بارے میں کچھ کہنے اور لکھنے سے پہلے خود اپنے اور اپنی اولاد کے بارے میں بھی سوچ لینا چاہئے کہ ان یتیموں کی جگہ ان کی اپنی اولاد ہوتی اور وہ اس دنیا سے جا رہے ہوتے تو ایسی صورت میں ان کا اپنی اولاد کو لیکر کیا موقف ہوتا؟ لہٰذا ایسے لوگوں کو اللہ کی ڈر کر کے ہی کوئی بات کہنی چاہئے اور حق وانصاف کی بات کرنی چاہئے۔ (دیکھئے سورہ نساء: ۹)

اگر وہ یتیم پوتا وارث ہو اور کوئی بغیر سوچے سمجھے ان کو محروم کرتا ہے یا محروم کئے جانے کا فتویٰ دیتا ہے تو اس کی بنیاد پر اس یتیم پوتے کا حق مار کر کھانے والوں کا انجام اللہ نے جہنم بتایا ہے۔ (دیکھئے سورہ نسا: ۱۰)

اس میں وہ لوگ بھی شامل مانے جائیں گے جن کے قول کی وجہ سے ان یتیم پوتوں کا حق مارا جائے گا۔ اس ناچیز سے یتیم پوتے کے حق وحصہ داری کے سلسلے میں باریکی، احتیاط وسنجیدگی کے ساتھ غور وفکر کرنے اور سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہے، اس ضرورت کے پیش نظر میں نے اپنے ایک مضمون کے ذریعہ علماء ومفکرین کی توجہ مبذول کرانی چاہیئے۔ کیونکہ مظہر علی مدنی استاذ جامعہ فیض عام مئو کا ایک مضمون (ماہنامہ آثار جدید مئو) کی اشاعت (مئی وجون ۲۰۰۲ء) میں دیکھنے کا اتفاق ہوا جس میں موصوف نے اس مسئلہ کو اجماعی، متفق علیہ محکم شرعی مسئلہ نیز منصوص یعنی کتاب وسنت سے صریحی طور پر ثابت شدہ قرار دیا تھا جو ایک شخص ڈاکٹر غافل انصاری کے دو مضمون کے جواب میں تھا، جو سہ روزہ دعوت دہلی کی اشاعت (یکم فروری، ۷/فروری ۲۰۰۲ء) میں شائع ہوا تھا، جس میں ڈاکٹر صاحب نے اس مسئلہ کے سلسلہ میں قرآن کے اندر تدبر کی بات کی تھی اور اس کو خلاف قرآن قیاسی مسئلہ قرار دیا تھا جس کے جواب میں موصوف مدنی صاحب نے آثار جدید کے اندر اپنی تحریر شائع کرائی جس میں سنجیدہ بحث سے قطع نظر زیادہ تر مغلاطات بکے تھے، البتہ موصوف نے صریحی طور پر حکم الٰہی تدبر فی القرآن کا انکار کیا اور ڈاکٹر غافل صاحب کا مذاق اڑایا اور طعن وتشنیع کی، چنانچہ میں نے ان کے مضمون سے قطع نظر کرتے ہوئے تدبر قرآن اور اجماع کے حوالے سے کتاب وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ پر ایک نکتۂ نظر پیش کیا جو ذاتی اغراض ومفادات سے اوپر اٹھ کر محض علماء کی توجہ مبذول کرانے کے لئے تھا چنانچہ پہلے ماہنامہ آثار جدید مئو میں اواخر (۲۰۰۴ء) میں برائے اشاعت روانہ کیا جو شائع نہیں کیا گیا پھر سہ روزہ دعوت دہلی میں بھیجا وہاں بھی شائع نہ ہوا آخر میں مجلہ البلاغ ممبئ میں روانہ کیا جو (مارچ ۲۰۰۵ء) کے شمارہ میں خصوصی طور پر ادارتی نوٹ کے ساتھ شائع ہوا اور ادارہ البلاغ کی جانب سے علماء کو اپنی آراء پیش کرنے کی دعوت بھی دی گئی، لیکن اس کے

جواب میں سوائے معاندانہ تحریر کے کوئی معقول اور سنجیدہ تحریر سامنے نہ آسکی بلکہ میرے مضمون کے خلاف شدید رد عمل ظاہر کیا گیا۔اور اس کو منکرین حدیث، مرزائیوں، مستشرقین واہل قرآن وغیرہ کی فکر قرار دیتے ہوئے سختی کے ساتھ مخالفت کی گئی، چنانچہ سب سے پہلا رد عمل مظہر علی مدنی کے مراسلہ کی شکل میں سامنے آیا جس میں موصوف نے مجھ کو شریعت ساز، زبردستی تلبیس کی کوشش کرنے والا،تدبر قرآن کی آڑ میں شریعت اسلامیہ کے اندر شکوک وشبہات پیدا کر کے خود شریعت سازی کا حق حاصل کرنے والا قرار دیا ہے۔ (مجلّہ البلاغ ممبئی اپریل ۲۰۰۵ء ص ۲۰)

اس کے بعد دوسری تحریر انعام الرحمٰن انصاری کے نام سے بغیر پتہ کے (مئی: ۲۰۰۵ء) کے شمارہ میں شائع ہوئی جو جامع وتفصیلی تھی جس میں صاحب مضمون نے میری تحریر اور اس میں پیش کردہ نکتۂ نظر کو ایک عجوبہ قرار دیتے ہوئے اپنی تحریر کا آغاز ایک عربی مقولہ سے کیا اور اختتامِ بحث پر اس فکر کو فتنہ قرار دیتے ہوئے اس کو منکرین حدیث اور مرزائیوں کی فکر قرار دیا (البلاغ مئی ۲۰۰۵)

پھر (جون ۲۰۰۵ء) کے شمارہ میں عبدالغنی مئوی کی تحریر شائع ہوئی جس میں موصوف نے مجھے ہذیانی وہیجانی کیفیت کا شکار، نصوص میں بیجا تاویل کرنے والا،تدبر قرآن کی آڑ میں تحکم وتکبر کا اظہار کرنے والا، نیز میرے مضمون کی فکر کو مستشرقین کی پیدا کی ہوئی تشکیک کا حصہ اور اہل قرآن کی فکر قرار دیا اور خود نفس مضمون کو چوری کیا ہوا بتایا اور اس مسئلہ کی اہمیت وافادیت نیز حساسیت ونازکیت کا انکار کرتے ہوئے اس کو منکرین حدیث، مرزائیوں کی اختراع قرار دیا اور اس کو متفقہ، محکم اور منصوص شرعی مسئلہ قرار دیتے ہوئے بطورِ ثبوت مولانا ثناء اللہ امرتسری، شیخ الحدیث مبارکپوری اور سید مودودی کی تحریروں کا اقتباس پیش کیا ہے۔

اس کے بعد (جولائی ۲۰۰۵ء) کے شمارہ میں بطورِ اتمامِ حجت اور مسک الختام شیخ الحدیث مبارک پوری کا ایک شائع شدہ سابقہ تحریری فتویٰ دوبارہ شائع کیا گیا اور اس بحث کو یہیں پر ختم کر دیا گیا، میں نے ان تمام لوگوں کی تحریروں کا مفصل اور جامع جواب برائے اشاعت البلاغ والوں کو روانہ کیا جس کو شاید کسی خارجی دباؤ کے تحت شائع نہیں کیا گیا، جس کا ثبوت ہے کہ

ایک دوسرے موضوع (ایک مجلس کی تین طلاق) پر میرے ایک مضمون کی پہلی قسط شائع کر کے بقیہ قسط شائع نہیں کی گئی، اس کے پیچھے کیا راز ہے یہ البلاغ والے جانیں البتہ البلاغ والوں نے میری جوابی تحریر شائع نہ کر کے علمی بددیانتی کا ثبوت بہر حال دیا ہے اور تحقیق کا گلا گھوٹنے کی کوشش ضرور کی ہے۔

پس برائے احقاقِ حق وابطالِ باطل اور سربلندیٔ کلام الٰہی وکلام نبوی آخری چارہ کے طور پر میں نے اس کتابچہ کی اشاعت کی ٹھانی اور خیر سے ایک علم دوست صاحب نے اس کے طباعتی اخراجات کا ذمہ لیا اس طریقہ سے یہ عمل ممکن ہو سکا، اب قارئین سنجیدگی اور متانت کے ساتھ اس تحریر کو پڑھیں اور مروجہ فکر اور تصور سے ہٹ کر ایک دوسرے پہلو سے بھی اس مسئلہ پر غور وفکر کریں اور اس سلسلہ میں کسی بھی قسم کی بد احتیاطی وجلد بازی سے پرہیز کریں۔

میرا مضمون پڑھ کر ایک صاحب سید مودودی صاحب کی ''تفہیمات'' لے کر آئے جس میں یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے جب میں نے مضمون کو بغور پڑھا تو پایا کہ اس میں اسلام کے نام پر غیر اسلامی باتیں اور عقلیت کے نام پر غیر معقول باتیں پیش کی گئی ہیں اور اس میں آیات کی مودودی صاحب نے تحریف تک کی ہے جس کو ہم آئندہ واضح کریں گے۔

ان جملہ تحریروں کا جواب اس مختصر تحریر میں ممکن نہیں ہے البتہ چند لوگوں کی تحریریں جن کے بارے میں اصابت فکر اور وسعتِ نظر کا عقیدہ رکھا جاتا ہے جیسا کہ عبدالغنی مئوی نے اپنی تحریر میں ذکر کیا ہے ان میں سب سے قابل احترام شخصیت شیخ الحدیث مبارکپوری کی ہے جب کی دوسرے شخص سید مودودی صاحب ہیں جن کی عقلیت، اصابت فکر اور وسعتِ نظر کے بہت سارے لوگ مداح اور قصیدہ خواں ہیں جب کہ خود عبدالغنی مئوی نے ان کی قصیدہ خوانی کی ہے۔

جملہ تحریروں میں انعام الرحمٰن صاحب کی تحریر ذرا تفصیلی ہے اور ساری تحریروں کی جامع ہے اس لئے ان کی اور مودودی کی تحریروں کا جائزہ پیش خدمت ہے البتہ ضمنی طور پر دیگر تحریروں کا ذکر بھی آئے گا۔

ا۔سب سے پہلی بنیادی غلطی یتیم پوتے کے حق وراثت کے انکار کے سلسلہ میں یہ کی جاتی ہے کہ قرابت داری کو ہی کسی کی میراث وترکہ میں حصہ داری کی بناء قرار دیا جاتا ہے یہی غلطی شیخ الحدیث مبارک پوری سے بھی ہوئی ہے اور یہی مودودی صاحب نے بھی کی ہے، اور انعام الرحمٰن، مظہر علی مدنی وغیرہ سبھی لوگوں نے اسی غلطی کو دہرایاہے، اور ایسا محض تدبر قرآن کے انکار کی بناء پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کے ترکہ و میراث میں حصہ داری کی بناء دو چیزوں پر رکھی ہے پہلی بنیاد کسی کی اولاد اور نسل میں سے ہونا جبکہ قرابت داری ثانوی چیز ہے چنانچہ فرماتا ہے: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا﴾[سورة النساء: ٣٣]

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾[سورة النساء: ٧]

ان دو آیات کے اندر اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں دو قسم کے ترکہ کا ذکر کیا ہے جس میں حصہ داری دو بنیادوں پر ہے ایک والدین کا ترکہ ہے جس میں حصہ دار اس کی ساری اولادیں ہیں دوسرے اقرباء کا ترکہ ہے جس میں حصہ صرف اقرباء ہی کے لئے ہی ہے۔ ان دونوں قسم کے ترکہ میں دو قسم کے لوگ وارث ہیں ایک مرنے والے کی اولاد و ذریت اور دوسرے اس کے قریبی رشتہ دار۔ ان کے بارے میں یہ حکم الٰہی ہے کہ ان میں سے جو بھی وارث بنے اس کو اس کا حصہ دے دو کیونکہ اللہ رب العالمین اس کی نگرانی کر رہاہے وہ ہر چیز پر حاضر گواہ ہوتا ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں ایک طرف میت یعنی دادا ہے جس کے ترکہ میں حق داری و حصہ داری کا مسئلہ ہے تو دوسری طرف یتیم پوتا ہے جو اولاد میت میں سے ہے جس کا حق و حصہ ہونے کا مسئلہ ہے۔ تو چونکہ زیر بحث مسئلہ میں دادا جو کہ یتیم پوتے کا والد و باپ ہے اس کے ترکہ میں اس کی اولاد میں سے ایک یتیم پوتا ہے جس کے حق و حصہ ہونے کا مسئلہ درپیش ہے لہٰذا اسی تناظر میں اور اسی بنیاد پر اس مسئلہ کے بارے میں بحث ہونی چاہیئے لیکن ہوتا ہے کہ بحث اس طرح کی جاتی

ہے کہ دادا پوتے کو والد و اولاد کے بجائے ایک دوسرے کا قریبی بتاکر بحث کی جاتی ہے اور استدلال بھی اسی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ جو بنیادی طور پر استدلال و استنباط ہی غلط اور بے بنیاد ہے اور اس غلط استدلال و استنباط سے جو بھی نتیجہ نکالا جائے گا اور حکم لگایا جائے گا اور فتویٰ دیا جائے گا وہ سب کا سب غلط ہوگا۔

اس حکم الٰہی سے یہ چیز واضح ہوگئی کہ ترکہ و میراث میں حصہ دار دو قسم کے لوگ ہیں ایک اولاد دوسرے اقرباء اور دونوں کی حصہ داری الگ الگ بنیادوں پر ہے البتہ ان دونوں میں اولیت اولاد کو حاصل ہے جب کہ قرابت داری ثانوی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا اس حکم الٰہی کو نظر انداز کر کے محض قرابت داری کو میراث وترکہ میں حصہ دار بننے کی بنیاد قرار دینا اللہ ورسول کے حکم کے خلاف ہے اور ایسا کوئی فتویٰ دینا اور فیصلہ لینا باطل ومردود ہے، خواہ فتویٰ شیخ الحدیث کا ہو یا فیصلہ، مودودی یا سلف وخلف کا کوئی بھی فرد حکم لگائے وہ حکم غلط بنیاد پر ہوگا اور خلافِ حکم الٰہی ہوگا۔

۲- دوسری بنیادی غلطی یتیم پوتے کو اس کے چچا کے ہوتے اولاد میں سے نہ ماننا اور ان دونوں کے درمیان فرق اور تمیز کرنا جبکہ دونوں اس حکم الٰہی: ﴿يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ میں شامل ہیں۔ یتیم پوتا اپنے باپ کی عدم موجودگی میں اس کا قائم مقام اور جانشین ہوکر اپنے باپ کی جگہ آکر اپنے چچا تائے کے درجہ میں ہوجاتا ہے اس بات پر کلی اتفاق ہے۔ لہٰذا یتیم پوتے اور ان کے چچا کے درمیان قرب وبعد کی بنیاد پر فرق کرنا اللہ ورسول کے حکم کے خلاف ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾[سورة النساء: ١١] جس کا حاصل یہ ہے کہ نہ تو آباء واجداد کے درمیان قرب وبعد کی بنیاد پر کوئی معاملہ کرو اور نہ ہی ان میں فرق و تمیز کرو اور نہ ہی بیٹے پوتے کے درمیان قرب وبعد کی بنیاد پر کوئی معاملہ کرو اور نہ ہی ان میں فرق و تمیز کرو کیونکہ سب کے حق میں اللہ نے وصیت کی ہے اور حکم دیا ہے پس سب کا مقررہ حصہ فریضۂ الٰہی ہے۔

البتہ ان کی حق داری و حصہ داری ان کے درجات و طبقات کا لحاظ کر کے کی جائے گی۔ یعنی جو اوپر کے طبقہ کا ہے اس کو اس کے نیچے کے طبقہ والے کے مقابلہ میں اولیت حاصل ہو گی یعنی اولاد و والدین میں چونکہ نسلی بنیاد پر واسطوں کا ہے اس لئے قائم مقام کے اصول پر حصہ ملے گا تو جو واسطہ ہو گا اس کی موجودگی میں اس شخص کو حصہ نہیں دیا جائے گا جس کے لئے وہ واسطہ ہے کیونکہ اس واسطہ کے ہوتے ہوئے اس کے پیچھے والا آڑ و پردہ میں چلا جائے گا اور اس کو اپنے واسطے کے ذریعہ میت کی میراث میں سے حصہ ملے گا اور جب وہ واسطہ نہیں رہے گا تو جو اس کے بعد والا ہے تو وہ اپنے واسطہ کی جگہ لے لیگا تو جو حق و حصہ اس کے واسطے کا تھا اس کی جگہ اب وہ بعد والا اس کا بالواسطہ وارث اس کے حق و حصہ کا مستحق وحقدار ہو گا۔ اس بنیاد پر باپ کی جگہ دادا، پردادا اور ان کے اوپر کے آباء واجداد حصہ پاتے ہیں اور ماں کی جگہ دادی و نانی اور ان سے اوپر کی مائیں حصہ پاتی ہیں نہ تو دادا پردادا وغیرہ ماں کی وجہ سے مجوب و محروم الارث ہوتے ہیں، اور نہ ہی باپ کی وجہ سے دادی و نانی وغیرہ محروم رکھی جاسکتی ہیں ٹھیک یہی معاملہ یتیم پوتے اور اس کے چچا کے درمیان کا بھی ہے کہ دادا یتیم پوتے کی میراث کا براہ راست وارث اس وقت بنتا ہے جب اس پوتے کا باپ نہ ہو اور چچا کی وجہ سے وہ ہر گز محروم نہیں ہو سکتا کیونکہ دادا والد و باپ ہے اور یتیم پوتا اپنے دادا کا بیٹا و اسکی اولاد و ذریت میں سے ہے۔ لہٰذا یتیم پوتا بھی براہ راست دادا کا وارث ہے اگر اس کا باپ موجود نہ ہو کیونکہ باپ کی عدم موجودگی میں اس کا دادا ہی اس کا باپ ہے ٹھیک اسی طریقہ سے جیسے اس کے چچا کا باپ ہے اور یہ دونوں ہی اپنے اپنے طور پر میت کی الگ الگ اولاد و نسل ہیں۔ چنانچہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں یہی باب باندھا ہے: ((٧ - باب مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ أَبٌ)) [صحيح البخاري: كِتَابُ الفَرَائِضِ (بَابُ مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ أَبٌ)] [التوضيح لشرح الجامع الصحيح، تصنيف: سراج الدين أبي حفص عمر بن علي بن أحمد الأنصاري الشافعي، المعروف بابن المُلَقّن(٧٢٣ - ٨٠٤ هـ]

**یعنی بیٹے کے بیٹے (پوتے) کی میراث کا باب جب کہ اس کا باپ نہ ہو۔**

چنانچہ صحیح بخاری کے اس باب کے اندر صاف لفظوں میں لکھا ہوا ہے کہ جس پوتے باپ نہ ہو وہ پوتا اپنے دادا کا وارث ہے۔ زیر بحث مسئلہ میں صحیح بخاری کا یہ باب بالکل واضح، دوٹوک اور حجت قاطع ہیں۔

البتہ جس پوتے کا باپ بذات خود موجود ہو تو وہ پوتا اپنے باپ کے ساتھ اپنے دادا کے ترکہ میں حقدار و حصہ دار نہیں ہوگا۔ تو پوتے کے متعلق جس اجماع کی بات کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ جس پوتے کا باپ ہو وہ پوتا اپنے دادا کے ترکہ و میراث میں اپنے باپ کے ہوتے حقدار و حصہ دار نہیں ہو سکتا ہے۔

اس بنیادی نکتہ کو سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے تمام لوگ غلطی کرتے چلے آئے ہیں اور مودودی صاحب نے تو صریحی طور پر اس اصول کا انکار کر دیا ہے جیسا کہ تفہیمات (ج ۳ ص ۱۸۰) پر ان کی تحریر موجود ہے۔ مودودی صاحب کی یہ خاصیت ہے کہ جو چیز ان کے عقلی معیار پر پوری نہیں اترتی ہے تو اس کا انکار کر بیٹھتے ہیں، آدمی کی ہر اولاد اس کی عدم موجودگی میں اس کی جانشین و قائم مقام ہوتی ہے، عقلاً، شرعاً اور قانوناً ہر دین ومذہب اور عقیدہ کے لوگوں نے اس کو تسلیم کیا ہے اور اس کے مطابق عالمی ادارے عامل ہیں۔

لہٰذا یتیم پوتے کو اس کے باپ کا جانشین و قائم مقام تسلیم نہ کرنا جبکہ وہ اس کا شرعی واصولی طور پر وارث بھی ہے بے عقلی کی دلیل ہے جس کا ثبوت مودودی صاحب کی تحریر ہے جو یتیم پوتے اور اسلامی نظام میراث و تقسیم ترکہ کے متعلق غلط تصور پر مبنی ہے یہی وجہ ہے کہ مودودی صاحب کو اپنے اثبات مدعا کے لئے قرآن کی آیت اور حکم الٰہی میں تحریف کی ضرورت پڑی جو انھوں نے دانستہ طور پر کی چنانچہ تفہیمات (ج ۳ ص ) ۱۷۹ پر لکھتے ہیں: (قریب ترین کے بعد حصہ قریب تر کو پہنچے گا اور قریب تر کی موجودگی میں بعید تر حصہ نہ پائے گا)۔

چنانچہ اپنی اس بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیئے انہوں نے بطور دلیل قرآن کی آیت کا یہ ٹکڑا پیش کیا ہے: ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ [سورة النساء: ۷، ۳۳]

جس میں استدلال آیت میں مذکور لفظ ﴿الْوَالِدَانِ﴾ کو چھوڑ کر لفظ ﴿وَالْأَقْرَبُونَ﴾ سے کیا ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر بنائے توریث محض قرابت داری کو قرار دیا ہے جو دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے اور صریحی طور پر کلام الٰہی میں لفظی و معنوی تحریف ہے۔ یہ غلطی تنہا مودودی صاحب نے نہیں کی ہے بلکہ ان تمام لوگوں نے کی ہے جو یتیم پوتوں کو مجوب و محروم الارث ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

جب کہ آیت قرآنی میں دو قسم کے ترکہ کا ذکر صاف لفظوں میں موجود ہے ایک والدین کا ترکہ اور دوسرے اقرباء کا ترکہ۔ یہ آیت دو ترکہ، دو بنیاد توریث اور دو اصول پیش کرتی ہے ایک ترکہ والدین کا جس میں توریث کی بنیاد میت کی اولاد و ذریت میں سے ہونا اور اس ترکہ کے مستحق وہ تمام لوگ ہیں جو کہ میت کی اولاد و ذریت میں سے ہوں۔ پس اس ترکہ میں وارث اس کی ساری اولادیں ہیں۔ دوسرا ترکہ اقرباء جس کے مستحق قریب ترین رشتہ دار ہیں، اور مودودی صاحب نے پہلے اور بنیادی اصول کو نظر انداز کرتے ہوئے دوسرے اصول کو اپنے اثبات مدعا کی بنیاد بنایا جو حکم الٰہی اور آیت قرآنی کی تحریف ہے۔

دوسری تحریف جو بالکل واضح اور صریح ہے یہ لکھتے ہیں: (غیر ذوی الفروض کو وارث قرار دینے میں یہ دیکھا جائے گا کہ میت کے لئے نفع کے لحاظ سے قریب تر یعنی حمایت و نصرت میں فطرتاً زیادہ سرگرم کون ہو سکتے ہیں)۔

اور دلیل میں آیت قرآنی کو وہ حصہ نقل کیا ہے جو الٹا معنیٰ پیش کرے یعنی ﴿أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾۔ جبکہ آیت کی پوری عبارت یوں ہے: ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾[سورة النساء: ۱۱]

جس کا حاصل یہ ہے کہ نہ تو آباء واجداد کے درمیان قرب وبعد کی بنیاد پر کوئی معاملہ کرو اور نہ ہی ان میں فرق و تمیز کرو اور نہ ہی بیٹے پوتے کے درمیان قرب وبعد کی بنیاد پر کوئی معاملہ کرو اور نہ ہی ان میں فرق و تمیز کرو کیونکہ سب کے حق میں اللہ نے وصیت کی ہے اور حکم دیا ہے

اور سب کا حصہ مقرر کیا ہے جو فریضہ الٰہی ہے۔

اس آیت میں ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ﴾ یعنی تمہارے باپ دادے پردادے ہوں یا بیٹے پوتے پڑپوتے وغیرہ ہوں کا ذکر کر کے صاف لفظوں میں یہ کہا گیا ہے: ﴿لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾ یعنی تم نہیں جانتے کے ان میں کا کون تمہارا قریب تر، نافع ہے۔

اس آیت میں ﴿آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ﴾ کے الفاظ کو صریحی طور پر حذف کرتے ہوئے اپنے اثبات مدعا کے لئے صرف ﴿أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾ نقل کیا ہے۔

یہ ٹھیک وہی حرکت ہے کہ جو یہودیوں نے تورات میں آیت رجم پر انگلی رکھ کر کی تھی تاکہ اس کے ذریعہ حکم رجم کو چھپا سکیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ﴾[سورة المائدة: ١٣]

یعنی وہ کلام الٰہی کو اس کے مقام و جگہ سے الٹ پھیر کر کے پیش کرتے ہیں اور ان تمام پند و نصائح اور احکامات الٰہی کو بھلا بیٹھتے ہیں جو انھیں دیئے گئے تھے جس پر برابر تمھیں اطلاعات ملتی رہیں گی جیسا کہ یہاں مودودی صاحب نے کیا ہے۔ مودودی صاحب کی یہ حرکت ایسی ہی ہے جیسے کوئی آیت: ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾[سورة النساء: ٤٣] سے صرف آدھی ادھوری عبارت ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ﴾ کو پیش کر کے کہے کہ دیکھو اللہ نے نماز کے قریب جانے سے منع فرمایا ہے اور اس کو نماز سے ممانعت کے اثبات کیلئے دلیل بنائے۔

اللہ تعالیٰ اولاد والدین کے احکام بیان کرنے کے بعد باپ دادا اور بیٹے پوتے وغیرہ کے بارے میں خصوصی طور پر فرما رہا ہے کہ ان سب کے حصے اور حقوق فریضہ الٰہی ہے لہٰذا تم ان میں سے کسی کے درمیان قرب وبعد اور نفع وحاجت، حمایت و نصرت کی بنیاد پر فرق اور تمیز مت کرو اور ایک دوسرے پر ترجیح مت دو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون تمھارے لئے نفع

بخش ہے اور نہ ہی جان سکتے ہو۔ یہ حکم اولاد ووالدین کے بارے میں خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

اس حکم الٰہی کے بالکل ہی الٹا معنیٰ و مطلب مودودی صاحب نے بیان کیا ہے اور غلط جگہ اس کا استعمال کرتے ہوئے میت کے لئے نفع کی بنیاد پر کسی کو قریب تر قرار دے کر اور حمایت ونصرت کی بنیاد پر وارث قرار دینے اور حصہ دیئے جانے کی بات کی ہے اور قریب ترین وبعید ترین کو بیان کر دیا ہے اور کسی کو وارث قرار دینے یا غیر وارث بتانے کا حق واختیار حاصل نہیں ہے۔ اور کسی بھی طور پر نفع، نقصان، حمایت ونصرت میں سر گرمی یا عدم سر گرمی میراث میں حقداری و محرومی کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ کسی کی اولاد خواہ اس کی حمایت ومدد اور نفع پہنچانے اور خدمت کرنے میں کتنی ہی سر گرم کیوں نہ ہو اس کا حق وحصہ نہیں بڑھ سکتا اور اس کے خلاف کرنے پر اس کا ادنٰی سا بھی حصہ کم نہیں کیا جا سکتا، اس طریقہ سے کوئی انسان کسی انسان کا تاحیات حامی وناصر اور خدمت گار ونافع رہے اور وہ وارث نہ ہو اور اس کی اولاد اس کا ذراسا بھی پاس ولحاظ نہ رکھے پھر بھی اولاد ہی اس کے ترکۂ میراث کی کلی حقدار ہوگی اور غیر وارث حامی وناصر خدمت گار ونافع کو کچھ بھی نہیں ملے گا اگر اس نے وصیت نہ کی ہو اور اگر ہوگی تو صرف ایک تہائی کے اندر ہی وہ نافذ ہوگی اور اس سے زیادہ میں باطل ومردود ہوگی۔

مودودی کی تحریر سے لگتا ہے کہ انھوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلام کے نظام تقسیم میراث کو سمجھا ہی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔

چنانچہ (ص: ۱۸۸) پر لکھتے ہیں: (اسلام میں نہ تو موروثی جائداد کے درمیان کوئی امتیاز قائم کیا گیا ہے اور نہ ہی مالک کے اختیارات مشروط ومحدود رکھے گئے ہیں، از روئے اسلام ایک مالک اپنی زندگی میں اپنی جائداد کا مالک کامل ہے۔ اور وہ حین حیات اس میں بیع، ہبہ، وصیت، وقف ہر طرح کے تصرف کے جملہ اختیارات رکھتا ہے)۔

یہ مودودی صاحب کے اسلام کے نظام میراث اور مالیات سے ناواقفیت کا ثبوت ہے اور مودودی صاحب کا یہ تصور خالصتاً ہندوانہ ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ

کی ذات وصفات میں شرک ہے اور عقیدۂ توحید کی نفی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کی جان ومال اور اولاد کا مالک کامل اور حقیقی مختار کل اور وارث ہے۔اور اسی نے آدمی کی میراث ترکہ اور مال میں وارث متعین کیا ہے اور انسان اپنے مال واولاد کا حافظ وامین ہے اور اللہ کے سامنے جوابدہ ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ﴾[سورة مريم: ٤٠]

کہ ہم ہی زمین اور اس کے تمام موجودات کے مالک ووارث ہیں اور ساری چیزیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آتی ہیں۔

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾

تمھارے مال ودولت، زمین وجائداد اور اولادیں اللہ کی امانت ہیں اور تمھاری آزمائش کا ایک سامان ہیں۔[سورة الأنفال: ٢٨]

اور اللہ کے رسول کا فرمان ہے:

عَنِ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ». [بخاري: ٨٩٣، مسلم: ٢٠ - (١٨٢٩)]

یعنی تم میں کا ہر ایک ذمہ دار ہونے کے ناطے اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔

پس کوئی بھی شخص بلا حدود وقیود اپنے مال ودولت اور جائداد واملاک کا مالک کامل نہیں ہو سکتا ہے۔اور نہ ہی اس میں اس کو ہر طرح کے تصرف کے جملہ اختیارات کا حق حاصل ہے پس کوئی بھی شخص شرعی طور پر حین حیات اپنے مال کو کلی طور پر بیچنے، کسی کو دینے (ہبہ کرنے) کسی کے حق میں لکھنے (وصیت کرنے) اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے (وقف کرنے) کا حق واختیار نہیں رکھتا ہے کیونکہ اس سے اس کے وارثوں کی محرومی لازمی آتی ہے اور اگر ایسا کر بیٹھتا ہے تو صریحی طور پر اللہ ورسول کا نافرمان اور باغی بلکہ کافر ومشرک قرار پائے گا اور اگر ایسا کر کے مر جاتا ہے تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیئے اور نہ ہی اس کو مسلمانوں کی قبرستان

میں دفن کئے جانے دینا چاہئے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسا کرنے والے شخص (صحابیٔ رسول) کی نماز جنازہ نہ پڑھے جانے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کئے جانے کی بات کی ہے۔اور اس کے اس تصرف کو باطل قرار دیتے ہوئے واپس لے کر اس کے ورثاء میں تقسیم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم کا ذلت آمیز عذاب مقرر کیا ہے۔

پس مودودی صاحب کا یہ تصور وعقیدہ جس کو انھوں نے اسلام کے تصور وعقیدہ کے طور پر پیش کیا ہے صریحی طور پر باطل ومردود، غیر اسلامی اور خالصتاً ہندوانہ تصور ہے جو اسلامی عقیدہ وتوحید کے منافی ہے۔

اس کے بعد آگے مودودی صاحب نے پھر اپنی ناعقلی اور نظام تقسیم میراث اسلامی سے عدم واقفیت کا ثبوت دیتے ہوئے لکھا ہے: (آخر کوئی اصول متعین کریں جس کی بنا پر بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو وراثت دی جائے... محض ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ والی آیت کو پوتے کے حق وراثت میں پیش کرنا یا عربی اشعار کی مدد سے پوتے کو بمنزلہ اولاد قرار دے کر اسے دادا کا وارث بنانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟۔[تفہیمات ج ۲ ص ۱۸۹]

یہ ساری بحث اور اٹکل بازیاں محض کتاب وسنت سے ناواقفیت اور اپنی عقل وقیاس کو ہی کسی مسئلہ کے حل کے لئے بنیاد بنانے کا نتیجہ ہے۔ یتیم پوتا ہر مذہب وملت میں اپنے باپ کا وارث ہے جس طریقہ سے اللہ کا یہ حکم ووصیت ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ [سورة النساء: ١١] قیامت تک کے لئے ہر باپ دادا کیلئے اس کے بیٹے پوتے کے حق میں ہے۔ پوتا اپنے باپ کے درجہ میں اس وقت آتا ہے جب اس کا باپ زندہ نہیں رہتا ہے خواہ اس کا چچا زندہ ہو یا نہ ہو کیونکہ جس طریقہ سے اس کا چچا اس کے دادا کی اولاد ہے اسی طریقہ سے اس کا باپ بھی اس کی اولاد ہے جس کے واسطے سے یہ پوتا اپنے دادا کی اولاد ہے اور اپنے باپ وداد دونوں کا وارث ہے کیونکہ اس کے باپ ودادا دونوں اس کے وارث ہیں جب باپ موجود ہے تو دادا پوتے کی میراث میں محجوب ہے اور وہ (پوتا) اپنے دادا کی میراث میں محجوب ہے ظاہری طور پر ایسا ہے ورنہ حقیقت

میں دادا اپنے بیٹے کے توسط سے اس پوتے کے مال میں حقدار ہے اور پوتا اپنے باپ کے توسط سے اپنے دادا کے مال میں حقدار ہے۔ یہ حجب ظاہری و عارضی ہے کیونکہ اس میں کلی محرومی نہیں ہے دادا اور پوتے کے درمیان کا وہ شخص جو دادا کا بیٹا اور پوتے کا باپ ہے اس کے توسط سے دونوں کو ایک دوسرے کی میراث میں سے ان کا حصہ پہنچے گا، یہ ساری باریکیاں اللہ رب العالمین نے محض ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ [سورة النساء: ١١] والی آیت میں رکھ دی ہیں جو ایک دوسرے کی وراثت و حق داری کی بنیاد ہے لہٰذا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ محض اس آیت کو پوتے کی حق وراثت میں پیش کرنا اور اس کو اس کے دادا کا وارث بنانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے، موصوف کی نا عقلی اور قرآنی آیات واحکام کی باریکیوں کو صحیح ڈھنگ سے سمجھ نہ پانے کی وجہ سے ہے ورنہ یہ الٹی پلٹی باتیں نہ کرتے۔

اسی طریقہ سے مودودی صاحب نے رسائل و مسائل کے اندر جس کا حوالہ عبدالغنی مئوی نے دیا ہے بصراحت اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے: (مجھے قرآن وحدیث میں کوئی صریح حکم نہیں ملا جسے فقہاء کے اس متفقہ فیصلہ کی بنا پر قرار دیا جاسکے) چونکہ فقہاء امت سلف سے خلف تک اس پر متفق ہیں، اس لئے اس کے خلاف کوئی رائے دینا مشکل ہے۔ [البلاغ جون ۲۰۰۵ء ص ۳۰]

پھر جب مودودی صاحب عقلیت پر اتر آئے اور رائے دینے لگے تو یہ رائے دی کہ (اگر ایک شخص کا بیٹا اس کی زندگی میں مر جائے اور وہ شادی شدہ نہ ہو)۔

پھر آگے لکھتے ہیں: (پھر اس بیٹے کی میراث اسکی بیوی، ماں اور اس کے بھائیوں وغیرہ کو پہنچ جائے کہ وہ اپنے خسر کے ترکہ میں سے حصہ پانے کی مستحق نہیں ہے قطع نظر اس سے کہ اس کا نکاح ثانی ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ [بحوالہ البلاغ جون ۲۰۰۵ء ص ۳۰]

سوچنے کا مقام ہے کہ جب مرنے والا بیٹا شادی شدہ تھا ہی نہیں تو پھر بیوی کہاں سے آگئی اور اس کی میراث کی تقسیم کا مسئلہ کہاں سے پیدا ہوا، جب کہ اس کے تنہا وارث باپ اور ماں ہی ہیں، یہ بڑی بے عقلی کی باتیں ہیں جو مودودی صاحب نے کی ہیں لہٰذا جو لوگ مودودی صاحب کی عقلیت کے گرویدہ اور اصابت فکر و وسعت نظر کا عقیدہ رکھتے ہوں اور ان کی ہر بات کو حق

اور اسلام کی صحیح ترجمانی خیال کرتے ہوں وہ اپنے اس عقیدہ سے توبہ کرلیں اور صرف اللہ ورسول کے کلام کو ہی حق اور صراط مستقیم سمجھیں یہی ان کے حق میں دونوں جہان کے لئے بہتر ہوگا۔

اور خصوصی طور پر عبدالغنی مئوی صاحب سے یہ کہنا چاہوں گا کہ کورانہ تقلید کی تاریکی میں رسی سمجھ کو سانپ پکڑنے کی حماقت نہ کریں ورنہ ایسا کرنا بڑا مہلک ثابت ہوگا۔اسلام لوگوں کی آراء واقوال کانام نہیں ہے جس کے زندہ کرنے کا موصوف نے بیڑہ اٹھایا ہواہے۔ اور شعروشاعری کا سہارالیا ہے بلکہ اسلام کی بقا اور اس کی زندگی صرف کلمۂ حق،کلام الٰہی،کلام رسول ﷺ کے احیاء میں ہے،انھیں دونوں بنیادوں پر دین اسلام قائم ودائم ہے اور زندہ رہ سکتا ہے۔اور لوگوں کے اقوال وآراء کو بطور دلیل وثبوت پیش کر کے اپنی جہالت ونادانی اور حماقت کا ثبوت نہ دیں اور اپنے اوپر اپنے ہی پیش کردہ شعر کو صادق نہ آنے دیں جیسا کہ آپ نے نقل کیاہے:

جاہلیت ہورہی ہے زندہ پھر ☆ پھر ضرورت آپڑی اسلام کی

۳۔اس کے بعد آتے ہیں شیخ الحدیث مبارک پوری اور انعام الرحمان انصاری کے استدلالات اور دلائل وبراہین کی طرف خاص کر انعام الرحمٰن صاحب کی فریب کاریوں اور تلبیس وتحریف کا جائزہ لیتے ہیں جنھوں نے اپنے مضمون کا آغاز ایک عربی مقولہ سے کرتے ہوئے میری تحریر اور دعوت فکر وتدبر فی القرآن اور یتیم پوتے کی اس کے دادا کے ترکہ کے سلسلے میں پیش کردہ توریث کے اثبات کے نکتۂ نظر کا مذاق اڑاتے ہوئے اس کو ایک عجوبہ قرار دیا ہے اور اقوال علماء واصحاب فن کی بنیاد پر مجھ کو چیلنج کیاہے جس کے جواب میں میں یہ کلام الٰہی قرآنی پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں: ﴿أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ (٥٩) وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ (٦٠) وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ (٦١) فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا (٦٢)﴾[سورة النجم]

یعنی کیا تم اس بات سے تعجب کر رہے ہو اور ہنستے ہو تمھیں رونا نہیں آتا اور تم اس درجہ غفلت کا شکار ہو کہ تمھیں ہنسی آرہی ہے اور کھیل سوجھ رہاہے۔

ایک ایسا مسئلہ جس میں آدمی جہنم کا مستحق بن سکتا ہے کیونکہ وہ یتیم اولاد کے حق کا مسئلہ ہے جن کی حق تلفی کرنے والوں اور ان کا حق مار کر کھانے والوں کا انجام اللہ رب العالمین نے صریحی طور پر قرآن میں سورہ نساء کی آیت نمبر (۱۰،۹) میں بیان کیا ہے اس طریقہ سے ہنسی کھیل کرنا اور غفلت میں تعجب کا اظہار کرنا اور عجوبہ قرار دینا عجوبہ نہیں بلکہ عجب العجاب ہے نیز ان کے اوپر اللہ کا یہ کلام بھی صادق آتا ہے: ﴿وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (٢٨) فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (٢٩) ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَى (٣٠)﴾[سورة النجم]

یعنی سچ یہ ہے کہ انھیں اس کے تعلق سے کچھ معلوم ہی نہیں ہے یہ لوگ تو محض ظن (رائے وقیاس،آراء واقوال الناس) کی پیروی کرتے ہیں اور ظن کبھی بھی حق سے بے نیاز نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی وہ حق (کلام الہٰی، کلام نبوی) کا بدل بن سکتا ہے لہٰذا جو کوئی بھی اللہ کے ذکر (کلام الہٰی وکلام نبوی) کو چھوڑتا یا منھ پھیرتا ہے اور ظن کو بطور حق پیش کرتا ہے اس کا مقصد حیات صرف دنیا کمانا ہے یہی اس کے علم کی منتہا ہے، یہ تو اللہ رب العالمین کو ہی معلوم ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی یہ بھی اچھی طرح سے جانتا ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہے۔

یتیم پوتے کی اس کے دادا کے ترکہ میں حصہ داری سے انکار محض ایک مفروضہ کی بنیاد پر ہے جس کا کتاب وسنت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ذوی الفروض وعصبات کی اصطلاحیں خودساختہ و من گھڑت فقہی اصطلاحیں ہیں جن کو اصول فرائض کے مرتبین نے ایجاد کیا اور اس کو ترتیب دیا ہے اس بنیاد پر یتیم پوتے کو محجوب قرار دے کر محروم الارث کر کے کسی شخص کی میراث کی تقسیم ایک غیر منصفانہ وظالمانہ تقسیم ہے جس پر اکل مال یتیم بالظلم صادق آتا ہے اور ایسی تقسیم کا یہ حال ہے جو یہ کلام الہٰی پیش کر رہا ہے: ﴿تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَى (٢٢)

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى (٢٣)﴾[سورة النجم]

یعنی یہ ایک غیر منصفانہ وظالمانہ تقسیم ہے یہ وہ نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا اوں نے دے لیا ہے جس کے متعلق اللہ نے اپنی جانب سے کوئی دلیل وحجت نازل نہیں کی ہے یہ لوگ تو محض ظن کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے دل میں پیدا ہو گیا اور لوگوں نے پیش کیا جس کو انھوں نے اپنے دل میں بٹھا لیا حالانکہ ان کے رب کی جانب سے سراپا ہدایت اور رہنمائی والی کتاب قرآن مجید آئی ہوئی موجود ہے جب چاہیں اس میں دیکھ لیں۔

۴۔ موصوف انعام الرحمٰن صاحب نے اپنے مبنی بر ظن علم کی انتہا پر پہنچ کر یہ دعویٰ و چیلنج کر دیا: (فقہ وفتاویٰ یا شروح حدیث کی کسی کتاب سے کسی عالم کا قول نقل نہیں کر سکتے جس میں یہ تصریح موجود ہے کہ میت کے کسی بیٹے کی موجودگی میں اس کے پوتے کو جو دوسرے بیٹے سے ہو وراثت ملے گی بیٹے کے ساتھ وارث ہو گا۔ [البلاغ مئی ۲۰۰۵ء ص ۱۴]

موصوف کے اس چیلنج کے جواب میں میں انھیں یہ چیلنج دیتا ہوں کہ وہ کسی صحیح حدیث رسول سے یہ تصریح نبوی بطور ثبوت پیش کر دیں جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ اللہ کے رسول نے کسی زندہ بیٹے کے موجود ہوتے ہوئے متوفی بیٹے کی اولاد کو مجوب قرار دے کر محروم الارث کیا ہو یا ایسا کرنے کا حکم دیا ہو یا کم از کم کسی کی جانب سے ایسا کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے اس کی تائید وحمایت کی ہو: ﴿فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾[سورة البقرة: ٢٤]

موصوف نے اور شیخ الحدیث مبارکپوری نے اپنے موقف کے اثبات کے لئے امام ابن حزم وغیرہ کے اقوال کا سہارا لیا ہے جب کہ خود امام ابن حزم کا یہ حال ہے جگہ جگہ لکھتے ہیں: لَا حُجَّةَ فِي أَحَدٍ دُونَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -. لَا حُجَّةَ فِي أَحَدٍ مِنْ النَّاسِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -. لَا حُجَّةَ فِي قَوْلِ أَحَدٍ دُونَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -.

فَصَحَّ أَنَّهُ لَا حُجَّةَ فِي عَمَلِ أَحَدٍ دُونَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -.

وَلَا يَحِلُّ الْقَوْلُ بِالْقِيَاسِ فِي الدِّينِ وَلَا بِالرَّأْيِ لِأَنَّ أَمْرَ اللَّهِ تَعَالَى عِنْدَ التَّنَازُعِ بِالرَّدِّ إلَى كِتَابِهِ وَإِلَى رَسُولِهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَدْ صَحَّ، فَمَنْ رَدَّ إلَى قِيَاسٍ وَإِلَى تَعْلِيلٍ يَدَّعِيه أَوْ إلَى رَأْيٍ فَقَدْ خَالَفَ أَمْرَ اللَّهِ تَعَالَى الْمُعَلَّقَ بِالْإِيمَانِ وَرَدَّ إلَى غَيْرِ مَنْ أَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى بِالرَّدِّ إلَيْهِ، وَفِي هَذَا مَا فِيهِ. قَالَ عَلِيٌّ: وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: {مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ} [الأنعام: ٣٨] وقَوْله تَعَالَى: {تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ} [النحل: ٨٩] وقَوْله تَعَالَى {لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ} [النحل: ٤٤] قَوْله تَعَالَى: {الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ} [المائدة: ٣] إبْطَالٌ لِلْقِيَاسِ وَلِلرَّأْيِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَخْتَلِفُ أَهْلُ الْقِيَاسِ وَالرَّأْيِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ اسْتِعْمَالُهُمَا مَا دَامَ يُوجَدُ نَصٌّ، وَقَدْ شَهِدَ اللَّهُ تَعَالَى بِأَنَّ النَّصَّ لَمْ يُفَرِّطْ فِيهِ شَيْئًا، وَأَنَّ رَسُولَهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - قَدْ بَيَّنَ لِلنَّاسِ كُلَّ مَا نُزِّلَ إلَيْهِمْ، وَأَنَّ الدِّينَ قَدْ كَمُلَ فَصَحَّ أَنَّ النَّصَّ قَدْ اسْتَوْفَى جَمِيعَ الدِّينِ، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ كَذَلِكَ فَلَا حَاجَةَ بِأَحَدٍ إلَى قِيَاسٍ وَلَا إلَى رَأْيِهِ وَلَا إلَى رَأْيِ غَيْرِهِ. وَنَسْأَلُ مَنْ قَالَ بِالْقِيَاسِ: هَلْ كُلُّ قِيَاسٍ قَاسَهُ قَائِسٌ حَقٌّ، أَمْ مِنْهُ حَقٌّ وَمِنْهُ بَاطِلٌ.

نیز لکھتے ہیں: (لَيْسَ الرَّأْيُ حُجَّةً). [المحلی ج ١٠ ص ١٥٣، ١٥٢]

یعنی اللہ کے رسول کے علاوہ کسی کے بھی قول و فعل کے اندر کوئی حجت و دلیل نہیں ہے **(خواہ وہ صحابی رسول عبداللہ ابن مسعود ہی کیوں نہ ہوں یا پھر حضرت ابو بکر صدیق ہی ہوں جن کا مقام و مرتبہ اللہ کے رسول کے بعد پہلا ہے)** کیونکہ کسی کی رائے و قیاس حجت ہو ہی نہیں سکتی۔

نیز آگے لکھتے ہیں: وقَوْله تَعَالَى: {يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ} [الأعراف: ٢٧]، فَصَحَّ أَنَّ الْجَدَّ أَبٌ، وَأَنَّ ابْنَ الِابْنِ ابْنٌ، فَلَهُ مِيرَاثُ الْأَبِ؛ لِأَنَّهُ أَبٌ، وَلِابْنِ الِابْنِ مِيرَاثُ الِابْنِ؛ لِأَنَّهُ ابْنٌ وَكَفَى - وَإِنَّ الْعَجَبَ لَيَعْظُمُ مِمَّنْ خَفِيَ عَلَيْهِ هَذَا - وَحَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ. [المحلی ج ١٠ ص ١٨١] یعنی صحیح بات یہی ہے کہ دادا باپ ہے اور پوتا بیٹا، دادا کے لئے باپ کی میراث کیونکہ وہ بھی باپ ہے اور پوتے کے لئے بیٹے کی میراث کیونکہ وہ

بھی بیٹا ہے اور بس اتنا ہی کافی ہے اور بڑا ہی تعجب ہے ان لوگوں کی عقل و خرد پر جن پر یہ بات مخفی ہے اور ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین حامی و ناصر ہے۔

٦- صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب کے بارے میں انعام الرحمٰن صاحب نے غلط بیانی کی ہے اور ساتھ ہی لفظی و معنوی تحریف بھی کی ہے۔ لکھتے ہیں: **(ترجمۃ الباب میں لفظ ابن اور حضرت زید بن ثابت کے قول میں لفظ (ولد ذکر) نکرہ ہے اور نفی کے تحت واقع ہے اور یہ ترکیب عموم کا فائدہ دیتی ہے لہٰذا صحیح ترجمہ و مطلب یہ ہوگا کہ (پوتے کی میراث کا بیان جب کہ میت کا کوئی بیٹا نہ ہو) (نہ پوتے کا باپ نہ اس کا چچا) جب ان کے اور میت کے درمیان کوئی بیٹا موجود نہ ہو)۔**

[البلاغ مئی ٢٠٠٥ص ١٤]

موصوف نے صریحی طور پر غلط بیانی کی ہے اور لفظی الٹ پھیر کرنے کی کوشش کی ہے ترجمۃ الباب میں ایک مفرد حکم بیان کیا گیا ہے یعنی یتیم پوتے کا مسئلہ وراثت جیسا کہ باب کے درج ذیل الفاظ بھی منقول ہیں: [(٧-باب مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ أَبٌ)].

**یعنی بیٹے کے بیٹے (پوتے) کی میراث کا باب جب کہ اس کا باپ نہ ہو۔** [التوضيح لشرح الجامع الصحيح، تصنيف: سراج الدين أبي حفص عمر بن علي بن أحمد الأنصاري الشافعي، المعروف بابن المُلقّن(٧٢٣ - ٨٠٤ هـ، صحيح بخاري: كتاب الفرائض: (٧-باب مِيرَاثِ ابْنِ الِابْنِ، إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ أَبٌ)]

جس کا صاف مطلب ہے کہ جس بیٹے کا باپ موجود ہے وہ مجوب ہے اور جس کا باپ موجود نہیں وہ مجوب نہیں بلکہ وارث ہے۔

موصوف نے صحیح بخاری کے باب کے جن الفاظ کے حوالے سے بات کی ہے اس میں لفظ ابن مفرد لفظ ہے جس کا اطلاق اس مخصوص بیٹے پر ہی ہوگا جو وفات پا گیا ہو اور اس کے بیٹے موجود ہیں۔ تو صرف وہی ایک بیٹا مراد ہے اور مسئلہ بھی اسی بیٹے کی اولاد کا ہے جو بیٹا اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہو جاتا ہے لہٰذا اس بیٹے کی اولاد کی توریث کے اثبات کے لئے ہی امام بخاری نے باب باندھا ہے کہ جب میت کا کوئی ایک یا کئی ایک بیٹا وفات پا گیا ہو اور موجود نہ ہو تو ان سب کے بیٹوں کا حکم یہ ہے کہ وہ سب اپنے اپنے باپ کی جگہ وارث ہیں جیسا کہ اس باب کے

دوسرے الفاظ اس پر واضح دلیل اور حجت قاطع ہیں نیز اس کے بعد والا باب میت کی بیٹی کے ساتھ اس کی یتیم پوتی کی توریث کے اثبات کا باب ہے: (٨ - باب مِيرَاثِ ابْنَةِ ابْنٍ مَعَ ابْنَةٍ) یعنی جب میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور اس کی یتیم پوتی ہو تو یتیم پوتی اپنی پھوپھی کے ساتھ وارث ہوتی ہے جیساکہ فیصلہ نبوی ہے چنانچہ اس باب کے تحت امام بخاری نے ایک فیصلہ نبوی بھی نقل کیاہے۔

لہٰذا موصوف انعام صاحب کا یہ کہنا کہ جب کوئی بھی بیٹا نہ ہو تب یتیم پوتا وارث ہوگا صریحی طور پر غلط، بے بنیاد اور لایعنی بات ہے اور (ولد ذکر) کے نکرہ ہونے اور نفی کے تحت واقع ہونے سے عموم کا فائدہ حاصل کرنا محض فریب دہی ہے۔

جہاں تک زید بن ثابت کے قول کا تعلق ہے تو اس میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیاہے کہ بیٹے کی اولادیں ان کے درجہ میں ہوتی ہیں اور بطور ان کے قائم مقام ہوتی ہیں جب وہ موجود نہ رہیں اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مرنے والے کا کوئی ایسا بیٹا ہو جو باحیات ہو اور اس کے دوسرے بیٹے جو وفات پاچکے ہوں تو ان وفات پائے ہوئے بیٹوں کے بیٹے ان فوت شدہ بیٹوں کی جگہ ہوں۔ تو اس صورت میں وہ یتیم پوتے اپنے باپ کی جگہ اپنے چچا تائے کے ساتھ اپنے دادا کے ترکہ میں وارث ہونگے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک بھی بیٹا نہ ہو بلکہ ان کی جگہ ان کے بیٹے بیٹیاں ہوں تو ایسی صورت میں یہ پوتے پوتیاں بیٹے بیٹیوں کی طرح ہوں گے اور ان کا حکم حجب وتوریث کے سلسلہ میں وہی ہے جو بیٹے بیٹیوں کا ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو مجوب کر دینگے نیز دوسرے وارثوں کے حق وحصہ کو کم کر دینگے جب کہ پہلی صورت میں ہے کہ کچھ بیٹے بھی ہوں اور کچھ بیٹوں کی اولادیں ہوں تو جو بیٹے موجود ہوں ان کی اولادیں اپنے والدین کے ساتھ وارث نہیں ہوں گی جیساکہ زید بن ثابت کا قول ہے: (وَلاَ يَرِثُ وَلَدُ الابْنِ مَعَ الابْنِ). یعنی بیٹے کے ساتھ اس بیٹے کے بیٹے بیٹیاں وارث نہیں ہونگے۔ بخاری کا ترجمۃ الباب اور زید بن ثابت کا قول پھر «أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهْوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ». [بخاري، مسلم] والی حدیث اس کے بعد یتیم پوتی کو اس کی پھوپھی کے ساتھ اس کے دادا کے ترکہ میں حصہ

داری کا فیصلہ نبوی صرف اور صرف ایک ہی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یتیم پوتا اپنے چچا کے ساتھ اپنے دادا کے ترکہ و میراث میں بفرمانِ الٰہی و بفرمانِ نبوی وارث اور اپنے والدین کے حق اور حصہ کا حق دار ہے۔ یہی منصوص محکم شرعی مسئلہ ہے۔ اور اس کے مخالف کسی کا قول باطل ومردود ہے کیونکہ سب کا سب محض قیاسات و ظنی اور اٹکل بازیاں ہیں۔

دوسرا جرم جو یتیم پوتے کو محجوب و محروم الارث کرنے کے لئے کیا جاتا ہے وہ اسی حدیث رسول کا غلط معنیٰ ومطلب نکال کر بیان کیا جاتا ہے یعنی «أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهْوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ». [بخاري، مسلم]

جس کا مطلب یہ بیان کیاجاتا ہے کہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ بچے اس کو عصبات میں تقسیم کرو اور جو سب سے زیادہ میت کا قریبی ہو اس کو دیدو۔

یہ مطلب نکال کر جو یہ بیان کیا جاتا ہے اور ایک مفروضہ قائم کر دیا گیا ہے کہ بیٹا بمقابلہ پوتے کے میت کا زیادہ قریبی ہے اس لئے بیٹا وارث ہوگا اور پوتا محجوب ہوگا، حالانکہ ذوی الفروض اور عصبات کی اصطلاحیں محض حسابی و فقہی ہیں جو عہد نبوی کے بہت بعد کی ایجاد ہیں اور اس بنیاد پر فریضہ کی تقسیم غیر منصفانہ ہے جس پر یہ کلام الٰہی صادق آتا ہے: ﴿تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَى (٢٢) إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى (٢٣)﴾ [سورة النجم]

اللہ کے رسول کا صریحی فرمان اور واضح حکم موجود ہے کہ میراث کی تقسیم اللہ کی کتاب کی بنیاد پر کی جائے گی جیسا کہ فرمایا:

*-* عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللهِ، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ». [صحيح مسلم: ٤ - (١٦١٥)]

یعنی مال کو کتاب اللہ کی بنیاد پر ان میں مقررہ وارثوں کے درمیان ان کے حصے جن کو اللہ نے ﴿نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ [سورة النساء: ٧]، ﴿فَرِيضَةً مِنَ اللهِ﴾ [سورة النساء: ١١] کہا ہے

بانٹ کر انھیں دیدو پھر ان فرائض کی ادائیگی کے بعد جو بچ جائے تو میت کا جو سب سے قریبی ہو اور مرد ہو اس کو دیدو۔ اب اگر دیکھا جائے تو قرآن میں مقررہ وارثوں میں اولاد ووالدین اور میاں بیوی پھر بھائی بہن ہیں تو جب بھی ان میں کوئی مرد بحیثیت وارث موجود ہوگا تو میراث کا کوئی حصہ نہیں بچے گا الا یہ کہ وہ اخیافی بھائی ہو یا پھر شوہر ہو، باقی رہیں اولادیں تو وہ مذکر اولاد ہوں یا مونث اولاد ہوں تو ان میں سے کوئی بھی شرعی عصبہ نہیں ہیں البتہ اصطلاحی عصبہ ہیں یعنی ایسا نہیں ہے کہ اگر بچا تو انھیں ملے گا نہیں بچا تو نہیں ملے گا۔ بلکہ وہ اللہ کے مقرر کردہ اہل فرائض ہیں۔ بلکہ وہ تو میت کے اصلی وبنیادی اور اولین وارث ہیں اور جس مسئلہ میں مذکر اولاد ہو اس میں تو ترکہ کے بچنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا ہے اس لئے عصبہ کا اطلاق ان پر نہیں ہو سکتا اور بصراحت الٰہی نبوی وہ عصبہ ہیں ہی نہیں۔ ویسے باپ دادا کا تو ان پر عصبہ کا اطلاق ہو سکتا ہے پھر بھائی جب کہ یہ سارے کے سارے اہل فرائض ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کے حصوں کو فرض ﴿نَصِيبًا مَفْرُوضًا﴾ یعنی اللہ کا فرض کیا ہوا حصہ قرار دیا ہے پس وہ تمام وارث جن کا قرآن میں ذکر ہے اہل فرائض ہیں۔ جن کے درمیان ترکہ کے مال کی تقسیم کئے جانے کا حکم اللہ کے رسول نے دیا ہے، ان میں خاص کر باپ، دادا، پردادا وغیرہ اور بیٹے، پوتے، پڑپوتے وغیرہ کے حصوں کو ﴿فَرِيضَةً مِنَ اللهِ﴾ کہا ہے البتہ بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اس میں قرآن میں مذکورہ وارثوں کو دینے کے بعد بھی بچ جاتا ہے تو اس کے بارے میں حکم نبوی ہے کہ ترکہ کے اس بچے ہوئے حصہ کو میت کے سب سے قریبی مرد کو دے دو جیسے باپ، بھائی ہو تو، وہی پائیں گے باوجودیکہ وہ اصحاب فرض ہیں اور اگر وہ نہیں ہیں تو پھر عصبات یعنی بھتیجا، چچا اور چچازاد وغیرہ کو دیدو۔ جیسا کہ شارحین حدیث نے وضاحت کی ہے۔

اس طریقہ سے اللہ کے رسول نے «أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ» کی تشریح وتوضیح «اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ الله، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ» والی حدیث کے ذریعہ کردی ہے اور میراث کی تقسیم کا طریقہ وترتیب اور

نظام کو بیان کر دیا ہے، یہ نص اور صریحی حکم ہے اب اگر اصطلاحی فقہی ذوی الفروض اور عصبات کے ذریعہ کلام نبوی کی توضیح و تشریح کی جائے گی اور صرف نصف ربع، ثمن، سدس، ثلث اور ثلثاں کو ہی فریضہ سمجھا جائے گا اور ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾[سورة النساء: ١١]

یعنی اکہرے دوسرے کی نسبت والے فریضے کا انکار کیا جائے گا تو ایسی فساد زدہ بات واحکام سامنے آئیں گے اور یتیم پوتے کا حق مارا جائے گا۔ لوگوں نے محض نصف ربع، ثمن، وسدس، ثلث، ثلثان، کو ہی فریضہ قرار دے رکھا ہے جب کہ اولین فریضہ جو اولاد کے حق میں اللہ نے بیان کیا ہے اس کو تو سبھی لوگوں نے نظر انداز کر رکھا ہے اور اسی سبب سے بنیادی غلطی ہے جس کی طرف کسی کا دھیان نہیں جاتا ہے۔

٨۔میں نے اپنے مضمون میں اصول حجب میراث کے سلسلہ میں یہ عبارت نقل کی تھی:

(فإنّ هذه الواسطة تحجبه عن الميراث حجب حرمان)

جس کا ترجمہ یوں کیا تھا: (جو شخص جس واسطے سے وارث بنتا ہے تو وہ واسطہ ہی اسکو مجوب و محروم الارث بنا سکتا ہے) جس کو موصوف انعام صاحب نے غلط قرار دیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ (منقولہ عبارت مفید حصر وقصر نہیں ہے اس میں قصر کی کوئی صورت موجود نہیں ہے اس لئے صحیح ترجمہ یہ ہوگا: **<u>تو وہ واسطہ اس کو مجوب بنادیگا</u>**)۔

موصوف نے دانستہ طور پر غیر عربی داں حضرات اور عوم الناس کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور (یحرفون الکلم) کا یہودیانہ طرز عمل اپنایا ہے۔ عربی درجات کا ایک ادنٰی سا طلب علم بھی یہ جانتا ہے کہ (إنّ) حرف تاکید ہے اس سے پہلے حرف (ف) اس کے بعد (هذه) یہ سارے الفاظ تاکید در تاکید کے لیئے ہی ہیں۔ اور اگر یہ مفید حصر وقصر نہیں ہیں تو پھر کیا ہیں؟

پس اس عبارت (فإنّ هذه الواسطة تحجبه عن الميراث حجب حرمان) کا ترجمہ ہوا کہ بیشک یقینا یہ واسطہ ہی اس کو میراث سے کلی طور پر مجوب کریگا دوسرا کوئی بھی نہیں۔

ہمارے محترم عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے بڑی دور کی کوڑی لائے اور ایسا راستہ اختیار کیا جس میں انھیں خیانت وبددیانتی کا پورا پورا موقع مل سکے کیوں کہ میرے کئے ترجمہ میں ان کی مقصد برآری نہیں ہو پارہی تھی اس لئے جس ترجمہ سے ان کا مدعا حاصل ہونے کا امکان تھا اس کو صحیح قرار دیا اور میرے ترجمہ کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی اور یہ تحریف اسی قسم کی ہے جو یہودیوں کیا کرتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے: ﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾[سورة المائدة: ٤١]

جس کا حاصل یہ ہے کہ یہود کلام میں پھیر بدل کر کے کہتے ہیں کہ یہی سب کچھ اگر تمہیں بتایا جاتا ہے تو اس کو ہی مانو ورنہ اس سے پرہیز کرو۔ یعنی جو کچھ ہم تمہیں بتائیں وہی صحیح ہے اور اس کو ہی قبول کرو اور اگر اس سے ہٹ کر ہو تو قبول نہ کرنا۔ چنانچہ یہی کام انعام صاحب نے بھی کیا ہے۔ صاف طور پر تاکیدی جملہ ہے: (فإنّ هذه الواسطة تحجبه عن الميراث حجب حرمان) استعمال کیا گیا ہے جس کا صریحی وتاکیدی مفہوم یہی ہے کہ یقینی طور پر بلا شک وشبہ جس واسطہ کا ذکر کیا گیا ہے وہی واسطہ ہی اس شخص کو مجوب ومحروم الارث کرے گا جس کے لئے وہ واسطہ ہے دوسرا اور کوئی بھی نہیں کیونکہ کوئی دوسرا اس کا واسطہ ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص جس شخص کے لئے واسطہ ہے وہی اس کا حاجب بھی ہے اور صرف اسی کے ہوتے مجوب ہوگا اور جو واسطہ ہی نہ ہو وہ اس کو مجوب ومحروم الارث نہیں کر سکتا ہے۔

اب اگر ہمارے محترم کی بصیرت کے ساتھ بصارت بھی ضائع ہو گئی ہو تو الگ بات ہے ورنہ یہ چیز بڑی واضح ہے جس میں کسی کلام کی گنجائش ہی نہیں ہے اور نہ تھی لیکن موصوف کو دانستہ طور پر عوام الناس کو مغالطہ میں رکھنا تھا اس لئے اس قسم کی غیر ایماندارانہ حرکت کی۔ ایک ایسے شخص کو جو کہ اپنے کو عالم کہتا اور لوگوں سے خود کو عالم باور کراتا ہے اس کے اندر کم از کم کچھ تو ایمانداری ودیانت داری ہونی چاہیئے۔ ایک عالم اس درجہ بے ایمان نہیں ہوتا ہے۔

۹۔ موصوف نے اسی طریقہ سے **(دادا پوتے کا ایک دوسرے کا وارث ہونا)** عنوان دے کر ایک اور مغالطہ دینے کی کوشش دانستہ طور پر کی ہے لکھتے ہیں: (کسی میت کے متعدد بیٹے ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ والد تو ایک ہوں گے اب اگر میت کے والد نہ ہوں تو اس طبقہ اور درجہ میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اگر میت کے متعدد بیٹے ہوں اور ایک کی اس کی زندگی میں وفات ہو گئی تو چونکہ اس درجہ میں دوسرے بیٹے جو میت کے قریب تر ہیں موجود ہیں اس لئے وہ بعد کے درجہ والے پوتے کے لئے حاجب ہو جائیں گے)۔ [البلاغ مئی ۲۰۰۵ء ص ۱۹]

یہ صحیح ہے کہ کسی میت کے متعدد بیٹے ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں اور باپ ایک ہی ہوتا ہے، لیکن کیا ایسا بھی ہے کہ وہ شخص صرف اس بیٹے کا باپ ہو جو زندہ ہو اور جو مر جائے اس کا باپ نہ رہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر آپ رسول ﷺ کے بارے میں کیا کہیں گے جن کی کنیت ابوالقاسم تھی اور ان کے اس بیٹے قاسم کے نام پر تھی جو آپ کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے۔ اگر موصوف کے استدلال کی بنیاد پر دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی کنیت ابوالفاطمہ ہونی چاہئے تھی۔ جن کی وفات رسول اللہ ﷺ کے بعد ہوئی نہ یہ کہ آپ کی زندگی میں وفات شدہ بیٹے کے نام پر ابوالقاسم۔ یہ موصوف کی محض ایک فریب دہی ہے کیونکہ جو بیٹا مر جاتا ہے اور اپنے پیچھے اولاد چھوڑ جاتا ہے تو اس کی اولاد اس کی جگہ لے لیتی ہے نہ کہ اس کے بھائی بہن۔ جب کوئی شخص اپنے پیچھے اولاد چھوڑ جاتا ہے تو اس کی اولاد کے ہوتے ہوئے اس کے بھائی بہن اس کی جگہ نہیں لے سکتے اور نہ ہی اس کی جگہ وارث ہو سکتے ہیں۔ اور حجب کا ایک اصول یہ بھی ہے: (قَالَ عُمَرَ وَغَيْرِهِ مِنَ السَّلَفِ: مَنْ لَا يَرِثُ لَا يُحْجَبُ). [جامع العلوم والحكم] (مَنْ لَا يَرِثُ لَا يُحْجَبُ). [تفسیر المنار ج ۴ ص ۴۱۷] یعنی جو شخص وارث ہی نہ ہو وہ محجوب نہیں کر سکتا۔

چونکہ چچا بھتیجے آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہی نہیں ہیں۔ تو جب چچا اپنے بھتیجے کا وارث ہی نہیں ہے تو پھر چچا کے ہونے سے اس کے بھتیجے (یتیم پوتے) کے محجوب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ پس بنابریں چچا کی وجہ سے یتیم پوتا یعنی کسی بیٹے کے ہوتے یتیم پوتا محجوب نہیں ہو سکتا۔

اللہ کے رسول کا فرمان ہے: عَنْ عَائِشَةُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ». [مسلم: ١٨ - (١٧١٨)] یعنی کوئی بھی ایسا کام جو میں نے نہ کیا ہو اور نہ ہی حکم دیا ہو اس کو اگر کوئی کرتا ہے تو وہ مردود و باطل ہے۔

پس اللہ کے رسول نے نہ تو کسی یتیم پوتے کو مجوب و محروم الارث کیا ہے اور نہ ہی حکم دیا ہے لہٰذا یتیم پوتے کو مجوب و محروم الارث کرنا باطل و مردود ہے بلکہ اس کے برعکس بیٹی کے ہوتے ہوئے اس کے ساتھ یتیم پوتی کو اس کے دادا کی میراث میں سے حصہ دیا ہے یہی سب سے بڑی دلیل، منصوص اور محکم شرعی مسئلہ ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہے اس کے برخلاف کوئی بھی حکم منصوص نہیں ہے اور اس کو محکم شرعی مسئلہ سمجھنا باطل و مردود ہے۔ جس کی کوئی صریحی دلیل کتاب وسنت میں نہیں ہے اور جس کی صریحی دلیل کتاب وسنت میں نہ وہ منصوص، محکم شرعی مسئلہ ہو ہی نہیں سکتا۔

لہٰذا موصوف کا یہ کہنا بالکل باطل ہے: (اگر میت کا پوتا اور کوئی بیٹا موجود نہ ہو تو پوتے کو ڈائریکٹ دادا کے ترکہ سے پہنچتا ہے کیونکہ درمیان میں کوئی بیٹا نہیں ہے جو حاجب ہو)۔

کیونکہ جب کوئی بیٹا دوسرے بیٹے کی اولاد کے لئے واسطہ ہی نہیں تو پھر حاجب کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ وہ بیٹا دوسرے بیٹے کی اولاد کا وارث بھی نہیں ہے، کسی شخص کے ایک بیٹا اور دوسرے متوفی بیٹے کا ایک بیٹا ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس شخص کی دو شاخیں اور نسلیں موجود ہیں ان دونوں بیٹے پوتے میں سے کوئی بھی پہلے مرے گا تو وہ شخص یکساں طور پر ان دونوں کا وارث ہوگا کیونکہ وہ دونوں کا علیحدہ علیحدہ طور ہر باپ ہے فرق صرف یہ ہے کہ ایک کا بلا واسطہ باپ اور دوسرے کا بالواسطہ باپ ہے۔ لیکن ہے دونوں کا ہی باپ صرف کسی ایک کا نہیں ہے۔

١٠۔ موصوف نے ایک اور مغالطہ اولاد اور بنین وبنات کے تعلق سے دینے کی کوشش کی ہے لکھتے ہیں: (بڑی گہری سوچ و فکر میں ڈوب کر موصوف نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے لفظ اولاد تو عام اور شامل ہے پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی کیلئے بھی لیکن لفظ بنین وبنات ان کو شامل نہیں۔ وہ خاص ہے بیٹا بیٹی کے لئے حالانکہ لفظ اولاد کی طرح لفظ بنین وبنات بھی حقیقتاً صلبی بیٹا بیٹی کے لئے

مجازاً وتوسعاً عام معنیٰ پر بھی بولا جاتا ہے۔ جو پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی اور ان کی اولاد کو نیچے تک شامل ہوتا ہے اور یہ استعمال قرآن وحدیث کے اندر بھی وارد ہے)۔ [البلاغ مئی ۲۰۰۵ء ص ۱۹]

اپنی اس تغلیط وتلبیس کے ذریعہ موصوف نے محض عوام الناس کو فریب اور دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اولاد کا اطلاق آدمی کی اپنی نسل پر ہوتا ہے جو اس کے وجود کا حصہ اور اس کے نطفہ وصلب سے ہوتی ہے جس میں دوسروں کی اولادیں شامل نہیں ہیں جب کہ بنین وبنات میں اپنی اولاد بھی ہے اور دوسرے کی اولاد بھی شامل ہے، اس بات کا ثبوت خود اللہ کا کلام ہے جس کو ہمارے محترم نے بھی نقل کیا ہے لیکن اس میں سے وہ لفظ چوری کر لیا ہے جو ان کے خلاف جاتا تھا۔ ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ [سورة النساء: ٢٣]

یعنی تمھارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمھاری اولاد ونسل میں سے ہوں وہ تم پر حرام ہیں یعنی صلبی اولادیں خواہ بیٹا ہو یا پوتا یا پڑپوتا یا اس سے نیچے کے ان کے بیٹے یا پھر نواسہ یا بیٹی کا پوتا، پڑپوتا وغیرہ۔ ان سب کی بیویوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

یہ دانستہ طور پر تحریف، یہودیانہ حرکت ہے۔ میں نے کوئی بھی بات گھڑ بنا کر نہیں کہی جیسا کہ موصوف نے تاثر دینے کی سعی نامسعود کی ہے بلکہ یہ ساری باتیں کتابوں میں موجود ہیں جو باحوالہ لکھی ہیں جو چاہے ان کتابوں کا مطالعہ کر کے پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ﴿أَبْنَائِكُمُ﴾ کے ساتھ ﴿الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ کا توضیحی وتاکیدی جملہ اسی لئے استعمال کیا ہے کیونکہ ابناء میں غیر کی اولاد بھی داخل ہے جہاں تک ان آیات کا تعلق ہے جو موصوف نے اپنی بات کے ثبوت میں پیش کی ہیں جس میں بنین، بنون، ابناء اور بنات آیا ہوا ہے تو ان سے مراد بیٹے اور بیٹیاں ہی ہیں الگ الگ احکام میں مختلف مواقع سے مثلا:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ﴾ [سورة الشعراء: ٨٨]، ﴿أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ﴾ [سورة الصافات: ١٥٣]، ﴿أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ﴾ [سورة آل عمران: ٦١] تو ان آیات میں بیٹے ہی مراد ہیں کیونکہ مشرکین مکہ اور آج بھی بیٹوں پر ہی لوگ فخر کرتے ہیں خواہ وہ اپنے بیٹے ہوں یا بیٹوں

کے بیٹے یا ان کے بیٹے ہوں، اسی طرح (بنات) میں اپنے گھر کی بیٹیاں مراد ہیں خواہ اپنے نطفہ سے ہوں یا غیر کے نطفہ سے سب کے لئے حکم یہی ہے کہ وہ پردہ کریں نیز فرمان باری تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾ [سورة النساء: ٢٣] میں اپنی بھی بیٹیاں مراد ہیں اور دوسرے کی وہ بیٹیاں بھی جن کی ماؤں سے نکاح کیا گیا ہو اور وہ غیر کے نطفہ سے ہوں جہاں تک اللہ کے رسول ﷺ کے نواسے حسن و حسین کے بارے میں آپ کا فرمان: (وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ «أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ يُصْلِحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَعْنِي الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ». [رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ].

(وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ «أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ وَحَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَى وَرِكَيْهِ: هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا». [رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ].

اور اپنے بارے میں آپ کا یہ فرمان: (وَقَالَ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - «أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ» وَهُوَ فِي حَدِيثٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) .

تو اس کا تعلق نطفہ واولاد سے ہی ہے حسن و حسین آپ کی بیٹی فاطمہ کی اولاد تھے لہٰذا آپ کی اولاد ہوگئے پس نواسہ بھی اولاد اور ابن ہے۔ اسی طریقہ سے آپ ﷺ عبدالمطلب کی اولاد تھے۔ اس لئے پوتا بھی اولاد وابن ہے۔ لہٰذا پوتے، نواسے دونوں کے لئے ان کے دادا نانا کی میراث میں سے حصہ ہے۔ موصوف کے اوپر یہ اشعار صادق آتے ہیں جو باادب پیش خدمت ہیں:

| | | |
|---|---|---|
| کلام حق بغلط تا بکے کنی تفسیر | ❀ | مگر توشرم نداری ز مصطفیٰ واعظ |
| کجا حدیث نظیری ترا فروغ دہد | ❀ | نداده آیت قرآں ترا ضیاء واعظ |

یعنی اے واعظ تم حق باتوں کی تفسیر کب تلک غلط کرتے رہوگے تمہیں اللہ کے رسول ﷺ سے ذرا بھی شرم وحیا نہیں آتی ہے کہ بروز قیامت تم ان کا سامنا کیسے کروگے۔ جب تجھے اللہ کا کلام قرآن مجید ہدایت نہیں دے سکا تو نظیری جیسے شاعر کی باتیں تمہیں کیا فائدہ دینگیں۔

آخر میں ہم قارئین کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بنظر غائر اس کتاب کا مطالعہ کریں اور دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے کی حق داری و حصہ داری کے مسئلہ کی نازکیت، حساسیت اہمیت وخطرناکی کا اندازہ کریں، اور مروجہ فکر کا قرآن وسنت کے تناظر میں جائزہ لیں کہ مروجہ فکر یعنی یتیم پوتے کی مجوبیت کتنی برحق اور مبنی بر کتاب وسنت ہے اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ لیں۔

وما علينا إلا البلاغ المبين وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين۔

كتبه العبد الراجي لعفو ربه الكريم

مسرور أحمد الفرائضي

[بروز جمعہ - ۵/اگست ۲۰۰۵ء ]

❀❀❀❀❀
❀❀❀❀
❀❀❀
❀❀
❀